تالیف

حضرت مولانا خواجہ معین الدین اکرمی ندوی مدنی

استاذ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک

شائع کردہ

مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین بھٹکل کرناٹک

کتب خانہ رحیمیہ دیوبند یوپی
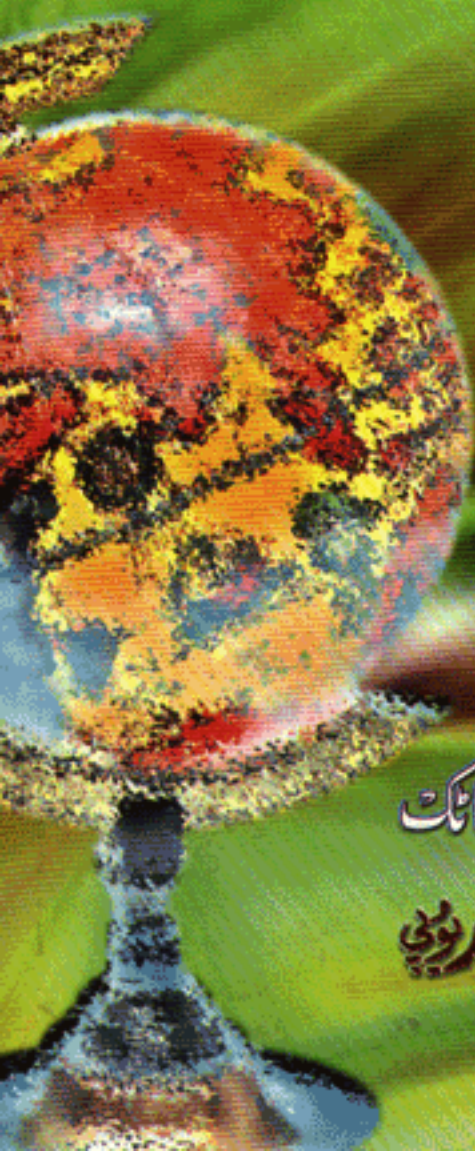
ثم جعلناك على شريعة من الأمر فاتبعها ولا تتبع أهواء الذين لا يعلمون

اسلامی قانونِ معاشرت

(جس میں قرآن وسنت اور اجتہاداتِ فقہاء کی روشنی
میں انسانی زندگی کے اہم ترین مسائل نکاح طلاق
وغیرہ کو علمی وعقلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔)

خواجہ معین الدین اکرمی ندوی مدنی

(استاذِ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل، کرناٹک)

شائع کردہ

مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین بھٹکل کرناٹک

باراول

۱۴۲۵ھ..............۲۰۰۴ء

نام کتاب: اسلامی قانونِ معاشرت

مؤلف: مولانا خواجہ معین الدین اکرمی ندوی مدنی

کتابت وکمپوزنگ: مولوی صابر باشاہ خطیب ندوی

مطبوعہ: مکتبہ رحیمیہ دیوبند، (یوپی)

تعداد: گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت: سو روپئے (۱۰۰)

ناشر: مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین بھٹکل کرناٹک

ملنے کے پتے:

(۱) دفتر مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین بھٹکل

(۲) مکتبہ جامعہ اسلامیہ، جامعہ آباد بھٹکل

(۳) مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل

(۴) مکتبہ رحیمیہ دیوبند (یوپی)

انتساب

مادرِ علمی

جامعه اسلامیه بھٹکل کرناٹک

اور

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اور

الجامعة الإسلامية المدينة المنوّرة

کے نام جن کے فیض صحبت نے مجھے ان سطور کے لکھنے کے قابل بنایا۔

اللہ ان اداروں کو تمام شر و رو فتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور قیامت تک ان کے فیض کے جاری فرمائے۔ (آمین)

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد!

انسانی زندگی، عقائد، اخلاق، معاشرت اور سیاست سے عبارت ہے، عقائد کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہے، سیاسیات چند افراد سے متعلق ہے، اگر وہ اس کو صحیح اصولوں کے مطابق برتیں تو سب کی زندگی پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، لیکن معاشرت کا تعلق براہ راست سماج سے ہے، اس کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے بھی ہے اور اجتماعی زندگی سے بھی، اگر اس نظام میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو زندگی سے چین اور سکون ختم ہو جاتا ہے، عداوتیں جنم لیتی ہیں، انتشار برپا ہو جاتا ہے، اور بالآخر زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے، اس لئے اسلام نے معاشرتی نظام کے ہر ہر مسئلے پر روشنی ڈالی ہے، اس نے شادی بیاہ کی ضرورت پر زور دیا ہے، نکاح، طلاق اور خلع کے احکام بتائے، نان نفقہ کے ہر پہلو کو بیان کیا، اسی طرح معاشرتی زندگی کے ہر مسئلے کی تفصیل سے وضاحت کی، دنیا نے بہت سے نظامہائے زندگی کا تجربہ کیا ہے،

بہت سے قوانین اور دستوروں کو آزمایا، مگر سلامتی کا راستہ اس کو اسلام کے نظام زندگی ہی میں نظر آیا، اس لئے کہ اسلام نے زندگی کا جو نظام دیا ہے وہ ایک جامع نظام ہے اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔

معاشرتی مسائل پر مختلف حیثیتوں سے لوگوں نے لکھا ہے، مولوی خواجہ معین الدین اکرمی ندوی بھٹکلی کی زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، وہ ایک سعادت مند نوجوان ندوی فاضل ہیں، وہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں اونچی کتابوں کی تدریس کے ساتھ عملاً دارالقضاء سے بھی وابستہ ہیں، اس لئے ان کو اس میں دستگاہ بھی حاصل ہے اور عوام کی ضرورت کا احساس بھی ہے انہیں پورا حق تھا کہ اس موضوع پر قلم اٹھاتے، انہوں نے اس کتاب میں سادہ اور سلیس انداز میں کہ ہر شخص سمجھ سکے، اسلام کے نظام معاشرت کو بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے، انہوں نے عصرِ حاضر کے ذہن کو سامنے رکھ کر بعض احکام کی حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے، وہ جس علاقہ کے رہنے والے ہیں وہاں اور اس کے اطراف کی ایک بڑی آبادی شافعی مسلک پر پیرو ہے، اس لئے اس کتاب میں انہوں نے ضروری موقعوں پر حنفی اور شافعی اختلاف کی وضاحت بھی کی ہے، اس طرح یہ کتاب بہت مفید ہوگئی ہے، اور اردو جاننے والے ہر مسلمان مرد اور عورت کی ضرورت پورا کرنے والی ہے، اللہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کی افادیت عام کرے۔

محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۶/۸/۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا سید سلمان الحسینی ندوی مدظلہ العالی

(استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پیش نظر کتاب "اسلامی قانون معاشرت" مولوی خواجہ معین الدین اکرمی ندوی مدنی کی ایک کامیاب فقہی کاوش ہے، موصوف نہ صرف جامعہ اسلامیہ بھٹکل - کرناٹک کے ایک کامیاب فارغ التحصیل عالم ہیں بلکہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے فاضل بھی ہیں اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث کے فارغین میں بھی ہیں، پھر شہر بھٹکل کے محکمۂ قضاء میں عہدۂ قضاء پر بھی فائز رہے اور ہیں، وسیع علمی مطالعہ کے بعد قضاء کے تجربات نے ان کو معاشرتی مسائل کا نہ صرف واقف کار بلکہ ان کا نکتہ شناس اور حل کی نشاندہی کرنے کی بیش بہا صلاحیت عطا کی ہے۔

کتاب کے عنوانات اور مضامین پر ایک نظر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ موضوع پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، اور جو مسائل واقعتاً امتِ مسلمہ کے افراد کو درپیش ہیں انکی تفہیم کے ساتھ ان کا صحیح شرعی جواب پیش کیا گیا ہے، اس کتاب میں مصنف نے جو خود مسلکاً شافعی ہیں، حنفی نقطہائے نظر کی بھی رعایت کی ہے۔

آج کا مسلم سماج سب سے زیادہ جس شعبہ حیات میں بیرونی اثرات سے متاثر ہوا ہے وہ معاشرت کا ہی شعبہ ہے، عبادات میں ترمیم تو ادنیٰ سے ادنیٰ بھی مسلمان گوارا نہیں کرسکتا، لیکن معاشرت میں ترمیم تو کیا پورا ڈھانچہ تبدیل کرنے پر لوگ ہنسی خوشی راضی ہوجاتے ہیں، اور وہ اس بھول میں رہتے ہیں کہ ہمارا دین سو فیصد محفوظ ہے۔

عام مسلمانوں میں دین کا جو تصور ہے وہ عقائد وعبادات سے ہی صرف وابستہ ہو کر رہ گیا ہے جہاں تک معاشرت، معاملات، معاشیات وغیرہ کا تعلق ہے، اس کو دنیاوی مسائل کے خانہ میں رکھ کر دنیاداروں کے مشورے قبول کرتے ہیں، چاہے شریعت کی کیسی ہی مخالفت کیوں نہ ہو رہی ہو، ذرا ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔

ضرورت اس کی ہے کہ دین کے معاملہ پر مسلمانوں کی صحیح ذہن سازی کی جائے، اور معاشرتی مسائل کی جو اہمیت دینی نظام میں ہے اس کو واضح کیا جائے، اور پھر اسلامی معاشرتی احکام کی برتری اور افادیت دوسرے معاشروں اور ان کے نظام کے کھوکھلے پن کو واشگاف کرکے سمجھا جائے، اس کتاب کی ابتداء میں مغربی معاشرہ کی جن خباثتوں اور تباہیوں کا تذکرہ ہے، وہ اس موضوع کے لئے بہتر تمہید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دینی، اصلاحی، علمی وفقہی کاوش کو قبول فرمائے اور اس سے زیادہ سے زیادہ نفع پہونچائے۔ آمین

سلمان الحسینی

۲۲/شعبان ۱۴۲۵ھ

عرض مؤلف

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين سيدنا ونبينا محمد وآله وصبحه أجمعين إلى يوم الدين

أما بعد!

دین اسلام کی ایک بڑی خصوصیت اورخوبی یہ ہے کہ یہ دین اللہ تعالیٰ جواس دنیا اوراس میں آبادتمام انسانوں کاخالق ومالک ہے کا نازل کردہ دین ہے اوردوسرے مذاہب وادیان کے مقابلہ میں اس دین کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی قیامت تک حفاظت کاذمہ بھی اللہ تعالی نے خودہی لے لیا ہے، چنانچہ اس کوکلام پاک میں یوں فرمایا گیا ﴿ إنا نحن نزلنا الذكر وإناله لحافظون ﴾ ہم ہی نے (اس) ذکر(دین) کونازل کیا ہےاورہم ہی خوداس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس دین کے ساتھ بھیجے گئے مقدس رسول اورآخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر جب کہ ہزاروں صحابہ کرامؓ دین اسلام کے آخری رکن حج بیت اللہ کی ادائیگی میں عرفہ کی مقدس ترین وادی میں سال کے افضل سے افضل ترین دن (۹/ذی الحجہ جواتفاق سے جمعہ کابھی دن تھا) جمع تھے، اس دین کے نازل کرنے والے کی طرف سے یہ مژدۂ جانفزاسنایا گیا کہ ﴿ اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا ﴾ آج کے دن ہم نے

تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کیا اور اپنی نعمتوں کو تم پر پورا کیا اور ہم تمہارے واسطے دین اسلام سے راضی ہوئے ، اللہ اکبر! کوئی اگر سوچے کہ کونسا موقع ،کونسا دن ،کونسی جگہ اور کن سے اور کس کی طرف سے یہ وعدہ ہورہا ہے ،اسی لئے بعض احادیث میں آتا ہے کہ ایک یہودی عالم کو جب اس آیتِ شریفہ کا علم ہوا تو وہ سیدنا عمر فاروق ؓ سے کہہ پڑا کہ اگر ہم یہودیوں پر یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو اپنے لئے عید مناتے ، حضرت عمر فاروق ؓ نے جواب دیا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ آیت کس دن اتری اور کہاں اتری، یہ آیت عرفہ کے دن جو جمعہ کا بھی دن تھا میدانِ عرفہ میں نازل ہوئی ،اس میں تو ہمارے لئے دو دو عیدیں جمع ہیں ،اس طرح سے دین اسلام کو قیامت تک کے لئے باقی رکھنے اور اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہ ہونے کا مسلمانوں اور اس دنیا میں آباد انسانوں کو یقین واطمینان دلاتے ہوئے اس دین کی پابندی اور اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ﴿إن الدين عندالله الإسلام﴾ بیشک (مقبول) مذہب تو اللہ کے نزدیک صرف اور صرف دین اسلام ہی ہے ، اور دوسری جگہ فرمایا گیا ﴿ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾ اور جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو اس سے ہرگز ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ،اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا ،یہی وجہ ہے کہ وہ انسان بڑا خوش نصیب اور سعادتمند ہے جس کو دین اسلام کی عظیم دولت ملی اور اپنی زندگی کو دین اسلام کے مطابق گذارنے کی توفیق عطا ہوئی ، اس دین کو دینِ فطرت اسی لئے کہا گیا کہ یہ انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اور ہر دور میں ان کی ہر طرح سے رہنمائی کرنے کی اس کے اندر صلاحیت رکھی گئی ہے ، اور اس لحاظ سے بھی یہ دوسرے

تمام مذاہب وادیان پر فوقیت لے گیا، اس لئے کہ اس کے اندر ہر طرح کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کا حل موجود ہے، شریعتِ اسلامیہ کے اصولوں کے اندر ایسی گہرائی اور گیرائی اور لچک پائی جاتی کہ اس کی روشنی میں دنیا کے ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ دور میں پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا جا سکتا ہے، اور یہ صرف خوش کن دعویٰ نہیں ہے بلکہ ہر زمانہ میں ماہرین شریعت (فقہاء) نے اس کا مظاہرہ بھی کیا ہے جس پر تاریخ شاہد ہے۔ (۱)

مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کے مسائل جن کو عائلی قوانین یا مسلم پرسنل لاء کہا جاتا ہے، قرآن وحدیث میں دوسرے بہت سے احکامات کی طرح اس کو بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جیسے نکاح وطلاق کے متعلق احکام قرآنِ پاک کی پانچ سورتوں "بقرہ، نساء، نور، احزاب اور طلاق" وغیرہ کی متعدد آیات میں بیان کئے گئے ہیں، اور وہ احادیثِ صحیحہ جن میں مذکورہ احکام بتائے گئے ہیں ان کا شمار مشکل ہی سے ہو، یہی حال وراثت کی تقسیم کے احکام کا ہے، افسوس کہ خود مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ ان مسائل سے ناواقف ہے۔

مجھے محکمہ شرعیہ مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین بھٹکل میں پیش آمدہ مقدمات میں فریقین کی گفتگو سننے پر اس بات کا شدت سے احساس ہوا اور وہیں سے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ کیوں نہ ان معاشرتی مسائل کو ترتیب دیا جائے، تاکہ اس سے عوام الناس کو فائدہ ہو، بارہا اس سلسلہ میں سوچتا رہا، مگر یہ کام شروع کرنے کی توفیق نہ ہو سکی، ابھی چار پانچ ماہ قبل محض توفیق الٰہی سے اس کام کو شروع کیا، جسے اب اپنی پوری بے بضاعتی کے باوجود تکمیل تک پہنچا رہا ہوں، میں نے کتاب میں زیادہ تر احکام و مسائل ہی

---

(۱) تفصیل کی ملاحظہ ہو "مجموعہ قوانین اسلامی" پر مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا مقدمہ

ذکر کئے ہیں، اسی وجہ سے اس کا نام ''اسلامی قانونِ معاشرت'' رکھا ہے، بعض احکام و مسائل میں حکمت و مصلحت اور آداب سنن وفوائد کا بھی ذکر کیا گیا ہے تاکہ قاری کو اس سے محرومی بھی نہ ہو کتاب میں تمام اصولی احکام کو قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان احکام پر علی وجہ البصیرۃ عمل کیا جاسکے۔

احکام ومسائل میں جہاں احناف کا اختلاف ہے اس کو بالالتزام مع حوالہ جات حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے ،تاکہ شوافع واحناف دونوں اس کتاب سے پوری طرح مستفید ہوسکیں ، مشہور ومعروف مسائل کے علاوہ دوسرے بعض مسائل کو حوالوں کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں حدیث شریف میں مذکور خطبۂ نکاح کو مع ترجمہ ذکر کرنے کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح کے موقع پر کیا گیا خطاب نقل کیا گیا ہے تاکہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس موقع سے کی جانے والی تذکیر سے عمومی فائدہ ہو۔

میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ وناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا نہایت ہی ممنون ومشکور ہوں کہ انہوں نے میری اس کاوش پر اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنے وقیع مقدمہ سے کتاب کو زینت بخشی، نیز مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ بانی وصدر جمعیت شباب الاسلام واستاذِ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے بھی اپنی مشغولیات کے باوجود اپنے پیش لفظ سے کتاب کو رونق بخشی ، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں بزرگوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور امت پر ان کا سایۂ عاطفت تادیر سلامت رکھے۔ آمین

اسی طرح میں مولانا فضل الرحمٰن رحمانی سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ کا بھی بہت ہی

ممنون ہوں جنہوں نے پوری کتاب پرنظر ثانی فرما کر بعض اہم اور مفید مشوروں سے نوازا، جن علمائے کرام نے کتاب پر اپنے مفید تأثرات لکھے ہیں ان کا بھی فرداً فرداً مشکور ہوں، کتاب کی کمپوزنگ کے لئے مولوی صابر باشاہ خطیب ندوی اور پروف دیکھنے پر مولوی فیاض احمد دامدا ندوی کا بھی ممنون ومشکور ہوں، اللہ تعالیٰ ان سبھوں کو اس کا بہترین اجر وبدلہ عطا فرمائے۔آمین

میں اپنی اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہوئے ان سے اور بالخصوص حضراتِ علماء سے مؤدبانہ اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ اس میں موجود خامیوں سے مجھے مطلع فرما کر ممنون ہوں۔

اے اللہ! تو میری اس کاوش کو بے انتہاء قبول فرما اور اس کے نفع کو عام فرما، اور اس کو میرے لئے میرے والدین اور میرے جملہ متعلقین کے لئے باعث خیر وبرکت اور دارین میں نجات کا ذریعہ بنا۔آمین، آخر میں میں مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین بھٹکل کے تعاون کا ازحد مشکور ہوں۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم .وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم .

خواجہ معین الدین اکرمی ندوی

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک

۳/رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

خطبۂ نکاح

إن الحمد لله ، نحمده و نستعينه و نستغفره ، و نعوذ به من شرور أنفسنا ، من يهده الله فلامضل له ، ومن يضلل فلاهادى له ، وأشهد أن لا إله إلاالله وأشهدأن محمدا عبده ورسوله !

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَّنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً ٥ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَاتَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ٥ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً ٥ (ابوداؤد ۲۱۱۸)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے، اور خدا سے ڈرو جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو، ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ مومنو! خدا سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ مومنو! خدا سے ڈرا کرو، اور سیدھی بات کہا کرو، وہ تمہارے اعمال درست کردے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، تو بے شک بڑی مراد پائے گا۔

ازدواجی زندگی کے رہنما خطوط

(مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

نکاح ایک مسلسل عبادت ہے

یہ نکاح، یہ عقد کوئی غیر اجتماعی یا فطری ضرورت کی تکمیل نہیں ہے بلکہ ایک عبادت ہے، انبیاء علیہم السلام کی سنت رہی ہے اور سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی محبوب سنت اور شعار ہے، اس لئے اس کے ساتھ جیسا کہ اسلام کا قاعدہ ہے ایک پیغام ہے اور اہم ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے۔ اللہ کی بندگی کا، عبودیت کا اور اپنی ذمہ داری کا، اور اس کے متعلق جو احکام ہیں، شریعت کے جو حقوق و فرائض ہیں ان کی بھی یاددہانی کی گئی ہے۔

یہ جو آیتیں پڑھی گئیں یہ نکاح کے خطبہ کی آیتیں ہیں اور مشہور ہیں، ثابت ہیں، ان میں پورا پیغام ہے، خوشگوار فریضہ کے لئے بھی اور ساری عمر کے لئے بھی، اور ساری زندگی کے لئے ضابطۂ حیات اور ہدایات ہیں، اور پوری زندگی کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی کے احکام اور اس کی ہدایات کا ذکر آگیا ہے، یہ آیت سورۃ النساء کی ہے، اسی سے عورتوں کا درجہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نام سے ایک طویل سورۃ نازل ہوئی جس کا نام سورۂ نساء ہے اس سے معلوم ہوا کہ پورے اسلامی معاشرے میں عورتوں

کا ایک درجہ، ان کا ایک مقام ہے اور ان کے حقوق ہیں اور اس کے فرائض ہیں، ان کے بارے میں احکامات ہیں جیسا کہ پہلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، **یا أیھا الناس** سے خطاب کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ انسانی حیثیت رکھتا ہے، قلبی حیثیت رکھتا ہے **یا أیھا الناس** خطاب کیا گیا ہے کہ اے انسانو! کہ جب تم انسان ہو، تمہاری ضروریات ہیں، فطری تقاضے بھی ہیں بلکہ شرعی، فطری، اخلاقی تقاضہ یہ ہے کہ ایک رفیق حیات ہو، کوئی بھی ایسا جوڑا ہو، جس سے وہ اپنی زندگی کو شرعی طریقے پر بھی، طبعی طریقے پر بھی اور فطری طریقے پر بھی مکمل کر سکے، خود اللہ نے خطاب کیا ہے کہ لوگو! ڈرو اور لحاظ کرو اپنے پروردگار کا کہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا۔

نسل انسانی کے آغاز کا ذکر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے آغاز کا ذکر کیا ہے۔ یہ مبارک ترین آغاز ہے دنیا کی تاریخ جس سے بنتی ہے اور جس سے ہم سب کا تعلق ہے، ہمارے آبا واجداد کا تعلق ہے، اگلی نسلوں کا بھی تعلق ہے، اور انشاء اللہ پچھلی نسلوں کا بھی ہوگا۔ نسلِ انسانی کے آغاز کا جس سے دنیا میں اور زندگی میں معنویت پیدا ہوئی اور اس کی قدر و قیمت پیدا ہوئی، جس کا اللہ تعالیٰ ذکر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو ایک انسان سے شروع کیا لیکن اسی کے ساتھ اس کا جوڑا پیدا کیا اور دونوں کے مل جانے سے نکاح سے اور شرعی طریقہ پر اخلاقی اور قانونی طریقہ پر اللہ کے حکم کے مطابق جوان لوگوں نے تعلق قائم کیا اس میں ایسی برکت ہوئی کہ آج ساری دنیا، یہ خرابہ، زمین جس

کو کہتے ہیں یہ آباد ہے، یہ دنیا ویران ہوتی اگر انسان نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے اس آغاز کا ذکر کر کے گویا فالِ نیک کے طور پر، بشارت کے طور پر کہا کہ دو کے ملنے کو تم معمولی بات نہ سمجھو، دو ہی تھے جو ملے تھے شروع میں جن سے اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی نسل پیدا کر دی۔

یہ ایک ایسے مبارک واقعہ کی یاد دہانی ہے جس سے انسان نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور اطمینان واعتماد کر سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی امیدیں قائم کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اس کا پاس ولحاظ کرو جس نے تم کو ایک اکیلی ہستی سے پیدا کیا تھا، اتنی بڑی دنیا اور ایک اکیلی ہستی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اس کی شریک زندگی پیدا کیا، ان دونوں کو ملایا اور ان دونوں کے ملنے سے مردوں اور عورتوں کی وہ تعداد پیدا کی جن کو کوئی دنیا کا اعداد وشمار کرنے والا، کوئی تاریخ داں اور نہ کوئی حساب داں شمار کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس اللہ سے ڈرو، شرم کرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، یہ ایک خاندان کا دوسرے خاندان سے، ایک شریف مسلمان کا دوسرے شریف مسلمان خاندان سے سوال کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو سب کچھ دیا ہے، ہمارے فرزند کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے۔ زندگی عطا کی، عقل وہوش عطا کی، علم عطا کیا اور دوسری صلاحیتیں بھی دے رکھی ہیں۔ لیکن اس کی زندگی میں ایک خلا ہے، وہ خلاء پر نہیں ہو سکتا بغیر ایک رفیقۂ حیات کے، ایک شریک زندگی کے، آپ ہمیں ایک شریک زندگی دیجیے۔

سوال وجواب کا رشتہ

یہ بھی ایک سوال ہے، نہایت مہذب سوال ہے، لیکن بہر حال سوال ہے اور ہماری

پوری زندگی سوالات وجوابات کا ایک جال ہے جس میں ہر حلقہ جال کے دوسرے حلقہ سے پیوست ہے، اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہوسکتا، ہر انسان **سائل** ہے، ہر انسان مسئول ہے۔ ایک بڑے سے بڑا انسان بھی سوال پر مجبور ہے، یہ بیع وشراء کا، یہ خرید وفروخت کا معاملہ کیا ہے؟ سوال ہے، یہ حاکم ومحکوم کا تعلق کیا ہے، سوال وجواب ہے، یہ آپس کے عزیزانہ تعلقات کیا ہیں سوال وجواب ہے، یہ تعلیم وتعلم کیا ہے، پڑھنا لکھنا کیا ہے، استاد وشاگرد کے درمیان سوال جواب ہے۔ سوال وجواب رشتہ کا آپ دیکھیں گے ہماری پوری زندگی میں چھایا ہوا ہے، اگر ایک طالب علم پڑھتا ہے تو وہ **سائل** ہے، ایک استاد پڑھاتا ہے تو وہ مسئول ہے، اسی طرح سے جس کے پاس کوئی چیز ہے اور دوسرا اس کا محتاج ہے، جو محتاج ہے وہ **سائل** ہے اور جس کے پاس چیز ہے وہ مسئول ہے، لیکن وہی مسئول جو کسی کو دے رہا ہے وہ کسی اور کا **سائل** ہے، اس دنیا میں کوئی فرد **سائل** ہونے سے مستثنیٰ نہیں ہے، بڑے سے بڑا معزز یہاں تک کہ کسی مملکت کا صدر بھی ایک طرح کا **سائل** ہے، نہایت معزز **سائل**، بڑے اختیارات رکھنے والا **سائل**، لیکن ہے وہ بھی **سائل** ہی، اس کو بھی ضرورت ہے، اگر اس کی مملکت کے انسان نہ ہوں اس کے کام چلانے والے نہ ہوں، جن پر حکومت کرتا ہے کم سے کم وہ نہ ہوں تو وہ کاہے کا حاکم ہوا اور کاہے کی اس کی مملکت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس اللہ سے ڈرو، اس کا پاس رکھو، جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، تمہیں کیسے جرأت ہوئی ایک خاندان کی ایسی ہستی کو مانگنے کی جس پر کسی غیر کی نگاہ نہیں پڑ سکتی، جس کو پردہ میں رکھا جاتا ہے، جس کی عزت کو اپنے

خاندان کی عزت سمجھا جاتا ہے، اس کو مانگنے کی تم کو جرأت کیسے پیدا ہوئی؟ یہ اللہ کے نام کا واسطہ تھا، یہ اسلام کا رشتہ تھا، یہ اسلام کا اشتراک تھا۔ یہ وہ چیز تھی جو دو خاندانوں کو ملاتی ہے، جو افراد کو ملاتی ہے بعض اوقات قوموں کو ملاتی ہے، بعض اوقات نسلوں کو ملا دیتی ہے، تو جس خدا کے نام پر تم سوال کر رہے ہو، لڑکے والوں نے لڑکی والوں سے سوال کیا تو اس نام کا اتنا ہی فائدہ نہ سمجھو کہ کام نکال لیا بلکہ اس نام کا ہمیشہ ادب ملحوظ رکھو اور جب یہ نام لیا جائے تو اس کا احترام کرو اور اس نام کا حق ادا کرو، اگر اذانیں ہو رہی ہیں تو اس میں اس کا نام لیا جا رہا ہے اگر شریعت کا حکم بیان کیا جا رہا ہے تو اس میں اس کا نام لیا جا رہا ہے، اگر حلال و حرام کی بحث ہے تو اس میں اللہ ہی کا نام بیچ میں ہے، اگر کوئی کسی کو ڈراتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو اس میں بھی خدا ہی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بڑی خود غرضی کی بات ہے اور شرافت کے معیار سے گری ہوئی بات ہے کہ آدمی اپنا کام نکال لے اس کا نام لے کر پھر بھول جائے ایک مسلمان کو یہ نہیں چاہئے۔ فرماتا ہے کہ **واتقوا اللہ الذی تسآءلون بہ** اس خدا سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔

رشتہ داریوں کا بھی خیال کرو

"**وَالْاَرْحَــام**" اور رشتہ داریوں کا بھی خیال کرو۔ آج نیا رشتہ قائم ہو رہا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی نیا رشتہ قائم ہوتا ہے تو پرانے رشتوں کو بھلا دینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ بعض بعض معاشرتوں میں اور بعض تہذیبوں میں، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہیں، یہ رشتہ مبارک لیکن اس سے پہلے کے جو رشتے ہیں وہ سب جگہ پر ہیں، جو

حقوق وفرائض ہیں، ان کی ذمہ داریاں اپنی جگہ پر ہیں، ماں اپنی جگہ پر ہے باپ اپنی جگہ پر ہیں، بہنیں اپنی جگہ پر ہیں، بھائی اپنی جگہ پر ہے، ایک نئے رشتہ سے وہ رشتے ختم نہیں ہوں گے، فرمایا "وَالْاَرْحَامَ" رشتہ داریوں کا خیال رکھنا جس کا جو حق ہے اسے ادا کرنا، لڑکے کو بھی یہ نصیحت ہے، لڑکی کو بھی یہ نصیحت ہے، ان کے گھر والوں کو بھی یہ نصیحت ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ یہ تو وقت کی بات ہے کون دیکھتا ہے اور کون جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿ إن الله كان عليكم رقيبا ﴾ بے شک اللہ دیکھنے والا ہے اور ہر وقت ہر ایک کے ساتھ ہے۔

مرتے دم تک مسلمان رہنا

دوسری آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جتنا کہ ڈرنے کا حق ہے، اپنی طرف سے معیار مقرر نہ کرو کہ ہم تو بہت ڈرتے ہیں جسے اللہ کہے کہ ہاں یہ ڈرنا ہے، جسے شریعت کہے کہ ہاں یہ ڈرنا ہے، جس کو خوف کہتے ہیں، جس کو ڈرنا کہتے ہیں، جس کو احتیاط کہتے ہیں، جس کو قانون پر چلنا کہتے ہیں وہی معتبر ہے تو اللہ سے ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ﴿ ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون ﴾ یہ خدا کے پیغمبر ہی کے کہنے کی بات تھی ورنہ کوئی مبارکباد دینے والا، کوئی عزیز بھی اس موقع پر یہ نہیں کہتا، پیغمبر پیغمبر ہے وہ ایسی ابدی حقیقتوں کا اعلان کرتا ہے جو حقیقتیں کبھی فنا نہیں ہوتیں، اللہ تمہیں مبارک کرے ایسی بہت سی خوشیاں تمہیں مبارک کرے، اور یہ خوشیوں کا ایک سلسلہ ہوگا انشاء اللہ، لیکن اس

کو نہ بھولنا کہ تمہیں اس دنیا سے جانا ہے ﴿ **ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون** ﴾ زندگی گذارو فرمانبرداروں کی طرح اور جب جاؤ تو فرمانبرداروں کی طرح، ہمارا سر خدا کے سامنے جھکا ہوا ہو، ہمارے دل میں خدا کی محبت اور اس کے رسول کی عظمت ہو، ہماری زبان پر اس کا کلمہ ہو۔

قولِ مرداں جان دارد

اس کے بعد آخری آیت جو ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنے والی ہے اس میں اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿ **یآ أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا** ﴾ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو کہ ”قولِ مرداں جان دارد“ یہ پتھر کی لکیر نہیں ہے کہ زبان ہلا دی اور کہہ دیا کہ ہم نے قبول کیا بلکہ جب یہ کہو کہ ہم نے قبول کیا تو سچ سمجھ کر اور اس کی پوری ذمہ داریوں کو اپنے ذہن میں تازہ کر کے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں، ان کا کیا مطلب ہے اور اس کے کیا تقاضے ہیں، اس کا سلسلہ کہاں تک جائے گا۔

فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچی و پکی بات زبان سے نکالو اگر تمہیں سچی اور پکی بات زبان سے نکالنے کی عادت پڑ گئی تمہارا کیریکٹر بن گیا، تمہارا کردار بن گیا، تمہارا اصولِ زندگی بن گیا تو کیا نتیجہ ہوگا یہی نہیں کہ یہ عقد صحیح ہو بلکہ ﴿ **یصلح لکم أعمالکم** ﴾ اس کی وجہ سے اللہ تعالی تمہارے تمام کاموں کو درست کر دے گا۔

آج دنیا کی ساری خرابی، ہمارے تمدن میں سب کچھ ہے، سارے وسائل و ذرائع موجود ہیں، کتنی ایجادات ہیں اور کتنے آرام حاصل کرنے کے ذرائع ہیں، لیکن کیا چیز کم

ہے؟ ذمہ داری کا احساس نہیں...... ! آدمی جو چاہتا ہے اپنا کام نکالنے کے لئے، نکال لیتا ہے، پھر بھول جاتا ہے.... فرمایا ﴿**یصلح لکم أعمالکم**﴾ اس کی برکت سے تمہارے سارے اعمال کو اللہ درست فرمادے گا، تمدن کی چول بیٹھ جائے گی، معاشرہ کا مزاج درست ہو جائے گا، ہر ایک کو راحت ملے گی اور یہ نہ ہوگا کہ انسان ایک بازار میں ہے یا جنگل میں ہے جہاں پرندوں سے کام ہے یا سوداگروں سے کام ہے اور کسی کو کسی سے مطلب نہیں، جیسی ضرورت سمجھی ویسی زبان سے نکال دیا۔ ﴿**یصلح لکم أعمالکم**﴾ اللہ اس کی برکت سے تمہارے سارے اعمال درست فرمادے گا۔

﴿**ویغفرلکم ذنوبکم**﴾ اور پھر یہ ایک عبادت ہے، نبی کی سنت ہے، اس لئے اس کے ذریعہ سے اللہ تمہارے گناہوں کو بھی معاف کردے گا.....

عام طور سے نکاح کی تقریب کو ایک رسمی فکری اور معاشرتی تقریب سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ عبادت ہے اس کے بعد جو زندگی گزرے گی وہ عبادت میں گزرے گی اور جیسا کہ اس زمانے کے شاہ محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ آدمی جب تک نماز پڑھتا ہے اس کو ثواب ملتا ہے، سلام پھیرا تو ثواب ختم ہو گیا لیکن نکاح کرنے کے بعد سے آخر وقت تک ثواب ملتا رہے گا، کما کر لائے گا کھلائے گا۔ اس نیت سے ثواب ملے گا، محبت کے ساتھ بولے گا، ساتھ رہے گا اس کا ثواب برابر رہے گا۔ فرمایا ﴿**ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما**﴾ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ پورے طور پر کامیاب ہوا۔

(قرآنی افادات، از: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

نکاح کا بیان

نکاح کے معنی:۔اس سے مراد ایک ایسا عقد جس کے ذریعہ زوجین (میاں بیوی) میں ہر ایک کو دوسرے سے شرعاً استمتاع یعنی لطف اندوزی کا حق حاصل ہو جائے۔

ویسے عربی میں نکاح کا لفظ عقدِ نکاح اور ہمبستری (جماع) ولطف اندوزی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، البتہ عقد نکاح کے معنی میں حقیقۃً اور ہمبستری کے معنی میں نکاح کا استعمال مجازاً ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں بھی نکاح کے لفظ کا استعمال عموماً عقد ہی کے لئے ہوا ہے، ارشاد باری ہے **یاأیہا الذین آمنوا إذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل أن تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ تعتدونھا (الأحزاب ۴۹)**

اے ایمان والو! جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے۔

مشروعیتِ نکاح: اسلام نے معاشرہ کی حفاظت اور خاندانوں کی فلاح وبہبود، شرافت اور اچھے اخلاق کے پھیلاؤ، نیز بنی نوع انسان کی بقاء کی خاطر نکاح جیسے محکم اور مضبوط نظام کو رائج کیا۔

چنانچہ نکاح کی مشروعیت قرآن، حدیث، اجماع وغیرہ نصوص شرعیہ سے ثابت

ہے،قرآن میں ہے، فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوان میں سے دودو تین تین چار چار سے نکاح کرسکتے ہو۔

(النساء ۳)

وانکحوا الأیامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وإمائکم (النور ۳۲) تم میں سے جولوگ مجرد ہوں اورتمہارے لونڈی اورغلاموں میں سے جوصالح ہوں، ان کا نکاح کردو۔

احادیث میں کئی ایک احادیث اس مضمون پر دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فإنه أغض للبصر و أحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم، فإنه له وجاء. (بخاری ٥٠٦٦، مسلم ١٤٠٠)

ترجمہ: اے نوجوانو تم میں جو شخص رات گذرانے اوربیوی کے اخراجات کی استطاعت اورقدرت رکھتا ہو، اس کو نکاح کرنا چاہئے ، اس لئے کہ نکاح کرنا نگاہوں کو زیادہ نیچی کرنے اورشرمگاہ کوزیادہ محفوظ رکھنے کا سبب بنتا ہے، اورجس کے اندر اس کی طاقت نہ ہو اس کوروزہ رکھنا چاہئے، اس لئے کہ روزہ شہوت کوروکنے والا ہے۔

اسی طرح ایک اورحدیث میں نکاح کی ترغیب ان الفاظ میں ملتی ہے،حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الدنیا متاع، وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحة (مسلم ١٤٦٧) ترجمہ: دنیا پوری کی پوری متاع ہے اوراس میں سب سے بہترین فائدہ اٹھانے کے قابل نیک اورصالح عورت ہے۔

ایک اورحدیث میں عملِ نکاح کی ان الفاظ میں ترغیب ملتی ہے،حضرت ابوایوب

انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اربع من سنن المرسلین ، الحیاء والتعطر والسواك والنکاح" (ترمذی ۱۰۸۰)

ترجمہ: چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر یعنی خوشبو استعمال کرنا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا

نکاح کی حکمت اور اس کے فوائد

۱۔ انسانی فطری خواہش کی تکمیل۔

۲۔ نسل انسانی کی بقا اور اس کی افزائش۔

۳۔ سکون قلب اور محبت ومودت کا حصول۔

۴۔ اخلاق وپاکیزگی کی حفاظت۔

۵۔ خاندانی نظام کی استواری۔

اسلام نے نکاح کو جن فوائد اور حکمتوں کی بناء پر مشروع فرمایا، یہاں ان خصوصیات وحکمتوں پر بحث ضروری معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ انسانی فطری خواہش کی تکمیل:

انسانی فطرت کے اندر جنسی خواہش کا مادہ رکھا گیا ہے، چنانچہ مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی احتیاج اور خواہش فطری طور پر ہوتی ہے، چونکہ اسلام دین فطرت ہے اس لئے اسلام نے سرے سے فطرت انسانی سے علیحدگی کا حکم نہیں دیا، بلکہ انسان کی اس فطری خواہش کو پورا کرنے اور اس کی تکمیل کے لئے مرد وعورت کو نکاح کے بندھن میں بندھ جانے کا حکم دیا، اور تبتل یعنی عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے رشتۂ

ازدواج سے بلاضرورت اور یکسر منقطع ہوکر عبادت کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونے سے منع فرمایا، چنانچہ حضرت سمرہؓ سے مروی ہے ''أن النبی ﷺ نهى عن التبتل'' (ترمذی، حدیث ۱۰۸۲)، رسول اللہ ﷺ نے تبتل سے منع فرمایا (تبتل: یعنی عورتوں سے نکاح نہ کرتے ہوئے عبادت کی طرف منتقل ہونا)، اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ'' رد رسول الله ﷺ علی عثمان بن مظعون التبتل ولو أذن له لاختصينا '' رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کی نکاح سے کنارہ کشی کی درخواست مسترد کردی، اگر آپؐ اس کی اجازت دیتے تو ہم اپنی خصی کر لیتے۔

(صحیح مسلم ۱۴۰۲، ترمذی ۱۰۸۲)

۲۔ نسل انسانی کی بقا اور اس کی افزائش

اسلامی معاشرہ کا ایک ایسی نیک اور صالح نسل کے ذریعہ تعاون ہو، جو نسل مہذب اور تربیت یافتہ ہو اور اس نسل کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کی اٹھان ہو اور اس سے اس کی تقویت ہوسکے، جس کے نتیجہ میں ایک پرسکون معاشرہ وجود میں آسکے، چنانچہ اسی مقصد کے لئے اسلام نے افزائشِ نسل کا حکم دیا اور اس کو نکاح کے اہم مقاصد میں شمار کیا۔

قرآن میں ہے ﴿ نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم أنىٰ شئتم وقدموا لأنفسکم / بقرة ۲۲۳ ﴾ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ، مگر اپنے مستقبل کی فکر کرو۔

اس آیت سے بتایا گیا کہ مرد اور عورت کا تعلق کسان اور کھیت کا سا ہے، جس طرح سے کسان کھیت میں محض تفریح کے لئے نہیں جاتا بلکہ اس لئے جاتا ہے کہ اس سے پیداوار حاصل ہو، بالکل اسی طرح ایک مرد کا اپنی بیوی سے صحبت سے مقصود صرف

تفریح طبع نہیں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تزوجوا الولود الودود، فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة'' (سنن ابوداؤد حدیث ۲۰۵۰، سنن نسائی ۶۵/۶)

تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ بچے جنا کرے اور تم سے زیادہ محبت کیا کرے، میں تمہارے ذریعہ قیامت کے روز تمام امتوں پر کثرت پر فخر کروں گا۔

چنانچہ یہ بات محقق ہے کہ اگر والدین آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوئے ایک دوسرے کے مزاج کی رعایت کے ساتھ زندگی گذاریں گے تو ان کی گود میں جو بچہ پروان چڑھے گا اگر والدین آپسی پورے تعاون کے ساتھ اس نوخیز کی بہترین تربیت کریں گے تو یہی بچہ آگے چل کر معاشرہ کا ایک بہترین فرد ہوگا، جب کہ زنا کاری کی وجہ سے پیدا ہونے والی اولاد کا معاملہ بالکل مختلف ہوگا، اس لئے کہ زنا کار مرد تو اس بچہ کو دیکھے گا بھی نہیں، اور زنا کار عورت کو بھی اس بچہ کے ساتھ اس طرح کا لگاؤ نہیں ہوگا، جس طرح نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچہ سے ہوتا ہے، چنانچہ مغربی معاشرہ میں یہ بات بالکل عام ہے کہ زنا سے حمل پانے والے بچہ کو اس کی پیدائش سے پہلے ہی موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے یا پھر اس کی تربیت کا کوئی نظم نہیں ہوتا، چونکہ یہ بچے اپنے والد کو بھی نہیں پہچانتے جو ان کی خبر لے اور نہ ہی اپنی ماں سے واقف ہوتے ہیں جو ان کو ممتا کا پیار دے، اور یہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو ان کو اپنی ماں اور اپنے معاشرہ اور پورے لوگوں سے وحشت و نفرت سی ہوتی ہے۔

مغربی معاشرہ میں زنا کاری کے عام ہونے اور فواحش کے کثرت سے پھیلنے والی خرابیوں کا اندازہ ان سطور سے لگایا جا سکتا ہے:

''امریکہ میں ہر سال اوسطاً دس لاکھ حرامی بچے اسقاط کے ذریعہ ضائع کردئے جاتے ہیں، ۵۰ فیصدی کنواری اور ۲۶ فیصد تک بیاہی عورتیں زنا میں ملوث رہتی ہیں، ۴۷ فیصد مرد اور ۵۰ فیصد عورتیں بلاتکلف ناجائز تعلق قائم کیے ہوئے ہیں، اور کم از کم پانچ میں ایک بچہ حرامی ہوتا ہے۔

۱۹۶۰ء میں امریکہ میں ناجائز ولادتوں کی تعداد ۲ لاکھ ۲۴ ہزار تھی، اور اب نہ معلوم ان اعداد وشمار نے کہاں تک ترقی کی ہو؟ انسانوں کا وہ بے نسب ریوڑ ان کے علاوہ ہے جو مانع حمل دواؤں کی قوت سے دنیا میں آ ہی نہیں سکا، پھر کتنے آنے والوں کو اس دنیا میں آنے ہی سے روک دیا جاتا ہوگا، اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ''امریکہ میں ضبط تولید کا سامان ۲۵/ بڑے کارخانے رات دن بنا رہے ہیں، امتناع حمل کی گولیاں ۱۵/ لاکھ روز بکتی ہیں، اور ہر سال سوا ارب روپیہ کا ضبط تولید کا سامان تیار ہوتا ہے، امریکہ کے ہر مردانہ غسل خانہ میں ضبط تولید کا سامان بیچنے والی مشین لگی رہتی ہے، جیسے مشین میں پیسہ ڈال کر وزن کا کارڈ نکل آتا ہے ویسے ہی یہ بھی''۔

برطانیہ میں ایک تخمینہ کے مطابق اسقاط حمل کے ذریعہ ضائع کردینے والے بچوں کے علاوہ اوسطاً ۸۰/ ہزار سے زیادہ ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں اور ہر آٹھ میں سے ایک ناجائز بچہ ہوتا ہے، یہ صورت حال تو ۱۹۵۱ء کی ہے، ۱۹۵۹ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ہر تین عورت میں سے ایک شادی کے قبل ہی زن وشوہر کے تعلقات قائم کرچکی ہوتی ہے، ۱۹۵۷ء ہی میں برطانیہ میں ناجائز ولادتوں کی تعداد ۳۴ ہزار سے آگے نکل گئی تھی ۱۹۳۸ء میں جن لڑکیوں کی عمر ۲۰ سال تھی ان میں اوسطاً ۳۰/ فیصد اور جن کی عمر ۲۱/ سال تھی ان میں اوسطاً ۲۰/ فیصد اور جن کی عمر ۲۰/ سال سے کم تھی ان میں اوسطاً ۴۰/ فیصد

لڑکیاں شادی سے پہلے ہی حاملہ ہو چکی تھیں اور یہ اس بڑی تعداد کے علاوہ ہے جو مانع حمل ادویہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اس بوجھ سے سبکدوش کر چکی تھیں۔

فرانس میں ایک تحقیق کے مطابق ۹۰ فیصد شادی ایسی ہوتی ہیں جن میں فریقین کے مابین قبل از نکاح تعلقات پیدا ہو چکے ہوتے ہیں ۱۹۰۵ء میں فرانس کے میڈیکل بورڈ نے پورے فرانس کے بارے میں اعلان کیا تھا کہ اس کی گود میں ایک بھی باعصمت عورت نہیں ہے ، اور اہل فرانس کو اس پر فخر ہے ،فرانس کی معاشرتی حالت خود ایک فرانسیسی جج ''مارسل سیکوٹ'' کے الفاظ میں یہ ہے کہ پیرس میں آٹھ ہزار عصمت فروش عورتیں اپنے ہوٹلوں یا مکانوں سے نکل کر شام ہوتے ہی اپنا کاروبار شروع کر دیتی ہیں ، اور دوپہر سے ہی دو ہزار عورتیں سڑکوں پر امنڈ آتی ہیں ، ہر رات ان دس ہزار عورتوں کو تقریباً پچاس ہزار گاہک ملتے ہیں۔

(جدید فقہی مسائل ۵/۱۱۰،بحوالہ فریب تمدن ، اسلام اور ضبط تولید،عورت اسلامی معاشرہ میں)

خود ہمارے ملک ہندوستان میں ایمرجنسی کے دوران تحریک ضبط ولادت کے زور پکڑنے کا جو ردعمل سامنے آیا، کہ صرف مہاراشٹر میں جن عورتوں نے اسقاط حمل کرائے ہیں ان میں تین ہزار سے زیادہ کنواری ، دو سو سے زیادہ بیوائیں اور تین سو سے زیادہ ایسی عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں سے علیحدہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔

(جدید فقہی مسائل ۵/۱۱۰،بحوالہ انڈین اکسپریس ۲۸/ ستمبر ۱۹۷۶ء)

۳۔ سکون قلب اور محبت ومؤدت کا حصول

نکاح کا ایک فائدہ یہ ہے کہ نکاح سے انسان کو ایک قلبی سکون اور دلی اطمینان نصیب ہوتا ہے، چنانچہ نکاح کرنا اطمینانِ قلب اور سکونِ نفس کا باعث ہے، اس بات کی

شہادت قرآن کریم نے ان الفاظ میں دی ہے ﴿ ومن آیاتہ ان خلق لکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیها وجعل بینکم مودّة ورحمة إن فی ذلك لآیات لقوم یتفکرون / سورة بقرة ۸۷ ﴾

اور اللہ کی نشانیوں میں یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو اور تم دونوں کے درمیان رحمت ومحبت پیدا کردی، بیشک اس میں اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں جو سوچ رکھتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور جگہ قرآن پاک میں مرد وعورت (میاں بیوی) دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہوئے فرمایا ﴿ هن لباس لکم وانتم لباس لهن / سورة روم ۱۱۷ ﴾ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

قرآن کی یہ تشبیہ نہایت بلیغ ہے، لباس جسم انسانی سے متصل ہوتا ہے، پردہ پوشی بھی کرتا ہے اور راحت وآرام بھی دیتا ہے، نیز لباس کے پہننے سے جس طرح جسمِ انسانی کے عیوب پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور انسان بہت سی اذیتوں سے محفوظ ہوجاتا ہے، بالکل اسی طرح زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کی عزت وشرافت کی حفاظت کا ذریعہ بنتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی راحت اور اُنس کا سامان بنتے ہیں۔

۴۔ اخلاق وپاکیزگی کی حفاظت

نکاح کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ نکاح کی وجہ سے انسانی اعلیٰ اخلاق کی حفاظت ہوتی ہے اور نکاح کے ذریعہ انسان کو بداخلاقی سے روکنا مقصود ہوتا ہے۔

اگر انسان کو اپنی خواہش نفس کی تکمیل کے لئے نکاح کی اجازت نہ دی جاتی اور اگر انسان کو اس سے روکا جاتا تو انسان اپنی فطری خواہش پورا کرنے پر مجبور تھا، اور اس

کے لئے وہ جانوروں کی طرح اگر اپنی خواہش ہر کسی سے پوری کرنے لگ جاتا تو بد خلقی اور زنا کاری کا غلط عمل نہ صرف رواج پاتا بلکہ اس کے نتیجہ میں کئی ایک برائی جنم لیتی، عزتیں پامال ہوتیں اور چین وسکون برباد ہو جاتا، نت نئی بیماریاں جنم لیتیں، جس طرح کہ مغربی معاشرہ نے مرد وعورتوں کو آزادانہ ملاپ کی اجازت دے کر اپنے لئے وبائیں مول لی ہیں اور پورا کا پورا مغرب اور وہ ممالک جنھوں نے مغربی تہذیب کو اپنایا ہے اس وقت وہاں کی حکومتیں اور عوام سخت کشمکش میں مبتلا ہیں، اس کا اندازہ سطور ذیل سے بخوبی ہوسکتا ہے ،مولانا نذر الحفیظ ندوی اپنی کتاب مغرب میڈیا میں رقم طراز ہیں کہ

''اقوام متحدہ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ سائنسی لٹریچر کے ایک بنیادی سروے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شادی شدہ عورتوں کی بہ نسبت بے نکاحی عورتوں سے جنسی تعلقات جسمانی اور جنسی اعتبار سے زیادہ نقصان دہ ہے، ایسی مجامعت کے نتائج بچوں کے لئے اور بھی بھیانک ہیں، جب کہ یورپ وامریکہ میں ۲۰/ اور ۲۵/ سال عمر کے لوگ بغیر شادی کے مجامعت کرتے ہیں اور اس زندگی کو پسند کرتے ہیں، شمالی یورپ میں ایسے لوگوں کا تناسب ۴۰/ تا ۹۰/ فیصدی ہے، یعنی ایک ہزار میں صرف ۳۶ لوگ شادی کرتے ہیں، ۱۹۹۶ء کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷۵/ فیصدی غیر شادی شدہ لڑکیاں اسقاط کراتی ہیں، جب کہ دو لاکھ قانونی اسقاط کرانے والیوں پر پچپن ملین ڈالر خرچ کرتی ہے، ۷۵/ فیصد شادی شدہ عورتیں اسقاط حمل کراتی ہیں، دو تہائی سفید فام عورتیں اسقاط کراتی ہیں، ان میں دو تہائی کی عمر ۱۵/ اور ۲۴/ کے درمیان ہوتی ہیں۔

(مغربی میڈیا ۳۵)

امریکی اور مغربی معاشرہ کے شیرازہ کے بکھرنے اور جنسی انارکی اور اخلاقی فساد کی

روز افزوں ترقی کے نتیجہ میں وہاں کے مفکرین اور دانشوروں کی فکر و تشویش اور ندامت اور جھنجھلاہٹ اور اس دلدل سے نکلنے کی حیرانی و پریشانی کا اندازہ ان سطور سے لگایا جاسکتا ہے۔

امریکی حکومت کی سابق مشیر برائے قومی سلامتی مسٹر برزنکسی اپنی کتاب Out Of Central میں لکھتے ہیں کہ "وہ سماج جس میں ہر چیز کی اجازت ہوتی ہے اور ہر چیز کو حاصل کیا جاسکتا ہے، وہ ایسا معاشرہ ہے جس کا اخلاقی معیار سب سے زیادہ پست ہوتا ہے، ایسے معاشرہ میں انسان اپنی تمام تر خواہشات کی تکمیل پر اپنی جدوجہد کو مرکوز کردیتا ہے اور وہ ہر قیمت پر اس کو پوری کرتا ہے"۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

امریکی معاشرہ کے بکھرتے ہوئے شیرازے اور پوری ریاستہائے متحدہ امریکہ پر چھائی ہوئی افراتفری کی فضا کی عکاسی کرتے ہوئے مشہور امریکی جریدہ U.S. NEWS کے چیف ایڈیٹر مارٹیمر بی دوکرمین (MARTIMER B 2 UCKERMAN) ۸/ اگست ۱۹۹۴ء کے شمارے میں لکھتے ہیں:

"امریکہ کی سماجی زندگی کا تانا بانا تیزی سے بکھر کر یک قومی سدراہ بنتا جارہا ہے، اور یہ کہ ۴/ میں سے ۳/ امریکی یہ سوچتے ہیں کہ ان کا اخلاقی اور روحانی پیمانہ بہت نیچے گر چکا ہے، اور تین میں سے دو کا یہ خیال ہے کہ یہ ملک راہِ راست سے بری طرح بھٹک گیا ہے،.....افراتفری ملک کی فضا پر چھائی ہوئی ہے، منشیات کی عادت عائلی زندگی کو پارہ پارہ کردیا ہے، تعلیمی معیار نیچے گرتا جارہا ہے، پبلک مقامات نشہ خور اور ٹھگوں کا اڈہ بن گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے سماجی حقوق اور انفرادی آزادی کے فرق کو کھو دیا

ہے، ہر جگہ مقابلہ کا مزاج نظر آتا ہے، کالے گوروں سے برسرِ پیکار ہیں، خواتین خاندانی امارت کے خلاف جنگ کر رہی ہیں، صنف نازک نسوانیت کی دھجیاں اڑا رہی ہیں، بچے والدین سے بیزار ہیں، مائیں ازدواجی زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہیں، باپ بچوں کی ذمہ داریوں سے آزاد ہونا چاہتا ہے، .....نئی نسل سکون اور خاندانی واخلاقی روایات سے محروم ہو چکی ہے، فوری نفع اس کا متاعِ حیات بن گیا ہے، ذاتی محرکات، خصوصیات کا ابھار بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے، ذرائع ابلاغ، ٹی وی اور فحش گانے ان کے جذبات کو برانگیختہ کر رہے ہیں، جن سے امریکی اخلاقیات نے ہمیشہ نفرت کی ہے، مثلاً تشدد، حرام کاری، نشہ پسندی اور شراب نوشی، اس کے برخلاف اخلاق حسنہ، دین وایمان، عائلی زندگی اور حکومتِ وقت کا احترام ختم ہو چکا ہے، سرمایہ داری اور تاجرانہ ذہنیت نے عائلی زندگی، پڑوسیوں کے میل جول، آپسی ربط وضبط اور اتحادِ عمل کو ختم کر دیا ہے، قوم ان حالات سے بیزار ہو چکی ہے.....قوم سماجی اور اخلاقی پستیوں سے نکلنے کا مطالبہ کر رہی ہے، لوگ اخلاقی برتری حاصل کرنے کے لئے بےتاب ہیں''۔

(مغربی میڈیا اور اس کے اثرات ۳۳۲-۳۳۵)

اسی فساد، بدخلقی، انارکی اور بدتہذیبی سے روکنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے امت کو واضح ہدایت دیتے ہوئے فرمایا ''إذا جاء کم من ترضون دینه وخلقه فانکحوه الا تفعلوا تکن فتنة فی الأرض وفساد. ....الحدیث'' (سنن ترمذی ۱۰۸۴، ۱۰۸۵) یعنی جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص جس کی دینداری اور اخلاق پر تمہیں اطمینان ہو نکاح کا پیغام لے آئے تو اس کا نکاح کرادو اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔

۵۔ خاندانی نظام کی استواری

ایک اور حکمت و مصلحت نکاح کی یہ ہے کہ نکاح سے رشتہ داری بڑھتی ہے اور تعاون کی راہیں استوار اور مضبوط ہوتی ہیں، چنانچہ نکاح سے دو نئے خاندان آپس میں ملتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں اور نئے تعلقات استوار ہوتے ہیں جس سے آپس میں محبت لٹائی جاتی ہے، زوجین میں ہر ایک دوسرے کے آرام و راحت کا خیال رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضروریات پوری کرنے نیز دکھ، درد، خوشی میں ایک دوسرے کے معین و مددگار بن جاتے ہیں، دونوں طرف کے خاندان اس معاملہ میں دونوں کا تعاون کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں معاشرہ کے اندر خوبیاں اور اچھائیاں رواج پاتی ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی دینی اور معاشرتی مصالح اور فوائد کی پیش نظر نکاح کو شروع کیا گیا ہے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ نکاح کے متعلق اسلام کی حکمتوں کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”نکاح اسلام کی نظر میں کوئی ضمنی اور ثانوی حیثیت کی چیز نہیں، ایک اہم اور زبردست اخلاقی، اجتماعی، روحانی ارادہ ہے، اس کے منافع و مصالح فرد کے لئے اور خاندان کے لئے معاشرہ کے لئے بے شمار ہیں، اور اسی رعایت سے نکاح یا شادی کے لئے اردو میں بھی دوسرا لفظ ”خانہ آبادی“ کا ہے، اجڑے ہوئے سنسان اور ویران گھرانے اسی کے ذریعہ سے آباد ہوتے ہیں، مرد وزن کے باہمی تعلق کو اسلام نے صرف اسی صورت میں جائز رکھا ہے کہ زوجین کا اس سے اصل مقصود ایک خاندان کی

بنیاد رکھنا اور ایک مستقل معاشرہ قائم کرنا ہو، اپنے کو مہذب و متمدن کہلانے والی لیکن حقیقۃً جاہلی قوموں میں اس صورتِ مناکحت کے علاوہ دو اور صورتیں مرد و زن کے تعلق کی پہلے بھی جاری رہی ہیں، اور اب بھی جاری ہیں ...... ایک شکل تو کھلم کھلا بدکاری کی ہے، عورت زنا کے لئے آزاد ہے، اس کو باقاعدہ اپنا پیشہ بنالے، نہ سوسائٹی اسے اس سے روک سکتی ہے نہ حکومت، جو مرد جب چاہے اس کے یہاں جاکر ایک خاص کرایہ دے کر اپنے جسم کا پانی بہا آئے اور منھ کالا کر کے چلا آئے، دوسری صورت چوری چھپے آشنائی کی ہے، یعنی عصمت کے معنیٰ ہی مٹ جائیں اور شریف اور بیسوائیں کوئی فرق نہ رہ جائے .....‘‘۔

اسلام نے ان دونوں مہذب جرموں کو ایک لعنت قرار دیا اور مرد و عورت کے جنسی شہوانی تعلق کی جائز صورت صرف نکاح بتائی، نکاح چوری چھپے نہیں اعلان کے ساتھ ہوتا ہے، اس میں خدا کا نام درمیان میں لاکر، خالق کائنات کا واسطہ ڈال کر مرد عورت کی آسائش کا ذمہ لیتا ہے، اور عورت مرد کی خدمت کی ذمہ داریوں کو قبول کرلیتی ہے، دو اجنبی خاندان ملتے ہیں، سسرالیں قائم ہوتی ہیں، سسرالی عزیزوں کا ایک طویل سلسلہ وجود میں آتا ہے، میاں بیوی پر ایک دوسرے کے حقوق قائم ہوتے ہیں، فرائض عائد ہوتے ہیں، دونوں اپنے کو مستقبل کے نباہ کے لئے، مال واقبال کے ہر اتار چڑھاؤ، صحت وعافیت کے ہر امکان کے لئے تیار کرتے ہیں اور یہ معاہدہ گواہوں کی موجودگی میں بزرگوں اور خوردوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ (تفسیر ماجدی ۱/ ۸۵۸)

حکمِ نکاح

سابقہ صفحات میں نکاح کی اہمیت اور اسلام میں اس کی مشروعیت کی حکمتوں اور اس کے فوائد پر گفتگو گذر چکی ہے، مگر اشخاص اور ان کی جنسی خواہش، عورتوں کی طرف ان کے میلان وعدم میلان نیز لوگوں کی مالی خوشحالی اور تنگ دستی کے لحاظ سے ہر ایک کے لئے نکاح کا حکم مختلف ہے۔

۱۔ وہ اشخاص جو نکاح کے حاجت مند ہوں یعنی اپنے اندر نکاح کا میلان پاتے ہوں اور مہر اور بیوی کے اخراجات کو پورا کرنے پر قادر ہوں، ساتھ ہی ساتھ نکاح نہ کرنے کی صورت میں ایسے اشخاص کا فحش کاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے اشخاص کو نکاح کرنا مستحب ہے، تاکہ اس کے ذریعہ نسلِ انسانی کی بقاء اور نسب کی حفاظت ہو سکے۔

چنانچہ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم کچھ نوجوان لوگ تھے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا مگر ہم لوگوں کے پاس مال وغیرہ نہیں تھا، ایک مرتبہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فإن الصوم لہ وجآء'' (بخاری ۵۰۶۶، ومسلم ۱۴۰۰)

اے جوانو! تم میں سے جو شخص عورت کے ساتھ رات گذارنے کی اپنے اندر طاقت پاتا ہو تو اسے نکاح کرلینا چاہئے، اس لئے کہ نکاح کرنا نگاہوں کو زیادہ نیچی کرنے والا اور شرمگاہوں کی زیادہ حفاظت کا سبب بنتا ہے، اور جو شخص اس بات کی استطاعت نہ رکھے تو اس کو روزہ رکھنا چاہئے اس لئے کہ روزہ شہوت کو توڑنے کا ذریعہ

ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام کے اس گروہ کو جنھوں نے عبادت کے لئے اپنے کوفارغ کرنے کی ٹھان لی تھی اور نکاح سے علیحدگی اختیار کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، ان کو رسول اللہ ﷺ نے نکاح کی طرف صرف راغب ہی نہیں کیا بلکہ اس طرح سے نکاح سے بے رغبتی اختیار کرنے والوں کے متعلق فرمایا " **النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی** " نکاح میری سنت ہے پس جو بھی میری سنت سے اعراض کرلے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (ابن ماجہ ۱۸۴۶)

۲۔ دوسرے نمبر پر وہ اشخاص ہیں جو اپنے اندر نکاح کا میلان تو پاتے ہوں اور عورت کے ساتھ رات گذارنے کی قوت بھی رکھتے ہوں مگر مالی اخراجات برداشت نہ کرسکتے ہوں تو ایسے لوگوں کے لئے نکاح نہ کرنا مستحب ہے اور ایسے لوگ روزہ کے ذریعہ اپنی شہوت پر کنٹرول کریں گے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے ﴿ **ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ / النور: ۳۳** ﴾

جو نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں (مالی اعتبار سے) تو ان کو اللہ کے فضل سے کشادگی کے میسر ہونے تک عفت وپاکدامنی اختیار کئے رہنا چاہئے۔

۳۔ تیسری قسم ان اشخاص کی ہے جو اپنے اندر نہ نکاح کی رغبت رکھتے ہوں اور نہ ہی اس کی طرف میلان، ساتھ ہی ساتھ وہ کسی بیماری کے شکار ہوں یا اور کوئی علت ہو جیسے نطرۃً جنسی خواہش ہی نہ ہو تو ایسے اشخاص کو نکاح نہ کرنا مستحب ہے، بلکہ ان کو نکاح کرنا مکروہ ہے، اور ایسے لوگوں کو عبادت اور طلب علم میں مشغول رہنا بہتر ومناسب ہے۔

اسلام اور خاندانی نظام

اسلام میں خاندانی نظام کی اہمیت کچھ اس طرح ہے کہ ایک فرد ایک خاندان کا جزء ہے، افراد سے خاندان وجود میں آتے ہیں اور خاندان سے معاشرہ وجود میں آتا ہے، گویا بغیر خاندان کے معاشرہ کے وجود کا تصور ہی نہیں جس طرح بغیر فرد کے خاندان نہیں بن سکتا بالکل اسی طرح بغیر خاندان کے معاشرہ مکمل نہیں ہوسکتا، چنانچہ خاندانی نظام کو مستحکم اور مضبوط رکھنے اور اس کو صحیح اصولوں پر استوار رکھنے کے لئے اسلام نے چند مخصوص احکام وضع کیے، جس میں سب سے پہلے نسلِ انسانی کی بقاء کی خاطر نکاح کے عمل کو جاری کیا گیا، اس لئے کہ بغیر نکاح کے خاندان کا وجود میں آنا محال ہے، اور ایک مرد وعورت کے وہ تمام تعلقات جو رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے بغیر ہوں وہ بدکاری اور زنا کی فہرست میں داخل ہیں، چنانچہ قرآن میں ہے ﴿ **ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشة وساء سبيلا / اسراء ۳۲** ﴾ اور تم زنا کے قریب بھی مت جاؤ بیشک وہ فحش کام ہے اور بڑا ہی برا راستہ ہے، البتہ ملک یمین (باندی) سے تعلق اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

زوجین "میاں بیوی" کے حقوق

اسلام نے خاندانی نظام کو مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر باقی رکھنے کے لئے میاں بیوی میں سے ہر ایک پر کچھ حقوق اور واجبات عائد کیے ہیں جو اختصار کے ساتھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

شوہر پر بیوی کے حقوق

مرد پر بیوی کے تعلق سے یہ حقوق واجب کیے گئے۔

۱۔ مہر کی ادائیگی۔

۲۔ نفقہ دینا۔

۳۔ حسن معاشرت اختیار کرنا۔

۱۔ **مہر:۔** کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو شریعت نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو مہر ادا کرے، چنانچہ قرآن میں ہے ﴿ **وآتوا النساء صدقاتهن نحلة، فإن طبن لكم عن شيء منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا ، نساء / ٤** ﴾ عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو، البتہ اگر وہ اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ تمہیں معاف کردیں تو اسے تم مزے سے کھا سکتے ہو۔

ایک اور آیت میں ہے ﴿ **وآتوهن أجورهن بالمعروف / نساء ۲۵** ﴾ اور دستور کے مطابق ان کو ان کا مہر ادا کرو۔

مہر اس رقم یا اس مال کو کہتے ہیں جو شوہر کی طرف سے بیوی کو حق زوجیت کے معاوضہ کے طور دیا جاتا ہے یہ کوئی متعین رقم نہیں ہے، بلکہ مرد کی استطاعت کے مطابق نکاح کے وقت جو چیز طئے ہوجائے ادا کرنی پڑتی ہے، یہ مرد پر ہر صورت میں واجب ہے معاف نہیں ہوسکتی، حتی کہ اگر بیوی نے اپنی خوش دلی سے معاف نہیں کردیا تو وہ شوہر پر بیوی کے قرض کی صورت اختیار کرجاتی ہے یہاں تک کہ اگر شوہر مہر کی ادائیگی کے بغیر انتقال کرجائے اور بیوی نے اسے معاف نہ کیا ہو تو مرنے والے شوہر کی وراثت

سے اس رقم کو نکال کر بیوی کو اس کا مہر ادا کر دیا جائے گا، پھر مرنے والے کی وراثت کی تقسیم عمل میں آئے گی۔(۱)

مرد کی طرف سے عورت کے لئے مہر کی ادائیگی سے عورت کی معاشی حیثیت مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے، جیسے کہ قرآن کریم میں ہے ﴿ **وآتیتم احدٰھن قنطارا فلاتأخذوا منه شیئا / نساء ۲۰** ﴾

اگر تم نے عورتوں کو بہت ڈھیر سا مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی تم واپس نہ لو۔

اسی طرح قرآن کریم اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ مرد عورت سے تمتع اٹھانے سے پہلے اس کا حق مہر ادا کر دے، چنانچہ وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا جائز ہے ان کے بارے میں فرمایا گیا ﴿ **واحل لکم ما وراء ذلکم أن تبتغوا بأموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم به منھن فاتوھن أجورھن فریضة ، ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة إن الله کان علیما حکیما / نساء ۲۴** ﴾

ان (محرمات) کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے، بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو، پھر ازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ، اس کے بدلہ ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو، البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد اگر آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ

---

(۱) احناف کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔(ہدایہ ۲/۲۰۴)

یہ موجودہ حساب سے چاندی کے تقریباً تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام بنتے ہیں۔(مجموعہ قوانین اسلامی ۱۰۷)

علیم و دانا ہے۔

سورۂ مائدہ میں مہر کی ادائیگی کے وجوب کو کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿ والمحصنٰت من المؤمنات والمحصنٰت من الذین أوتوا الکتٰب من قبلکم إذا آتیتموھن أجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان ومن یکفر بالإیمان فقد حبط عمله وھو فی الآخرة من الخاسرین / مائدہ ۵ ﴾

اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو، یا چوری چھپے آشنائیاں کرو اور جس کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا اس کا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہوگا۔

اسی لئے مہر کو اپنی طاقت سے زیادہ متعین کرنا کوئی خیر کا کام نہیں ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ''سنو عورتوں کے مہر میں غلو نہ کرو اس لئے کہ اگر یہ دنیا میں شرافت کا کام ہوتا اور اللہ کی نظر میں تقویٰ کا عمل ہوتا تو اس کام کی انجام دہی کے سب سے زیادہ مستحق تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے، رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی عورت کا یا اپنی کسی بھی بیٹی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر نہیں کیا۔

ایک اوقیہ کی مقدار جس طرح امام ترمذی نے بیان فرمائی چالیس درہم ہوتی ہے اور بارہ اوقیہ کی مقدار چار سو اسی درہم بنتے ہیں۔ (ترمذی حدیث ۱۱۱۴)

اس لحاظ سے موجودہ حساب سے (۱۴۲۸) گرام چاندی کی مقدار ۱۲/ اوقیہ ہوتی ہے۔

لہٰذا جن شادی شدہ جوڑوں کے مہر کی مقدار استطاعت سے زیادہ متعین کی جائے ان میں اصلاح کی صورت یہی بن سکتی ہے کہ خوش اسلوبی اور نیک نیتی سے اپنی بیویوں کو مہر کی تعداد کم کرنے پر رضامند کیا جائے ، اور اگر عورت شوہر کی طاقت کو دیکھتے ہوئے اس کو کم کردے تو پھر مرد کو اپنی عورت کا احسان مند ہونا چاہیے ، اس لئے کہ مہر بحر حال ایک قرض ہے اور قرض کو آخرت مین کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ **نفقہ دینا** یعنی مرد کے ذمہ اپنی استطاعت کے مطابق عورت کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کے انتظامات فرض ہیں۔

قرآن میں ہے ﴿ **علی الموسع قدرہ وعلی المقترقدرہ / بقرۃ : ۲۳۶** ﴾

خوشحال آدمی اپنی استطاعت کے مطابق اورغریب آدمی اپنی استطاعت کے مطابق معروف طریقہ سے نفقہ دے گا۔

حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں "**ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف**" **(مسلم : ۱۲۱۸)**

اورعورتوں کے لئے ان کے کھانے اورلباس کا بھلائی سے انتظام کرنا تم پرضروری ہے۔

لہٰذا عورت خواہ اپنے ذاتی اعتبار سے کس قدر مالدار اور خوشحال ہی کیوں نہ ہو اس کے کھانے پینے لباس اور رہائش کی ذمہ داری اس کے شوہر ہی پر واجب ہوتی ہے، ہاں اس میں مرد کی اپنی استطاعت اور طاقت کا ضرور خیال رکھا جائے گا۔

اگر مرد بیوی کے ضروری اخراجات پر طاقت نہ رکھے تو عورت کو اختیار ہے کہ وہ قاضی سے نکاح فسخ کرنے کا مطالبہ کرے۔ **(الفقہ المنھجی ۲/۱۷۸)**

اگر عورت نے اس بنیاد پر فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہو اور شوہر نفقہ دینے پر قدرت و طاقت رکھنے کے باوجود نفقہ نہ دے تو یہ ظلم ہوگا، اور قاضی کا فرض ہوگا کہ وہ شوہر سے زبردستی نفقہ حاصل کر کے اسے دلوادے ورنہ پھر عورت کے مطالبۂ فسخ نکاح پر قاضی نکاح فسخ کرتے ہوئے زوجین میں علیحدگی کرادے۔(۱)

۳۔ حسنِ معاشرت اختیار کرنا: یعنی عورت کے ساتھ بھلے اور اچھے طریقہ سے زندگی گذارنا، قرآن مجید میں ہیں ﴿ **وعاشروهن بالمعروف فإن كرهتموهن فعسىٰ أن تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا / نساء ۱۹** ﴾

اور عورتوں کے ساتھ بھلے طریقہ کے ساتھ معاشرت اختیار کرو، اگر تم ان کو ناپسند کرو گے ممکن ہے کہ ان کی کوئی بات تمہیں بری لگے مگر اس میں اللہ نے تمہارے لئے بڑا خیر رکھا ہو۔

عورت کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی گذارنے اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنے نیز عورت کی کمزوری اور فطری اور خلقی (پیدائشی) لحاظ سے ان کے اونچ نیچ کو دیکھتے ہوئے ان کا پورا لحاظ رکھنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اس سلسلہ میں احادیث مبارکہ میں بڑی تفصیل ملتی ہے، یہاں چند احادیث کے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں" **واستوصوا بالنساء خيرا، فإنهن خلقن من ضلع وإن اعوج شئ في الضلع اعلاه ، فإن ذهبت تقيمه كسرته وإن تركته لم يزل اعوج ، فاستوصوا بالنساء خيرا. (بخاری ۵۱۸۶)**

---

(۱) فسخ نکاح کی تفصیل آگے ابواب میں آئے گی۔

عورتوں کے سلسلہ میں میری خیر کی نصیحت سن لو اس لئے کہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا اوپری حصہ ہوتا ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر چھوڑ دوگے تو اور ٹیڑھی ہو جائے گی، لہٰذا عورتوں کے سلسلہ میں اچھا سلوک کرنے کی میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا "حبب إلی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرة عینی فی الصلاة " دنیا کی چیزوں میں عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ (نسائی ۳۳۹۲)

اسی طرح ایک حدیث میں فرمایا گیا "خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلی "تم میں بہتر شخص وہ شخص ہے جو اپنی گھر والی کے لئے بہتر ہو اور میں اپنی گھر والی کے لئے تم میں بہتر ہوں۔ (مجمع الزوائد ۸۱٦۷)

عورت کے ساتھ حسن معاشرت کے متعلق قرآن نے مردوں سے فرمایا

﴿ نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لأنفسکم واتقوا الله واعلموا أنکم ملقوه وبشر المؤمنین / بقرة ۲۲۳ ﴾

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ مگر اپنے مستقبل کی فکر کرو، اور اللہ کی ناراضگی سے بچو، خوب جان لو کہ تمہیں ایک دن اس سے ملنا ہے اور مؤمنوں کو فلاح وکامیابی کا مژدہ سناؤ۔

گویا اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کی سیرگاہ نہیں بنایا بلکہ ان دونوں کے درمیان کسان اور کھیت کا تعلق ہے، جس طرح سے کسان اپنی کھیتی میں محض تفریح کے لئے نہیں

جاتا اسی طرح نسل انسانی کے کسان کو بھی اپنی اس کھیتی میں محض تفریح کے لئے نہیں جانا ہے بلکہ اپنے کھیت میں پیداوار کے حصول کے لئے جانا چاہئے۔

درحقیقت مرد کی زندگی کے بہت سے گوشے عورت کے بغیر تشنہ ہیں، ان تشنہ گوشوں کی آسودگی کا سامان عورت ہی فراہم کرسکتی ہے، اسی طرح عورت کی زندگی کے بھی متعدد گوشے بغیر مرد کے تشنہ ہیں، چنانچہ قرآن پاک اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے﴿ هن لباس لكم وأنتم لباس لهن / بقرة ۱۸۷ ﴾

وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

گویا مرد کا بیوی سے تعلق محبت وچاہت کے لئے ہو، ان کا آپس کا رشتہ غصہ اور نفرت کا نہیں ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا'' لا يفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقا رضى منها آخر'' (مسلم ۲٦٤٥)

کوئی مرد اپنی بیوی سے عداوت نہ رکھے اگر اس کی ایک بات بری ہوگی تو دوسری بات سے تم خوش بھی ہوجاؤ گے۔

ایک حدیث میں ہے'' أكمل المؤمنين إيما نا أحسنهم خلقا وخيار كم خيار كم لنسائهم'' (ترمذی ۱۱۷۲)

تم میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو، اور تم میں سب سے زیادہ اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے اچھا ہو۔

گویا جس کا برتاؤ اس کی بیوی کے لئے اچھا نہیں وہ مرد بھی اچھا نہیں، اور جس مرد کا برتاؤ اپنی بیوی کے لئے جس قدر اچھا ہوگا وہ مرد اللہ کے نزدیک بھی اسی قدر اچھا ہوگا

لہذا مردوں کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ با اخلاق، نرم اور ہنس مکھ ہوں، خود رسول کریم ﷺ کے متعلق آتا ہے "کان رسول اللہ ﷺ إذا خلی بنسائه الین الناس واکرم الناس...... الحدیث (نسائی) جب رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ کا ان کے ساتھ یہ برتاؤ ہوتا کہ آپ سب سے زیادہ نرم، سب سے زیادہ کریم، زیادہ ہنسنے والے، خوب تبسم سے پیش آنے والے، حتی کہ گھر کے بہت سے کام جو عورتوں کے ہوتے ان کاموں کو آپ خود اپنے دستِ مبارک سے انجام دے دیا کرتے تھے، کبھی پانی بھر دیتے، لکڑیاں پہنچا دیتے گھر کے کام بلا تکلف خود کر لیا کرتے تھے۔

عورتوں کے ساتھ بھلے سلوک کا حکم دینے کا انداز ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے "یا انجشة رفقا بالقواریر" آپؐ نے ایک صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے انجشہ ان آبگینوں (اس صنف نازک) کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو۔

ایک صحابی نے جب یہ سوال کیا ماحق زوجة أحدنا علیه؟ " قال أن تطعمها إذا طعمت، وتکسوها إذا اکتسبت، ولا تضرب الوجه، ولا تقبح، ولا تهجر إلا فی البیت" (أبوداؤد ۱۲۴۲)

بیوی کا اس کے شوہر پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا جب تو خود کھائے اس کو بھی کھلا جب تو کپڑا پہنے تو اس کو بھی پہنا، اس کے منہ پر مت مار، اس کو گالیاں نہ دے، اور اس کو اپنے گھر کے علاوہ کہیں نہ چھوڑ، یعنی ایسا نہ ہو کہ ذرا نا راضگی پر اس کو اس کے باپ کے یہاں پہنچا دے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ دل لگی کی باتیں بھی کرتے تھے، حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ کی مسابقت کرنا بھی آپؐ سے ثابت ہے۔

اسلام نے بیوی کے ساتھ صرف حسن سلوک کو اچھے اخلاق کی نشانی نہیں بتایا، بلکہ بیوی کو اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر کھلانے پر بھی اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے جس طرح کہ بعض احادیث سے یہ مضمون معلوم ہوتا ہے، چونکہ اس طرح سے کرنے سے بیوی کا دل خوش ہوگا اور وہ یہ سمجھے گی کہ میرے خاوند کو مجھ سے محبت ہے، بیوی کی دلداری کرنا یقیناً بڑے ثواب کا کام ہے۔

بیوی پر شوہر کے حقوق

۱۔ شوہر کی اطاعت کرنا۔

۲۔ شوہر کی عزت و شرافت اور مال کی حفاظت کرنا۔

۳۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا۔

۴۔ اولاد کی پرورش کرنا۔

۵۔ شوہر کے مال میں قناعت سے کام لینا۔

۶۔ زیب و زینت اختیار کیے رہنا۔

۷۔ مرد سے اخلاق سے پیش آنا۔

جس طرح مرد پر اپنی بیوی کے کچھ حقوق واجب ہوتے ہیں اسی طرح ایک بیوی ہونے کے ناطے اس پر اپنے شوہر کے کچھ حقوق واجب ہوتے ہیں۔

۱۔ شوہر کی اطاعت کرنا:۔ سب سے پہلی چیز عورت پر اپنے شوہر کے تعلق سے جو واجب ہوتی ہے وہ اپنے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے، چنانچہ گناہ اور معصیت کے کاموں کے علاوہ شوہر جس بات کا بھی حکم کرے عورت پر لازمی ہے کہ اس کی اطاعت کرے۔

قرآن مجید میں ہے ﴿الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا من أموالهم فالصالحات قانتات حفظات للغیب بما حفظ الله / نساء ٣٤﴾ مرد عورت پر قوّام ہیں، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے، اور اس (بڑائی کی) بناء پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں، پس جو نیک عورتیں ہیں وہ شوہروں کی اطاعت کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں بتوفیق الٰہی ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوں۔

مرد کو عورت کے لئے قوام کہا گیا یعنی مرد کو قیادت اور حق طاعت حاصل ہے، اس لئے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر معاملات کو درست حالت میں چلانے اور عورت کی حفاظت کرنے اور اس کی ضروریات پورا کرنے کا مکمل ذمہ دار و کفیل ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''المرأة اذا صلت خمسها ، وصامت شهرها ، وأحصنت فرجها ، وأطاعت بعلها ، فلتدخل من أی أبواب الجنة شاءت'' (کنزالعمال ٤٥١٢٦)

عورت نے اگر پانچ وقت کی نماز پڑھی، اور رمضان شریف کے روزے رکھے، اور اپنے کو بدکاری سے بچالیا اور اپنے شوہر کی اطاعت کی اور اس کا کہا مانا ایسی عورت کو اختیار ہے کہ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' أیما امراة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة'' (ترمذی ١١٦١)

جو عورت اس حال میں مرگئی کہ اس کا شوہر اس کی زندگی میں اس سے خوش رہا تو وہ جنت میں جائے گی۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خیر النساء التی تسر زوجھا اذا نظر وتطیعہ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا فی مالھا بما یکرہ"

(مجمع الزوائد ٤/٢٣٧، مستدرک حاکم ٢/١٦١)

عورتوں میں سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کو دیکھے تو وہ اس سے خوش ہو جائے، اور اسے جب شوہر کوئی حکم کرے تو اس کا کہا مانتی ہو، اور اپنے مال اور جان میں کوئی ایسا کام نہیں کرتی جس سے اس کو رنج پہنچے، گویا جو کوئی عورت ہر طرح اپنی جان و مال سے اپنے شوہر کو خوش کرنے میں لگی رہے وہ رسول کریم ﷺ کی نظر میں سب سے اچھی عورت ہے۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اذا دعا الرجل امراتہ إلی فراشہ فأبت أن تجئ لعنتھا الملائکۃ حتی تصبح" (بخاری ٥١٩٣)

جب مرد اپنی بیوی کو رات میں اپنے پاس بلائے تاکہ اس سے ہمبستری کرے اور عورت (بغیر شرعی عذر کے) انکار کر دے تو تمام رات صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے عن أبی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ "والذی نفسی بیدہ مامن رجل یدعوا امرأتہ إلی فراشھا فتأبی علیہ الاکان الذی فی السماء ساخطا علیھا حتی یرضی عنھا زوجھا" (مسلم ١٤٣٥)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی مرد اپنی بیوی کو ہمبستری کے لئے بلائے اور وہ انکار کرے تو آسمان والا اس عورت سے اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک کہ اس

کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

ایک اور حدیث میں ہے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته وإن كانت على التنور'' (ترمذی ۱۱۶۰)

جب شوہر بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو اس کو آنا چاہئے اگر چہ کہ وہ چولہے کے پاس ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح ایک حدیث میں شوہر کے حقوق کو اس طرح بتایا گیا کہ ''عن عائشةؓ إن رسول الله ﷺ كان في نفر من المهاجرين والأنصار فجاء بعير فسجدله ، فقال أصحابه يارسول الله تسجدلك البهائم والشجر فنحن أحق أن نسجد لك ، فقال : أعبدوا ربكم ، واكرموا أخاكم ولو كنت امر أحدا ، أن يسجد لإحد لامرت المرأة أن تسجد زوجها ولو امرها أن تنقل من جبل اصفر إلى جبل أسود ومن جبل أسود إلى جبل أبيض كان ينبغي لها أن تفعله . (ترمذی ۱۱۵۹)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ انصار ومہاجرین کی جماعت میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اونٹ آیا اور آپ کو سجدہ کیا اس پر آپؐ کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب جانور اور درخت بھی آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم آپ کو سجدہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں اس پر آپؐ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا اکرام کرو، اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اور اگر شوہر اس سے کہے کہ زرد پہاڑ سے پتھر اکھاڑ کر کالے پہاڑ پر لے جا، اور کالے سے سفید پر تو عورت پر ضروری ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل کرے۔

شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری صرف واجبی ہی نہیں بلکہ اس پر جس بڑے اجر کی

خبر دی گئی اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔

''أن أسماء بنت يزيد الأنصاريؓ أتت إلى النبی ﷺ وهو بين أصحابه فقالت : يارسول الله إنی وافدة النساء إليك ، أن الله بعثك بالحق للرجال والنساء فآمنا بك واتبعناك وانامعشرالنساء محصورات قواعد بيوتكم ، وحاملات أولادكم ، وأنتم معشرالرجال فُضّلتم علينا بالجُمع والجماعات ، وعيادة المرضی ، وشها دة الجنائز ، وأفضل من ذلك الجهاد فی سبيل الله تعالی ، وان الرجل إذاخرج حاجاأومرابطا أومعتمرا حفظنا لكم أموالكم ، وغزلنالكم أثوابكم ، وربينالكم أولادكم ، أفما نُشاركنكم فی هذا الخير والأجريا رسول الله ؟ فالتفت صلی الله عليه وسلم بوجهه الكريم إلى أصحابه ، ثم قال هل سمعتم مقالة امرأة احسن من هذا عن امردينها ؟ فقالوا يارسول الله ماظننا امرأةتهتدی إلى مثل هذا ، فالتفت النبی ﷺ إليها ثم قال انصرفی أيتها المرأة واعلمی من خلفك من النساء أن أطاعة الزوج اعترافا بحقه يعدل ذلك ، وقليل منكن من يفعله . (كنزالعمال ۴۵۱۵۷)

رسول اللہ ﷺ حضرات صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے کہ حضرت اسماء بنت یزیدؓ آئیں اور کہنے لگی ، میں عورتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حاضر ہوئی ہوں ، بیشک اللہ نے آپ کو مردوں اور عورتوں کی طرف حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ہم آپؐ پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کی ، مگر ہم عورتیں گھروں میں محصور ہو کر رہ گئیں ہیں ، مردوں کے گھروں کی محافظ بنی رہتی ہیں اور بچوں کو حمل میں اٹھائی رہتی ہیں ، اور تم مردوں کو ہم پر یہ فوقیت دی گئی کہ تم جمعہ اور جماعت کی نماز اور مریضوں کی عیادت اور جنازہ کے

ساتھ شرکت کرتے رہتے ہو اوران سب سے بڑھ کر یہ کہ تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہو، اور مرد جب حج یا عمرہ کے لئے یا سرحدوں کی حفاظت کے لئے نکلتے ہیں تو ہم عورتیں مردوں کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں اوران کے لئے کپڑے بنتی ہیں اوربچوں کی پرورش کرتی رہتی ہیں، کیا اس خیراور ثواب میں ہم عورتیں آپ مردوں کے ساتھ شریک ہیں؟ تو اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا، کیا تم نے اس عورت سے زیادہ اچھے انداز میں اپنے دین کے متعلق سوال کرتے ہوئے کسی کو سنا ہے؟ صحابہ نے فرمایا: یارسول اللہ ہمیں توقع نہیں کہ اس سے زیادہ صحیح انداز میں کسی عورت نے رہنمائی پائی ہو، رسول اللہ ﷺ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے، پھر فرمانے لگے جاؤ اوران عورتوں سے جن کی نمائندہ بن کرتم آئی ہو، کہو کہ اپنے شوہر کے حقوق کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا ان مذکورہ تمام سب نیک کاموں کے برابر ہے اورتم میں بہت کم عورتیں اس طرح کیا کرتی ہو۔

شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے بجائے اگراس کی نافرمانی کی جائے اوراس کو ناراض کیا جائے تو ایسی عورتوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے، حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا'' **ثلاثة لاتجاوز صلاتهم آذانهم، العبد الآبق حتى يرجع، وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط، وإمام قوم وهم له كارهون** ''

(ابن ماجه ۹۷۱)

تین لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتیں، بھاگا ہوا غلام جب تک کہ واپس نہ آئے اور ایک وہ عورت جواس حال میں رات گذارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، تیسرا قوم کی امامت کرنے والا جب کہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔

شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری میں عورت پر درج ذیل ذمہ داری عائد ہوتی ہے:

الف: شوہر کے گھر کی حفاظت کرنے والی ہوں، اس میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت نہ دیں جن کے آنے پر شوہر رضامند نہ ہوں، حدیث میں ہے، رسول ﷺ نے فرمایا ''ولکم علیھن أن لا یوطئن فرشکم أحدا تکرھونه '' (مسلم : ۱۲۱۸)

اور عورتوں کے ذمہ تم مردوں کا یہ حق ہے کہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو آنے نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمہارے گھروں میں کسی ایسے شخص کو اجازت نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور ان کو گھروں میں بیٹھنے کی اجازت نہ دیں، چاہے وہ اجنبی مرد ہو یا عورت کا کوئی محرم یا کوئی دوسری عورت ہی کیوں نہ ہو، کسی ایسے شخص کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں جن کے آنے سے شوہر کو ناراضی ہو۔ (شرح مسلم ۱۸۴/۸)

اسی طرح مردوں کو بھی حکم کیا گیا کہ وہ کسی عورت سے تنہا ملنے یا اس کے پاس بیٹھنے سے احتراز کریں۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لاتلجوا علی المغیبات فإن الشیطن یجری من أحدکم مجری الدم '' (ترمذی ۱۱۸۲)

جن عورتوں کے شوہر موجود نہ ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یخلون بامرأۃ لیس معھا ذومحرم منھا فإن ثالثھما الشیطن '' (طبرانی کبیر ۱۱۴۶۲، مجمع الزوائد ۲۷۹/۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ کبھی کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے جب تک اس عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو، کیونکہ تیسرا اس وقت شیطان ہوتا ہے۔

۲۔ شوہر کی عزت وشرافت اور مال کی حفاظت کرنا۔

دوسری چیز جو عورت کے ذمہ واجب ہوتی ہے وہ یہ کہ شوہر کے شرف وفضل اور اس کی عزت وآبرو نیز اس کے مال کی پوری حفاظت کرے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الا أدلکم علی خیرما یکنز الرجل ؟ المرأة الصالحة التی إذانظر إلیها سرته ، وإذا أمرها أطاعته وإذا غاب عنها حفظته فی نفسها وماله" (أبوداؤد ١٦٦٤)

کیا میں تم لوگوں کو اس بہترین خزانہ سے واقف نہ کراؤں جس کو کوئی مرد اختیار کرے؟ وہ نیک اور صالح بیوی ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو مرد کو خوشی ہو اور اگر اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرنے والی ہو، جب شوہر غائب رہے تو اپنے کو غلط کاموں سے محفوظ رکھنے والی ہو، اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے، عن عائشةؓ قالت : قال رسول الله ﷺ " إذا أنفق المرأة من طعام بیتها غیر مفسدة کان لها أجرها بما أنفقت ولزوجها أجره بما کسب ، وللخازن مثل ذلك ، لاینقص بعضهم أجربعض ".

(بخاری ١٠٦ ، مسلم ١٠٢٤)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے برباد کئے بغیر خرچ کرے تو اس کو خرچ کرنے کا اجر ملے گا، اور

اس کے شوہر کو کمائی کا اجر ملے گا، اور خازن کو بھی اسی طرح کا اجر ملے گا، کوئی کسی کے اجر کو کم نہیں کریں گے۔

۴۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلنا۔

عورت کی ذمہ داری اور اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ گھر ہی میں رہے، اگر کہیں جانا ہو تو شوہر سے اجازت لے کر جائے، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے" أتت امرأة من خثعم إلى رسول الله ﷺ فقالت : إني امرأة ايم ، وأريد أن أتزوج ، فما حق الزوج ، قال : إن من حق الزوج على الزوجة إذا أرادَ فَراودها عن نفسها وهي على ظهر بعير لاتمنعه ، ومن حقه ألاتعطي شيئامن بيته إلابإذنه ، فإن فعلت كان الوزر عليها والأجرله ، ومن حقه أن لاتصوم تطوعا إلابإذنه ، فإن فعلت جاعت وعطشت ولم يُتقبل منها ، وإن خرجت من بيتهابغير إذنه لعنتها الملائكة حتى ترجع إلى بيته اوتتوب " (بیھقی سنن کبری ۷/۲۹۲)

قبیلہ خثعم کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگی کہ میں ایک بے شوہر عورت ہوں، اور میں شادی کرنا چاہتی ہوں، تو شوہر کے کیا حقوق ہیں؟ آپؐ نے فرمایا بیوی پر شوہر کے حقوق یہ ہیں، کہ اگر شوہر اس سے ہم بستری کی خواہش کرے تو وہ شوہر کو روکنے والی نہ ہو اگر چہ وہ سواری پر ہی کیوں نہ ہو، اور یہ بھی بیوی پر ضروری ہے کہ شوہر کے گھر کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ دے، اگر عورت نے ایسا کیا تو عورت کو گناہ ہوگا اور مرد کو اجر وثواب ملے گا، بیوی پر شوہر کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزے نہ رکھے اگر اس نے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھا تو وہ

صرف بھوک اور پیاس ہوگی اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا، اور اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جائے تو ملائکہ اس عورت پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ واپس نہ آئے یا توبہ نہ کرلے۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان**" (ترمذی ١١٧٣) یعنی عورت پردہ (اندر) رہنے کی چیز ہے جب وہ نکل جاتی ہے تو شیطان اس کا پیچھا کرتے ہوئے اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے لگتا ہے۔

۴۔ اولاد کی پرورش کرنا۔

اولاد کی پرورش ان کی تربیت ونگرانی کی ذمہ داری دراصل دونوں (زوجین) پر عائد ہوتی ہے، مگر چونکہ مرد کے ذمہ اپنی بیوی بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری ہے، اس لئے وہ روزی کی تلاش میں اکثر گھر سے باہر رہے گا اور گھر میں بچوں کے ساتھ اس کی بیوی رہے گی، اس لئے بچوں کی تربیت ونگرانی اصل میں عورت ہی کو کرنی پڑتی ہے جو کہ عورت کی خلقت وفطرت کے عین مطابق ہے، قرآن کریم میں ماں کے بچے پر حق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ﴿**والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة / بقرة ٢٣٣**﴾

اور مائیں اپنی اولاد کو مکمل دوسال تک دودھ پلائیں گی جو مکمل دودھ پلانا چاہتی ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ قریش کی عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا " **أحناهن على ولد** " قریش کی عورتیں تمام عورتوں میں اپنے بچوں کا زیادہ خیال

رکھنے والی ہیں۔

عورتوں پر اپنے بچوں کی ذمہ داری عائد ہونے ہی کی وجہ سے اس کو یہاں تک اجازت دی گئی کہ اگر فرض روزوں کے رکھنے سے اس کے بچوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اس کو روزوں کی قضاء کرنا جائز ہے (۱)

فطری بات بھی یہ ہے کہ بچوں کی پرورش جس انداز میں ماں کرسکتی ہے اس طرح نہ مرد اور نہ ہی کوئی گھر کی ملازمہ کرسکتی ہے، بچہ کے لئے ماں کی مامتا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہوسکتی، اور خود خالق کائنات نے عورت کے دل میں بچوں کی تربیت ومحبت کا جو مادہ رکھا ہے اس کا لازمی تقاضہ بھی یہ ہے کہ ماں کو بچے کی تکلیف سے جس قدر تکلیف وپریشانی ہوتی ہے اس قدر تکلیف کسی اور کو نہیں ہوتی، ماں ہی ہے جو نو مہینہ تک بچہ کو حمل میں اٹھائے رہتی ہے اور پھر پیدائش کی تکلیف برداشت کرتی ہے اور پھر بچہ کے بڑے ہونے تک اس کی تکلیف کی خاطر اپنے آرام وراحت کو ترک کرنا اور رات رات بھر جاگنا یہ سب درحقیقت وہ فطری جذبہ ہے جو اللہ نے عورت کے دل میں ودیعت کیا ہے اسی وجہ سے بے شمار احادیث میں ماں کے حقوق کو باپ کے حقوق سے کئی گنا بڑھ کر بتایا گیا ہے۔

۵۔ شوہر کے مال میں قناعت سے کام لینا۔

عورت پر مرد کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ اس کے مال میں اسراف کرنے

---

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک وہ عورتیں جو اپنے بچوں کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے ان پر روزوں کی قضا و کفارہ دونوں واجب ہوگا، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف روزوں کی قضا کرنی ہوگی۔

والی نہ ہو، اور مرد سے غیر ضروری چیزوں کا مطالبہ نہ کرے، مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ

﴿ ومتعوهن على الموسع قدره وعلى المقتر قدره ....الاية / بقرة ٢٣٦ ﴾

عورتوں کو وسعت والے لوگ اپنی وسعت بھر اور غیر وسعت والے اپنی طاقت بھر مال دیں۔

چنانچہ یہ آیت خود یہ بتاتی ہے کہ مرد پر کسی ایسی چیز کے مطالبہ کا پورا کرنا ضروری نہیں جو اس کی طاقت و وسعت سے باہر ہو۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہے جب عورت اپنے گھر میں اس طرح خرچ کرے کہ اس سے کوئی زیادتی نہ ہو تو ایسی عورت کو اپنے خرچ کئے ہوئے پر ثواب سے نوازا جائے گا اور اس عورت کے شوہر کو اپنی کمائی کا ثواب ملے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لايحل لها أن تطعم من بيته إلا بإذنه الرطب من الطعام الذي يخاف فساده ، فإن أطعمتْ عن رضاه كان لها مثل أجره وإن أطعمت بغير إذنه كان له الأجر وعليها الوزر" (كنزالعمال ٤٥٨٦٨٠)

عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ شوہر کے گھر میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ کرے سوائے ایسی چیز کے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، اگر عورت نے شوہر کی اجازت سے کسی کو کچھ کھلایا تو عورت کو بھی مرد کے برابر اجر ملے گا، اور اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ کھلا دے تو شوہر کو ثواب ہو گا اور عورت کو گناہ۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ عورت کو اس بات سے احتراز کرنا چاہئے کہ اپنی ضرورت سے زائد چیز کا شوہر سے مطالبہ کرے، نیز اگر شوہر کی کمائی حرام

کی ہے تو اس کی کمائی سے احتراز کرے۔

امام غزالیؒ آگے فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کی عورتوں کا یہ معمول ہوتا تھا کہ وہ اپنے شوہر کو گھر سے جاتے وقت یہ کہتی تھیں کہ حرام کمائی سے بچنا ہم بھوک برداشت کرسکتے ہیں مگر جہنم کی آگ برداشت نہیں کرسکتے۔ (احیاء العلوم ۷/۶۸)

عورتوں کا دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنے شوہروں سے غیر ضروری اشیاء اور مردوں کی طاقت سے زیادہ مطالبہ کرنا یہ مرد کو پریشانی میں ڈالنے کا سبب بنتا ہے کہ جس کی وجہ سے آدمی کبھی غلط کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور اس طرح سے گھر کا سکون اور چین برباد ہوجاتا ہے، اگر عورت قناعت پسندی اختیار کئے رہے اور حلال پر راضی وخوش رہے تو تھوڑے سے مال میں بھی بہت بڑی برکت ہوتی ہے اور گھر میں سکون وراحت اور اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۶۔ زیب وزینت اختیار کئے رہنا۔

عورتوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی خاطر زیب وزینت اختیار کی ہوئی رہیں، یہ ایک ایسا حق ہے کہ زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ گذر جانے کے بعد بھی عورت اس سے سبکدوش نہیں ہوسکتی، بلکہ صحیح معنی میں یہ ایک ایسا سحر ہے کہ عورت جب اپنے شوہر کے لئے بنی سنوری رہے گی اور زیب وزینت اختیار کئے رہے گی تو شوہر کا دل عورت سے لگا رہے گا اور اس کے دل میں اپنی بیوی کی محبت رہے گی، بچوں کی پرورش اور گھر کے کام وکاج کے باوجود بھی عورت اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔

معاشرہ پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے کہ شوہر بے چارہ قیمتی سے قیمتی کپڑے، زیورات اور زینت کی اشیاء اپنی کمائی سے خرید کر عورت کو لا کر دیتا ہے مگر یہ سب زینت

عورت کسی محفل میں شریک ہوتے وقت اختیار کرتی ہے اور بے چارے مرد کے سامنے وہی پرانے کپڑوں اور بغیر زینت کے حاضر ہوتی ہے اس سے مرد کے دلوں میں محبت کے بجائے نفرت سی ہونے لگتی ہے، کاش کہ عورتیں اس معاملہ کو سمجھتیں اور اپنے موقف میں تبدیلی لائیں۔

اس زیب وزینت میں اولین چیز جو عورتوں پر واجب ہے کہ(۱) پاکی اور صفائی ستھرائی اختیار کیے رہنا، (۲) دانتوں کی صفائی، اس میں مسواک یا برش کرنا، (۳) بدن وکپڑوں کو گندگی سے پاک رکھنا، (۴) بغل وزیر ناف بالوں کی صفائی کرنا، (۵) ناخن تراشنا، (۶) بالوں میں تیل لگا کر اس کو ترتیب سے سنوارے رہنا، یہ سب کام نبوی تعلیمات میں سے ہیں، پاکی ونظافت جس کو حدیث میں آدھا ایمان کہا گیا ہے یہ ایسی چیزیں ہیں جو خوبصورتی میں نہ صرف چار چاند لگانے والی ہوتی ہیں بلکہ یہ عادات باقی رہنے والی ہوتی ہیں جبکہ خوبصورتی عمر کے ڈھلنے کے ساتھ ڈھلنے والی ہے۔

اسی کے ساتھ سلیقہ مندی اور زندگی کے معاملات میں ترتیب زوجین کے درمیان تعلقات کی استواری اور محبت میں اضافہ کرنے والی ہوتی ہیں۔

۷۔ مرد کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

عورت کو مرد کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والی اخلاق سے پیش آنے والی، اور اگر مرد کسی بات پر ناراض ہو تو اس کو راضی کرنے والی ہونا چاہئے، بدزبان اور بدخلق نہیں ہونا چاہئے، وہ مرد کو اذیت دینے والی نہ ہو۔

حدیث میں آیا ہے ''عن معاذ بن جبلؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ "لاتؤذی امرأۃ زوجھا فی الدنیا إلا قالت زوجتہ من الحور العین لاتؤذیہ قاتلک اللہ فإنما

هو عندك دخيل يوشك أن يفارقك إلينا " (ترمذی ۱۱۸٤)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو اذیت دیتی ہے تو اس کی جنت کی بیوی حور عین کہتی ہے تو اس کو تکلیف واذیت مت دے، تیرا برا ہو وہ تو تیرے پاس مہمان ہے ممکن ہے بہت جلد تجھ سے رخصت ہو کر ہم سے آ ملے۔

اسی وجہ سے حدیث میں نیک اور صالح عورت کو دنیا کی بہترین چیز قرار دیا گیا ہے " الدنيا متاع وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة " (مسلم ۲/ ٥٦٦) دنیا پوری متاع ہے اور دنیا کی بہترین نفع کے قابل چیز نیک بیوی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے، عن سعد بن ابی وقاصؓ عن رسول الله ﷺ إنه قال " أربع من السعادة : المرأة الصالحة ، والمسكن الواسع ، والجار الصالح ، والمركب الهنى ، و أربع من الشقاء : الجار السوء ، والمرأة السوء ، والمركب السوء ، والمسكن الضيق "

(موارد الظمآن ۱۲۳۲، کنز العمال ۳۰۷۵۲)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار چیزیں خوش بختی میں ہیں (۱) نیک عورت (۲) کشادہ گھر (۳) اچھا پڑوسی (۴) بہتر سواری، اور چار چیزیں انسان کی بدبختی میں ہیں (۱) برا پڑوسی (۲) بری عورت (۳) بری سواری (۴) تنگ مکان

محرمات

اسلامی شریعت میں جہاں نکاح کو شروع کیا گیا اور ایک مرد کو اس کی ضرورت و حاجت کے لئے عورت کے انتخاب کا حکم دیا گیا وہیں بعض عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کو حرام بتلایا گیا ہے جن عورتوں کے ساتھ کوئی مرد نکاح نہیں کر سکتا، ایسی عورتوں کو محرمات کہتے ہیں، اسی طرح وہ مردان عورتوں کے حق میں محرم کہلائیں گے۔

چنانچہ محرم مردوں کا اپنی محرمات سے جس طرح نکاح جائز نہیں ہے اسی طرح ان کے ساتھ ایک دوسرے سے پردہ بھی نہیں ہے، ایسی عورتوں کی کئی قسمیں ہیں:۔

قسمِ اول: محرمات ابدی

وہ عورتیں جن سے کبھی بھی اور کسی صورت میں بھی نکاح نہیں ہو سکتا، ان کی تین قسمیں ہیں۔

الف۔ محرمات نسبی

ب۔ محرمات رضاعی

ج۔ محرمات مصاہرت

الف محرمات نسبی: یعنی رشتہ سے حرام ہونے والی عورتیں، یہ کل سات قسم کی عورتیں ہیں:۔

ا۔ ماں: ماں سے مراد اپنی ماں، ماں کی ماں (نانی)، باپ کی ماں (دادی)

اوپر تک کیوں نہ چلی جائیں، گویا پرنانی، پردادی اور اس سے اوپر تک والی تمام عورتیں ماں کے حکم میں ہیں۔

۲۔ بیٹی: اس سے مراد اپنی بیٹی یا اپنی اولاد کی بیٹی، جتنی نیچے تک کیوں نہ چلی جائیں، جیسے نواسی، پوتی وغیرہ۔

۳۔ بہن: بہن چاہے حقیقی (سگی) ہو علاتی (باپ شریک) ہو یا اخیافی (ماں شریک)، سب ہی بہن کے حکم میں ہیں۔

۴۔ بھتیجی: (بھائی کی اولاد) چاہے اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی ہو، یا علاتی بھائی، یا اخیافی بھائی کی بیٹی، یا ان بھائیوں کی اولاد کی بیٹیاں سب ہی عورتیں بھتیجیوں کے حکم میں داخل ہیں، (بھائی کی پوتیاں، نواسیاں بھی اس میں شامل ہیں)

۵۔ بھانجی: (بہن کی اولاد) چاہے حقیقی بہن، یا علاتی، یا اخیافی بہن کی بیٹی ہو، یا ان بہنوں کی اولاد ہو سب ہی بھانجیوں کے حکم میں شامل ہیں، (بہن کی نواسیاں، پوتیاں سب ہی اس میں شامل ہیں)

۶۔ پھوپھی: یعنی باپ کی بہنیں، چاہے باپ کی حقیقی بہنیں ہوں، یا علاتی، یا اخیافی بہنیں، اسی طرح بالواسطہ پھوپیاں جیسے باپ کی پھوپھی، دادا کی پھوپھی ماں کی پھوپھی، یا نانی دادی کی پھوپھی، وغیرہ سب ہی اس میں شامل ہیں۔

۷۔ خالہ: یعنی ماں کی بہنیں، چاہے ماں کی حقیقی بہنیں ہوں، یا علاتی، یا اخیافی بہنیں ہوں، اسی طرح بالواسطہ خالہ جیسے باپ کی خالہ، دادا کی خالہ، ماں کی خالہ، نانی دادی کی خالہ وغیرہ سب ہی اس میں شامل ہیں۔

ان سب عورتوں کی حرمت یعنی ان کا محرمات میں ہونا قرآن کی اس آیت سے

معلوم ہوتا ہے ﴿حرمت علیکم أمہاتکم ، وبناتکم ، وأخواتکم ، وعماتکم ، وخالاتکم ، وبنات الأخ ،وبنات الأخت ..... الأیة / النساء : ۲۳﴾

تم پر حرام کردی گئی ہیں تمہاری مائیں ، اورتمہاری بیٹیاں ، اورتمہاری بہنیں ، اور تمہاری پھوپیاں ، اورتمہاری خالائیں ، اورتمہاری بھتیجیاں ، اورتمہاری بھانجیاں ۔

اسی طرح عورت پربھی اس کے مقابل کے تمام مرد حرام ہوں گے جیسے باپ دادا اوپر تک ، چچا حقیقی ،علاتی ، اخیافی ، بیٹا ، پوتا ،نواسا نیچے تک ، بھائی حقیقی ،علاتی ، اخیافی ، یا ان کی اولاد ، ماموں وغیرہ ۔

ب۔ محرمات رضاعی:

رضاعت سے مراد کسی عورت کا کسی بچہ کو دودھ پلانا ۔

رضاعت ثابت ہونے کے لئے یہ شرائط ہیں ۔

۱۔ دودھ پینے والے بچے کی عمر دو سال سے کم ہو ۔

۲۔ بچہ نے الگ الگ پانچ مرتبہ دودھ پیا ہو ۔(۱)

لہذا سابقہ شرائط کے مطابق اگر کسی بچے نے کسی عورت کا دودھ پی لیا تو دودھ پلانے والی (دائی) اس بچہ کی رضاعی ماں بن جاتی ہے ، اوراس رضاعی ماں کا شوہر (یعنی وہ دودھ پلانے والی عورت جس کو اس شوہر سے دودھ پیدا ہوا ہو) اس بچہ کا رضاعی باپ بن جاتا ہے ، لہذا اس بچہ پر نسبی رشتہ کی طرح تمام رضاعی رشتے بھی حرام ہوجاتے ہیں گویا اس دائی کے اپنے بچے اس دودھ پینے والے بچے کے رضاعی بھائی

---

(۱) احناف کے نزدیک مدت رضاعت میں ایک مرتبہ دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے ۔

بہن کہلائیں گے۔

محرماتِ رضاعی کی تفصیل اس طرح ہے:

ا۔ رضاعی ماں: وہ عورت جس نے کسی بچہ کو دودھ پلایا ہو، وہ رضاعی ماں ہوگی، اور اس رضاعی ماں (دائی) کی ماں، دائی کی نانی، دائی کی دادی وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔

ا۔ رضاعی بہن: وہ عورت جس نے کسی کی ماں کا دودھ پیا ہو، یا وہ عورت جس کی ماں کا کسی نے دودھ پیا ہو، یا ایک بچہ اور ایک بچی دونوں نے کسی ایک عورت کا دودھ پیا ہو، آپس میں رضاعی بھائی بہن کہلائیں گے، لہذا دونوں کا ایک دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

مثلاً اگر فاطمہ نامی بچی نے عائشہ نامی عورت کا دودھ پی لیا تو فاطمہ، عائشہ کی اولاد کی بہن ہوگی، ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوگا، البتہ عائشہ کے بیٹوں کا نکاح فاطمہ کی دوسری بہنوں سے ہوسکتا ہے اس لئے کہ فاطمہ کی بہنوں نے عائشہ کا دودھ نہیں پیا ہے۔

اسی طرح اگر خالد نامی بچہ نے عائشہ نامی عورت کا دودھ پیا ہو تو خالد عائشہ کی اولاد کا رضاعی بھائی بن جائے گا، اور خالد کا نکاح عائشہ کی کسی بھی بیٹی سے نہیں ہوگا، البتہ عائشہ کی بیٹیوں کا نکاح خالد کے بھائیوں سے ہوسکتا ہے، اس لئے کہ خالد کے بھائیوں نے عائشہ کا دودھ نہیں پیا ہے، اور نہ ہی عائشہ کی بیٹیوں نے خالد کی ماں کا دودھ پیا ہے۔

رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت اس آیت سے معلوم ہوتی ہے ﴿ **وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة / النساء ۲۳** ﴾ اور تمہاری وہ مائیں

جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں (تمہارے لئے حرام ہیں)۔

۳۔ رضاعی بھائی کی اولاد

۴۔ رضاعی بہن کی اولاد

۵۔ رضاعی پھوپھی: یعنی وہ عورت جس نے اور کسی شخص کے باپ نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہو، جیسے فاطمہ اور زید نے زینب کا دودھ پیا ہو تو زید کی اولاد کے لئے فاطمہ سے نکاح جائز نہیں ہوگا، وہ ان کی رضاعی پھوپھی ہوگی۔

۶۔ رضاعی خالہ: یعنی وہ عورت جس نے اور کسی شخص کی ماں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہو، جیسے فاطمہ اور عائشہ نے ام کلثوم کا دودھ پیا ہو تو عائشہ کی اولاد کے لئے فاطمہ سے، اور فاطمہ کی اولاد کے لئے عائشہ سے نکاح جائز نہیں ہوگا وہ ان کی رضاعی خالہ ہوگی۔

۷۔ رضاعی بیٹی: یعنی وہ عورت جس نے کسی کی بیوی کا دودھ پیا ہو اور یہ دودھ اس عورت کو اپنے اسی شوہر سے پیدا ہوا ہو۔

(مسئلہ) اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور دونوں نے دو اجنبی مرد وعورت کو دودھ پلایا ہو تو ان دونوں کا آپس میں نکاح جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ آپس میں رضاعی بہن بھائی ہوں گے، کیونکہ دونوں عورتوں کو دودھ ایک ہی مرد سے ہوا ہے۔

ان تمام عورتوں کی حرمت بخاری اور مسلم شریف کی اس حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "إن الرضاعة تحرم ما يحرم من الولادة"

(بخاری ۲۵۰۲، مسلم ۱٤٤٤)

بے شک رضاعت ان تمام رشتوں کو حرام کرتی ہیں، جو نسب سے حرام ہوتی ہیں۔

جس طرح مرد پر یہ عورتیں حرام ہوتی ہیں بالکل اسی طرح عورت پر اس کے مقابل کے تمام مرد حرام ہوتے ہیں، جیسے رضاعی باپ، رضاعی بھائی، رضاعی بھتیجی، رضاعی بھانجی وغیرہ

اس میں ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے (۱) بھائی یا بہن کی رضاعی ماں (۲) رضاعی بھائی یا رضاعی بہن کی ماں (۳) رضاعی بیٹے کی بہن (۴) رضاعی بھائی کی بہن، ان سے نکاح حرام نہیں ہے۔(۱)

ج۔ محرمات مصاہرت (سسرالی)

ایک مرد کا ایک عورت سے جب نکاح ہو جاتا ہے تو دونوں طرف کے لوگ رشتۂ مصاہرت یعنی سسرال بن جاتے ہیں، چنانچہ سسرالی رشتہ سے مندرجہ ذیل عورتیں ایک مرد کے لئے حرام ہوں گی۔

۱۔ باپ کی بیوی: کسی آدمی کے باپ نے اگر کسی عورت سے نکاح کر لیا، جو اس کی اپنی ماں تو نہیں ہے مگر اپنے والد کی بیوی ہو تو اس عورت سے اس آدمی کا بیٹا نکاح نہیں کرسکتا، چاہے باپ کا انتقال ہوا ہو، یا باپ نے اس عورت کو طلاق دی ہو، اسی طرح باپ کے حکم میں دادا، نانا، پردادا، پرنانا اوپر تک جتنے بھی اصول ہیں ان میں سے کسی کی بیوی سے نکاح نہیں کرسکتے۔

قرآن میں ہے ﴿ولاتنکحوا مانکح آباؤکم من النساء الاما قدسلف إنه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا / النساء ۲۲﴾

اور ان عورتوں سے تم نکاح نہ کرو جن کے ساتھ تمہارے آبا نے نکاح کیا ہو، مگر جو

---

(۱) احکام رضاعت کی مزید تفصیل کتاب کے آخر میں ذکر کی گئی ہے۔

جاہلیت میں گذر گیا، بیشک یہ فحش کام اور برا طریقہ ہے۔

۲۔ بہو: آدمی کی اپنے بیٹے یا پوتے نواسے وغیرہ کی بیوی، گویا اپنے فروع کی بیویاں ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے، چاہے وہ عورتیں اپنی اولاد کے نکاح میں ہوں، یا ان سے طلاق ہو چکی ہو یا اپنی اولاد کے مرجانے کے وجہ سے وہ بیوہ ہوگئی ہوں، کسی صورت میں ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے ﴿**وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم / النساء ۲۳**﴾ اورتمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں۔

لہذا متبنیٰ، منہ بولی اولاد کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے، اگر کسی نے کسی کو اپنا منھ بولا بیٹا بنا لیا تو اس کی بیوی سے ان دونوں کی آپس میں جدائی کے بعد نکاح کر سکتے ہیں۔

۳۔ ساس: بیوی کی ماں، نانی، دادی وغیرہ، قرآن میں ہے ﴿ **وأمهات نسائكم / النساء :۲۳**﴾ اورتمہاری بیویوں کی مائیں تمہارے لئے حرام ہیں۔

۴۔ بیوی کی بیٹیاں: یعنی بیوی کو اس کے دوسرے شوہر سے ہونے والی بیٹیاں ان کو شریعت میں ربیبہ کہتے ہیں، ان بیٹیوں کے ساتھ اس وقت نکاح حرام ہے، جب ان کی ماں کے ساتھ نکاح کرلیا ہو اور ہمبستری کرلی ہو، اگر صرف نکاح کیا ہو مگر ہمبستری نہ کی ہو تو پھر ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنا جائز ہے، مگر اس شرط پر کہ اس کی ماں نکاح میں نہ ہو۔

قرآن میں ہے ﴿ **وربائبكم التى فى حجوركم، من نسائكم التى دخلتم بهن، فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلاجناح عليكم / النساء ۲۳**﴾

اورتمہاری وہ ربیبہ جوتمہاری پرورش میں ہو اور یہ ان عورتوں سے ہوں جن کے ساتھ تم نے ہمبستری کرلی ہو، اگر تم نے ان کے ساتھ ہمبستری نہیں کی ہے تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اسی طرح عورتوں کے حق میں شوہر کے باپ (خسر) دادا، نانا اور شوہر کے بیٹے (اگر شوہر نے ہمبستری کی ہو) اپنی بیٹیوں کے شوہر (داماد) بھی حرام ہوں گے چاہے اپنا داماد ہو یا اپنی اولاد کا داماد ہو۔

(مسئلہ) اگر کسی کی بیوی سے اس شخص کا باپ یا اس شخص کا بیٹا شبہ سے ہمبستری کرلے تو اس عورت سے اس کے شوہر کا نکاح ٹوٹ جائے گا، اسی طرح اگر کوئی اپنی بیوی کی ماں یا بیوی کی بیٹی سے شبہ سے ہمبستری کرے تو بیوی سے اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ (فیض الاله المالك ۲/۳۲٥)

سسرال میں سے جو رضاعت کے سبب سے حرام ہوتی ہیں۔

۱۔ بیوی کی رضاعی ماں: یعنی بیوی نے جس عورت کا دودھ پیا ہو۔

۲۔ بیوی کی رضاعی بیٹی: وہ لڑکی جس نے اس کی بیوی کا دودھ پیا ہو، چاہے مدتِ رضاعت میں اس بچی کی دایہ اس کے نکاح میں نہ رہی ہو۔

۳۔ رضاعی بیٹے کی بیوی: یعنی وہ عورت جو بیوی کے رضاعی بیٹے کی بیوی ہو، چاہے مدتِ رضاعت میں اس بچہ کی دایہ کسی اور کے نکاح میں رہی ہو۔

۴۔ رضاعی باپ کی بیوی، بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا ہے اس کا شوہر اگر کسی دوسری عورت سے نکاح کرلے اور اس دوسری عورت کو چھوڑ دے تو یہ عورت رضاعی ماں تو نہیں مگر رضاعی باپ کی بیوی ہے، اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔

(الفقه المنهجي ٤/٣٠)

(مسئلہ) رضاعت کے سلسلہ میں یہ مسئلہ واضح رہے کہ اگر بچہ کسی عورت کی چھاتی سے دودھ نہ پیا ہو بلکہ دودھ دوہ کر پلایا جائے، یا عورت کا دودھ کسی چیز میں ملا کر پلایا جائے یا دودھ ناک سے بچہ کے حلق میں ٹپکایا جائے تو ان سب صورتوں سے بھی رضاعت ثابت ہوگی، بشرطیکہ پانچ مرتبہ پلایا گیا ہو۔

اب تک جتنے محرمات کا ذکر کیا گیا ہے وہ محرمات ابدی ہیں، یعنی یہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں کبھی بھی اور کسی وقت بھی ان کے ساتھ نکاح نہیں کیا جا سکتا۔

قسم ثانی۔ محرمات وقتی: اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو مخصوص وقت تک کے لئے حرام رہتی ہیں مگر وہ آگے چل کر حلال بھی ہو سکتی ہیں، ان کو محرمات وقتی کہا جاتا ہے۔

ا۔ بیوی کی بہن: چنانچہ کسی شخص کی بیوی کی بہن (سالی) اس آدمی پر اس وقت تک حرام ہے جب تک بیوی نکاح ہو، اگر بیوی کو طلاق دے یا بیوی کا انتقال ہو جائے تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔

قرآن میں ہے ﴿ **وان تجمعوا بین الأختین الا قدسلف / النساء ۲۳** ﴾
(اور یہ جائز نہیں ہے کہ) تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو، البتہ پہلے جو گذر گیا۔

۲۔ بیوی کی خالہ (۳) بیوی کی پھوپھی: چنانچہ جب تک بیوی نکاح میں ہو اس وقت تک بیوی کی خالہ اور بیوی کی پھوپھی محرمات میں شامل ہیں، ان سے نکاح نہیں کر سکتے، ہاں اگر بیوی انتقال کر جائے یا بیوی کو طلاق دیدے تو پھر اس کی خالہ اور پھوپھی سے نکاح کر سکتے ہیں۔

اسی طرح بیوی کی بھتیجی اور بیوی کی بھانجی وغیرہ کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہیں

کیا جا سکتا ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' **لا یجمع بین المرأۃ وعمتها ولا بین المرأۃ وخالتها**" (بخاری ۴۸۲۰، مسلم ۱۴۰۸)

عورت اور اس کی پھوپھی، عورت اور اس کی خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

(مسئلہ) بیوی کی خالہ زاد یا پھوپھی زاد بہن کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کیا جا سکتا ہے۔

(مسئلہ) اس کے لئے فقہاء نے ایک قاعدہ وضع کیا ہے کہ ایسی دو عورتوں کو زوجیت میں جمع کرنا حرام ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی کو مرد تصور کیا جائے تو دونوں کا آپس میں نکاح کرنا حرام ہو۔

۴۔ چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا، جب چار بیویاں نکاح میں ہوں اور سب کی سب زندہ ہوں تو پھر پانچویں عورت سے نکاح کرنا حرام ہے، اگر کسی ایک کو طلاق دیا، یا کوئی بیوی انتقال کر گئی تو پھر ایک اور عورت سے نکاح کر سکتا ہے، جو اس کے لئے چوتھی بیوی ہوگی پانچویں بیوی نہیں کہلائے گی۔

قرآن میں ہے کہ ﴿**فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع** / **النساء ۳**﴾ تم دو دو یا تین تین یا چار چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔

۴۔ **مشرکہ عورت**: چنانچہ مشرکہ بت پرست عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح مسلمان عورت کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مشرک اور کافر سے نکاح کرے، قرآن میں ہے ﴿ **ولاتنکحوا المشرکات حتی یؤمن / بقرۃ : ۲۲۱**﴾ اور تم مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان

قبول نہ کرلیں۔

البتہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی عورتوں سے نکاح کرنا ایک مسلمان مرد کے لئے مکروہ ہے لیکن ان کا اپنے دین یہودیت اور دین نصرانیت پر عمل پیرا ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہو، قرآن میں ہے ﴿ **والمحصنات من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم إذا آتيتموهن أجورهن محصنين غير مسافحين ولا متخذي أخدان / المائدة ٥** ﴾

ترجمہ: جو اہل کتاب میں سے پاک دامن عورتیں ہیں جب تم نے ان کا مہر دے دیا ہو تو وہ تمہارے لئے حلال ہیں، نہ یہ کہ ان کے ساتھ آزادشہوت رانی یا چوری چھپے آشنائیاں کرو۔

۵۔ **شادی شدہ عورت:** اس سے مراد وہ عورت جو کسی کے نکاح میں ہو اور اس کے شوہر نے اس کو طلاق نہیں دی ہو یا اس کے شوہر کا انتقال نہ ہوا ہو، وہ عورت کسی دوسرے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

قرآن میں ہے ﴿ **والمحصنات من النساء / النساء ٢٤** ﴾ اور شادی شدہ عورتیں تمہارے لئے حرام ہیں۔

۶۔ **معتدہ عورت:** وہ عورت جس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو اور وہ ابھی اس سے عدت گذار رہی ہو، جب تک اس عورت کی اپنے شوہر سے عدت ختم نہیں ہو جائے گی وہ دوسرے کسی مرد کے لئے حلال نہیں ہو سکتی، البتہ جب عدت ختم ہو جائے تو پھر اس عورت سے دوسرا شخص نکاح کر سکتا ہے، چاہے طلاق و خلع یا شوہر کے وفات کی وجہ سے عدت گذار رہی ہو۔

قرآن میں ہے ﴿ ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله / البقرة ۲۳۵ ﴾ اور تم اس عورت سے عقد نکاح کا عزم نہ کرو جب تک کہ عدت مکمل نہ ہو جائے۔

۷۔ مطلقہ ثلاث: وہ عورت جس کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دی ہوں، ایسی عورت کے ساتھ پھر اس کا سابق شوہر اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ حلالہ نہ ہو جائے۔ (حلالہ کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی)

قرآن میں ہے ﴿ فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره / بقرة ۲۳۰ ﴾ اگر اس کو مرد نے (تیسری) طلاق دی ہو تو وہ عورت اس مرد کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔

نکاحِ متعہ

متعین وقت یا مخصوص مدت کے لئے عورت سے نکاح کرنا اس کو نکاحِ متعہ کہتے ہیں، اس طرح سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، حدیث میں ہے "عن علیؓ أن النبی ﷺ نهى عن متعة النساء...... الحديث (ترمذی ۱۱۳۰) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

نکاحِ شغار

کوئی دو مرد آپس میں یوں کہیں کہ تم میری بیٹی سے نکاح کرو میں تمہاری بیٹی سے نکاح کروں گا، یا تم میری بہن سے نکاح کرو میں تمہاری بہن سے نکاح کروں گا، اور ہمیں اپنی بیوی کو مہر کی ضرورت نہیں ہے تو اس طرح سے کہنے سے یہ نکاح شغار

کہلاتا ہے اور یہ نکاح جائز نہیں ہے۔

اگر اس طرح کا نکاح مہر کے ساتھ ہو جائے تو پھر وہ شغار نہیں کہلائے گا، اور دونوں کا اپنی بیوی کو مہر ادا کرنے پر نکاح صحیح ہو جائے گا۔ (روضۃ ۴۱/۷)

حدیث میں ہے "عن ابن عمرؓ أن النبی ﷺ نهی عن الشغار" (ترمذی ۱۱۲۳) حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا۔

نکاح دیوانی (سیول میرج)

جو نکاح احکام شریعت کے مطابق نہ ہو کالعدم ہے، یعنی اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (مجموعہ قوانین اسلام ۱/۴۰)

نکاح اور شرط:

عقدِ نکاح میں جو شرائط فریقین کے درمیان طئے کیے جاتے ہیں ان کی تفصیل اور اس کا حکم اس طرح ہے:

۱۔ وہ شرائط جو عقدِ نکاح سے خود واجب ہوتے ہیں، جیسے بیوی کا نفقہ وغیرہ دینے کی شرط، ان کا پورا کرنا واجب ہے، چاہے شرط نہ رکھی گئی ہو۔

۲۔ وہ شرائط جو عقدِ نکاح کے تقاضہ کے خلاف ہوں، جیسے یہ شرط لگائے کہ وہ دوسری بیوی کو طلاق دے، یا بیوی کو نفقہ نہ دینے، یا اس کی رہائش کا انتظام نہ کرنے کی شرط، اس طرح کی شرائط کا کوئی اعتبار نہیں، شرط باطل ہوگی اس کو پورا نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ وہ شرائط جن کا تعلق سابقہ دونوں قسموں سے نہ ہو، جیسے دوسری عورت سے

نکاح نہ کرنے یا بیوی کو دوسرے گھر نہ لے جانے کی شرط، یا اسی طرح کوئی اور مباح شرط رکھنا، اس قسم کی شرائط کا پورا کرنا واجب تو نہیں ہے، البتہ دیانۃً پوری کی جانی چاہئے۔

حدیث میں ہے عن عقبة بن عامر الجهني قال قال رسول الله ﷺ "إن حق الشروط أن يوفى بها ما استحللتم به الفروج"

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پوری کرنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ لائق شرط وہ ہے جس کے ذریعہ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہو۔

(فتح الباری ۲۱۸/۹)

تعدد ازدواج

شریعت اسلامیہ میں ایک مرد کے لئے ایک سے زائد یعنی چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا جائز ہے، مگر یہ حکم ایسا نہیں ہے کہ ہر کسی کو اس کی اجازت ہو بلکہ اشخاص کے اعتبار سے اس حکم میں فرق ضرور پڑتا ہے، اس اعتبار سے درج ذیل اعتبار سے اس حکم میں تبدیلی ہوگی۔

۱۔ وہ شخص جس کو دوسری بیوی سے نکاح کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو کہ اس کی خواہش ایک عورت سے پوری نہ ہوتی ہو اور دوسری سے نکاح نہ کرنے کی صورت میں اس کے گناہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہو، یا اس کی بیوی مستقل بیمار رہتی ہو، یا اس کی بیوی عقیم (لاولد) ہو یعنی حاملہ نہیں ہو سکتی ہو، اور مرد کو بچہ کی خواہش ہو تو ایسا شخص اگر اس کو اپنے اوپر مکمل بھروسہ ہو کہ وہ بیویوں کے درمیان انصاف کر لے گا اور کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں کرے گا تو ایسے شخص کے لئے یہ حکم سنت کے درجہ میں ہے۔

۲۔ وہ شخص جس کا ایک سے زائد عورت سے نکاح کا مقصد محض تعیش پسندی ہو، اسی طرح اگر کسی شخص کو اپنے اوپر اطمینان و بھروسہ نہ ہو کہ وہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کر پائے گا تو ایسے شخص کو ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس کا ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا بغیر کسی ضرورت کے ہوگا بلکہ اس کے اس عمل سے عورتوں میں انصاف نہ کرنا بھی لازم آ سکتا ہے، لہٰذا جس معاملہ میں انسان کو

شک ہو مکمل اطمینان وبھروسہ نہ ہو ایسے شخص کے لئے نبی کریم ﷺ کا یہ حکم ہے کہ ''دع مایریبك إلى مالا یریبك'' (ترمذی ۱۵۲۰) یعنی اس کام کو چھوڑ دو جس میں تم کو شک ہو جائے اور اس کام کو اختیار کرو جس میں تم کو شک نہ ہو۔

۳۔ وہ شخص جس کو ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کا بالکل بھروسہ نہ ہو، اور انصاف نہ ہو سکنے کے اسباب جو بھی ہوں چاہے فقر یا بدنی کمزوری یا پھر نا انصافی کی طرف دل کا میلان ہو تو پھر ایسے شخص کو ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، اس لئے کہ اس کے اس عمل سے عورتوں کو ضرر اور نقصان ہوگا اور حدیث میں ہے ''لاضرر ولاضرار'' (ابن ماجہ ۲۳۴۱ .....) نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ہی نقصان اٹھایا جائے گا۔

ایسے اشخاص کے متعلق قرآن پاک کا صریح حکم ہے ﴿فإن خفتم أن لاتعدلوا فواحدة / النساء ۳﴾ اگر تم کو اس بات کا ڈر اور خطرہ ہو کہ تم (بیویوں میں) انصاف نہ کر پاؤ گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرنا چاہئے۔

جب شریعت اسلامیہ نے عدل وانصاف کی صورت میں ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے تو یہاں اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ آخر عدل وانصاف سے کیا مراد ہے، چنانچہ عدل سے مراد:

(۱) ہر بیوی کے لئے اخراجات میں برابری کرنا۔

(۲) ہر بیوی کے لئے ایک ہی طرح کا گھر مہیا کرنا۔

(۳) ہر بیوی کے پاس رات گذارنے میں برابری کرنا یعنی ہر بیوی کے پاس ایک ایک رات باری باری گذارنا۔

(۴) ہر بیوی کے ساتھ بھلے طریقہ سے اور اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

(۵) ہر بیوی کے ساتھ حق زوجیت میں انصاف سے کام لینا۔

ان چیزوں کے علاوہ دل کے میلان پر انشاء اللہ مواخذہ نہیں ہوگا، یعنی اگر کسی بیوی کی طرف دل کا میلان زیادہ ہو مگر اس بیوی کی طرح دوسری بیویوں کے ساتھ سابقہ اشیاء میں برابری اور انصاف کرے تو مؤاخذہ نہیں ہوگا، البتہ حکم یہ ہے کہ صرف اسی بیوی کی طرف اس طرح سے جھکاؤ نہ ہو کہ دوسری کی طرف کوئی رغبت و میلان بھی نہ ہو اور نہ ان کے ساتھ کوئی انصاف ہو، اسی وجہ سے قرآن میں ہے ﴿ **ولن تستطیعوا أن تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة / النساء ۱۲۹** ﴾ اورتم ہرگز عورتوں کے درمیان انصاف نہیں کرسکو گے، اگر چہ کہ تم پوری کوشش کرو مگر تم ایک ہی کی طرف پوری طرح راغب نہ ہو جاؤ کہ اس دوسری بیوی کو معلق بنادو۔

جو شخص بلا ضرورت ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرتا ہے اور وہ عورتوں کے درمیان عدل و انصاف نہیں کرتا ایسے لوگوں کے متعلق احادیث میں سخت وعید آئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے ''**من کانت له امرأتان فمال إلی أحدھما فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامة وشقه ساقط** "(ترمذی ۱۱۴۰) جس کسی کی دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں کے درمیان انصاف نہ کرے ایسا شخص قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔

تعددِ ازدواج کی حکمتیں

اسلام نے ایک مرد کو ایک سے زائد عورتوں سے شادی کی جو اجازت دی ہے اس کی حیثیت مباح اور جائز کام کی ہے یہ کوئی واجب اور فرض حکم نہیں ہے کہ آدمی اس کو

اختیار کئے ہی رہے اور اس امر سے ہٹنے کی اس کو اجازت نہ ہو، بلکہ شریعت نے اس کی جو اجازت دی ہے وہ بھی خاص مصلحتوں پر مبنی ہے جن میں بالخصوص معاشرہ میں پھیلنے والے بگاڑ پر روک لگانا مقصود ہے اور ان حکمتوں کو اصلاً اس کی اجازت دینے والا اور انسانوں اور اس کائنات کا خالق ہی بہتر جانتا ہے، مگر ایک عقلمند ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرے اور مذہبی تعصب سے بلند ہو کر اس کے مصالح پر غور کرنا چاہے تو شریعت کے اس حکم کی مصلحتیں اس کی سمجھ میں بھی آسکتی ہیں، یہاں چند مصالح کو پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہیں کاش عقلمند لوگ اس کو سمجھ سکیں۔

۱۔ معاشرہ میں موجود وہ اشخاص جن کی خواہش ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی ہو اور ان کو ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کی اجازت نہ دی جائے تو ایسے اشخاص اپنی فطری خواہش کی تکمیل کے لئے غیر شرعی اور نا جائز کاموں کا سہارا لیتے، لہذا ایسے لوگوں اور پورے معاشرہ کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح کرلیں، ورنہ پھر زنا عام ہو کر معاشرہ کے اندر فساد و بگاڑ پیدا ہو جاتا جو معاشرہ کے لئے وبال بن جاتا، جس طرح کہ مغربی معاشرہ اور مغربی معاشرہ کی تقلید کرنے والے معاشرہ کا حال ہے۔

۲۔ اگر مرد کو تعدد ازدواج کی اجازت نہ دی جاتی تو عورتوں کو لوگ اپنی خواہش نفس کی تکمیل کا شکار بنالیتے، جس کی وجہ سے عورت کی عزت و شرافت بھی پامال ہوتی، اور پھر ان عورتوں سے پیدا ہونے والی اولاد کا نہ کوئی صحیح نسب محفوظ رہ جاتا، اور نہ ہی ان اولاد کو اپنے باپ کی محبت و پیار کا تحفہ ملتا، اس لئے تعدد ازدواج کی اجازت میں خود عورتوں کی عزت اور اس کا احترام اور اس کی شرافت پنہاں ہے۔

۳۔ عقلمند لوگ اس طرح بھی سوچ لیں کہ اگر ایک شخص کو اپنی بیوی سے محبت ہو، اور بیوی بھی اسے چاہتی ہو مگر عورت بیمار ہی رہتی ہو تو مرد کو اپنی فطری جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ دوسری عورت سے نکاح کر لے یا پھر زنا کا طریقہ اپنائے ،کوئی بھی سنجیدہ اور عقلمند انسان ایسے شخص کے لئے اس کے سوا کوئی مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ دوسری عورت سے شادی کر لے تا کہ اس کی جنسی خواہش کی بھی تکمیل ہو اور وہ زنا سے بھی محفوظ رہ سکے ،اسی طرح اگر عورت لاولد ہو اور بچہ جننے کے قابل نہ ہو اور مرد کو اپنی بیوی سے محبت بھی ہو بیوی کو بھی اپنے شوہر سے محبت ہو اور اس شخص کو بچوں کی بھی خواہش ہو تو ایسے شخص کی خواہش کی تکمیل کا صرف دو ہی طریقہ ہے، یا تو اس عورت کو طلاق دے اور دوسری عورت سے شادی کر لے، یا پھر اس عورت کو اپنے نکاح میں باقی رکھتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کر لے، اب عقلمند آدمی یہی کہے گا کہ ان دو میاں بیوی کے اندر جن میں آپسی محبت ہے تفریق کئے بغیر دوسری عورت سے شادی کی اجازت دی جائے اور پہلی بیوی کے ساتھ محبت و تعلق برقرار رکھے۔

۴۔ اسی طرح وہ عورتیں جن کو کسی وجہ سے ان کے شوہروں سے طلاق ہو گئی ہو وہ بیوہ عورتیں جن کے شوہر انتقال کر گئے ہوں، ایسی عورتیں کیا بغیر شوہروں کے ہی اپنی باقی زندگی پوری کریں، یا پھر ان کے مناسب جوڑے ان کے لئے مہیا کئے جائیں کہ جس سے ان عورتوں کی بھی جائز طریقہ سے جنسی اور فطری خواہش کی تکمیل ہو اور ان کے نئے بننے والے شوہر ان کی پوری طرح مالی ذمہ داری بھی اٹھا لیں کہ جس سے معاشرہ کا ایک بڑا مسئلہ حل ہو سکے ،اگر غور سے دیکھا جائے تو مرد عموماً جب دوسری بیوی

سے شادی کرتا ہے تو وہ عورت یا تو بیوہ ہوتی ہیں یا پھر مطلقہ، وہ عورتیں جو کنواری ہوتی ہیں بہت کم کسی ایسے مرد کے نکاح میں آتی ہیں جن کی پہلے سے کوئی بیوی ہو، اسی طرح اگر عورتوں کی کثرت ہو اور مردوں کی قلت ہو یا عورت خود سے کسی بیوی والے مرد سے نکاح کرنا چاہے تو اس میں کیا عیب ہے کہ وہ کسی ایسے مرد سے نکاح کرے جس کی کوئی بیوی ہو۔

اگر ان تمام امور کو غور سے دیکھا جائے تو تعدد ازدواج کی اباحت سے شریعت نے بہت سے مسائل کا نہ صرف ایک اچھا علاج تجویز کیا ہے بلکہ معاشرہ کے اندر رونما ہونے والے فساد و بگاڑ کے سدباب کے لئے اسے ایک تحفہ و انعام بنایا ہے۔

ایک وضاحت: یہاں ایک وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض مسلمانوں کا تعدد ازدواج کی اباحت سے غلط فائدہ اٹھانے کو دیکھ کر اسلام کے اس حکم کی حکمت و مصلحت سے اعراض اور چشم پوشی کرتے ہوئے اسلام پر اور اس کے احکامات پر اعتراض کرنا دانشمندی کے نہ صرف خلاف ہے بلکہ یہ عقل سے عاری ہونے کی دلیل ہے، یہ تو ان ناواقفوں اور جاہلوں کی غلط روی ہے جو تعدد ازدوج کی اباحت کے عمل سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے عورتوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں اور اپنے لئے جہنم کا عذاب مول لیتے ہیں۔

اسلام کے نزدیک تعدد ازدواج کی اباحت کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ اس سے عورتوں کے ساتھ ناانصافی کی جائے، یا ان پر ظلم وزیادتی کا اس کو بہانہ بنایا جائے بلکہ اسلام نے تعدد ازدواج سے نہ صرف عورتوں بلکہ معاشرہ اور اس میں بسنے والے افراد پر بڑا کرم کیا ہے، جس کا تذکرہ سابقہ صفحات میں گذر چکا، اگر مخالفین ٹھنڈے دلوں سے

اپنی آنکھوں پر سے تعصب اور اسلام دشمنی کی عینک اتار کر اس مسئلہ میں غور کرلیں تو ان کی سمجھ میں بات آسکتی ہے ورنہ پھر اسلام دشمنی اور تعصب کا کوئی علاج نہیں۔

تعدد ازدواج پر کئے جانے والوں کے اعتراضات کا مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل اور معقول جواب دیا جاتا رہا ہے، مگر اس مسئلہ کو وقتاً فوقتاً بالخصوص ہمارے ملک ہندوستان میں اٹھا کر مسلم پرسنل لاء کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہتی ہے، سابقہ سطور میں تعدد ازدواج کی اباحت کے مختصر اًفوائد اور حکمتوں کو بیان کرکے اسی کا جواب دینے کی کوشش کی گئی، ان سطور کے ساتھ تصویر کے دوسرے رخ کو بیان کرنے سے معترض کے اصل مقصد ومنشا کو سمجھنے میں آسانی ملے گی۔

بنی نوع انسان کی تہذیبی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مردوں نے اپنی تاریخ میں ہمیشہ ایک سے زائد بیویوں کو رکھا ہے، اور کبھی بھی اس پر پابندی عائد کرنے کی کوشش کی گئی تو وہاں داشتائیں رکھنے، آزاد جنسی تعلق استوار کرنے، زنا، اغواء اور عورت کے جنسی استحصال نے وبا کی شکل اختیار کرلی، اور معاشرہ میں اخلاقی اور جنسی جرائم میں برابر اضافہ ہوتا گیا اور معاشرہ جنسی بے راہ روی پر چل پڑا، ہمارے ملک ہندوستان میں تعدد ازدواج کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی غالب اکثریت ہندو مذہب والوں کی ہے، ممکن ہے مسلمان ان کی معاشرت سے متاثر ہوئے ہوں، ہندو مذہب میں عورت دان کرنے کی چیز ہے اور کسی چیز کا صرف ایک ہی مرتبہ دان ہوسکتا ہے، لہٰذا لڑکی کا دان بھی ایک ہی بار کیا جائے گا، جو عورتیں بیچاری جوانی میں بیوہ ہوجاتی ہیں ہندو مذہب میں ان کو شادی کی اجازت کسی حال میں بھی نہیں ہے، لہٰذا اگر ایسی عورتیں بیوگی سے اکتا کر، یا اپنے بڑھاپے کی خاطر اپنی زندگی

کے لئے کسی مرد کا سہارا تلاش کرلیں اور اس میں وہ کامیاب ہو جائیں تو ہندو مذہب اس کو بغیر شادی کے اس مرد کے ساتھ اس کے گھر جا کر رہنے کی اجازت دیتا ہے، چونکہ اس طرح رہنے پر کسی عورت کو قانونی اور مذہبی حیثیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے حقوق متعین ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ ہمیشہ اس خطرہ میں رہتی ہے کہ پتہ نہیں کہ کب اس کا مرد اس سے ناراض ہو کر یا اپنی اصلی بیوی کی باتوں میں آ کر اس کو گھر سے نکال دے، پھر بعد میں چل کر وہ کہیں کی نہ رہ جائے، مگر اسلام میں چونکہ اس طرح کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اسلام دوسری بیوی کے حقوق بھی اسی طرح واجب کرتا ہے جس طرح پہلی بیوی کے ہیں، اسی وجہ سے اہل شرک خواہ مخواہ اس پر چراغ پا ہیں، اگر وہ مذہب اسلام کی اس رعایت اور اس قانون کی حکمتوں کو جان لیں تو ان کا شبہ زائل ہو جائے۔

سب سے تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ ہندوستان کے ویدک دور میں کثرت ازدواج کا تعلق تھا، راجاؤں کے یہاں بھی چار طرح کی رانیوں کا تذکرہ ہندو مذہب میں ملتا ہے، ویدک زمانے میں برہمنوں میں بھی کثرت ازدواج تھا، ہندو مذہب کے بھگوان تصور کئے جانے والوں کے یہاں ایک سے زائد بیویوں کا تذکرہ نہ صرف صاف واضح الفاظ میں ہے بلکہ اس مذہب کی مذہبی کتابوں میں بھی اس کا صراحت سے تذکرہ موجود ہے۔(۱)

یہ امر بھی نہایت توجہ کے قابل ہے کہ اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت کے باوجود مسلمانوں میں بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں میں تعدد ازدواج کا تناسب ایک یا دو فیصد سے زیادہ نہ ہوگا، اور خود ہندوستان میں ہندوؤں کے اندر تعدد ازدواج کا رواج مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے، اس کی تصدیق ملک کی مختلف رپوٹوں سے کی جا سکتی ہے۔

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، سہ روزہ "دعوت" تحفظ شریعت نمبر، حصہ دوم ۳۵، ۳۹)

ایک شبہ

یہاں ایک شبہ یا ان کم فہم اشخاص کے اس اعتراض کی وضاحت کرتے ہوئے اس کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تعدد ازدواج کی مردوں کو تو اجازت دی گئی ہے مگر عورتوں کو کیوں اس کی اجازت نہیں کہ وہ ایک سے زائد مردوں سے شادی کرلے؟

اس بات کا سوائے اس کے کیا جواب دیا جائے کہ معترض مردوں اور عورتوں کی تخلیق وفطرت میں فرق کو پہچان نہیں پا رہے ہیں، کیا آج تک دنیا کی اتنی ترقی کے باوجود یہ ممکن ہوا ہے کہ مرد حاملہ ہوسکے؟ یا پھر عورت کے رحم میں پرورش پانے والے نطفہ کی حفاظت کیا اس کے بغیر ممکن ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے تعلق نہ رکھے؟ اگر ایک عورت ایک سے زائد مردوں سے بیک وقت اپنا تعلق رکھتی ہو تو اس سے پیدا ہونے والے بچے کا کون باپ کہلائے گا، کیا یہ ممکن نہیں ہوگا کہ اس بچہ کے سلسلہ میں ہر کوئی اپنا دعویٰ کرے یا ہر کوئی اس کا باپ بننے سے دستبردار ہوجائے، اور پھر اس بچہ کو باپ کی شفقتوں سے محروم کیا جائے، مغربی معاشرہ کی انارکی اور انتشار سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کاش عقلمند اپنی عقلمندی کا ثبوت دیتے۔

نکاح کے لئے عورت کا انتخاب

اسلام میں نکاح کا مقصو صرف جنسی خواہش کی تکمیل ہی نہیں، بلکہ زوجین میں مودت اور رحمت کے ساتھ زندگی بھر کی رفاقت اور ہم آہنگ خاندان کی تعمیر مقصود ہے۔

چنانچہ کامیاب شادی کا راز اس بات میں پنہاں ہے کہ اپنی زندگی کے دائمی ساتھی کا صحیح انتخاب کیا جائے، چونکہ شادی کے ذریعہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے جیون ساتھی بن جاتے ہیں، اور جس پر دونوں کی پوری زندگی کا دارومدار ہے، اس لئے دونوں کے لئے بہتر ساتھی کا انتخاب اس لحاظ سے نہایت اہم اور ضروری ہو جاتا ہے، چنانچہ وقتی فائدہ کو دیکھ کر اپنی دائمی زندگی کو برباد کرنے والا شخص عقلمند نہیں ہوسکتا، بلکہ میاں بیوی دونوں کو پوری طرح سے ایک دوسرے سے متعلق واقفیت ضروری ہے، شریعتِ مطہرہ نے اس جانب پوری توجہ دی ہے، لہذا کسی بھی عورت سے شادی کرنے سے قبل اس ترتیب سے آگے بڑھنا مفید ہوتا ہے۔

الف۔ زوجین کا ہر ایک دوسرے کے متعلق معلومات حاصل کرنا۔

ب۔ مخطوبہ کو دیکھنا۔

ج۔ پیغام بھیجنا۔

الف: زوجین کا ایک دوسرے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے معاملہ میں شریعت نے اس طرح رہنمائی کی کہ سب سے پہلی چیز جو ایک دوسرے کے اندر پائی

جائے وہ دینداری ہے، عورت کے لئے بھی اور مرد کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنے لئے دین دار ساتھی کا انتخاب کریں، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”**إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوّجوا**......الحديث (ترمذی ۱۰۸٤) جب تم کو ایسے لوگوں سے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق سے تم مطمئن ہوتو ایسے لوگوں سے نکاح کردیا کرو۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے ” **تنكح المرأة لأربع لمالها ، ولحسبها ، ولجمالها ، ولدينها ، فاظفر بذات الدين تربت يداك** “(بخاری ١٤٦٦) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت سے چار باتوں کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کی مالداری کی وجہ سے، یا اس کے خاندان کی وجہ سے، یا اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، یا اس کی دینداری کی وجہ سے، لہٰذا تم دیندار عورت کو انتخاب کرتے ہوئے کامیاب بن جاؤ۔

اس حدیث میں اولین چیز دینداری اور اخلاق کو ترجیح دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دینداری وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آدمی کے اندر پختہ ہوتی جاتی ہے، اور تجربہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق بہتر سے بہتر ہوتے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے زوجین میں دائمی الفت ومحبت استوار ہوتی ہے اور دن بدن زندگی ایک کامیاب زندگی بنتی جاتی ہے۔

۲۔ اس کے ساتھ ساتھ مزید جن چیزوں کی رعایت رکھنا چاہئے ان میں زوجین کا حسب ونسب ہے، لہٰذا یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں اچھے خاندان والے ہوں، جس سے دونوں کے مزاج میں ہم آہنگی ہوسکے، ایسا نہ ہو کہ ایک اعلیٰ اور شریف خاندان سے کسی رزیل اور گھٹیا اور نکمے قسم کے لوگوں کی شادی کرادی جائے، واضح رہے کہ ایسوں کا

اگر آپس میں نکاح ہو جائے تو نکاح صحیح ہوگا۔

۳۔ اسی طرح سے شریعت نے زوجین میں کفو کے حکم کے ذریعہ یہ بتایا کہ ایک گھٹیا پیشہ والے شخص کی شادی کسی اعلیٰ پیشے والے سے نہ کی جائے، فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ نائی، بھنگی، راستوں پر جھاڑو دینے والے شخص کا نکاح کسی اچھے تاجر یا عالم کی لڑکی سے نہ کیا جائے، اس لئے کہ اس سے مزاج اور عادات واطوار میں کوئی ہم آہنگی نہیں ہوگی، اسی طرح ایک فاسق وفاجر اور بدکار مرد ایک پاک دامن اور نیک سیرت عورت کا کفو نہیں بن سکتا، نیز مرد کے اندر کوئی مرض ہو، جیسے کوڑھ، برص وغیرہ ایسا شخص ایک صحت منداور عیوب سے پاک عورت کے لئے کفو نہیں بن سکتا ہے، اس لئے کہ یہ چیزیں تعلقات کے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اور نکاح کے مقاصد فوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

کفو کی ترغیب دیتے ہوئے حدیث میں فرمایا گیا ہے" تخیروا لنطفکم، وانکحوا الاکفاء، وانکحوا الیھم "(حاکم ۱۶۳/۲)

اپنے نطفوں کے لئے اچھی عورتوں کا انتخاب کرو، اور کفو سے نکاح کرو، اور کفو سے نکاح کراؤ۔

یہ حکم واجبی نہیں بلکہ اس کی حیثیت ترغیب کی ہے، لہٰذا اگر لڑکی خود یا اس کے ولی غیر کفو سے نکاح کردیں تو نکاح ہو جائے گا۔

۴۔ نکاح کے سلسلہ میں شریعت نے مرد کو یہ بھی ترغیب دی کہ باکرہ (کنواری) عورت سے نکاح کیا جائے۔

ایک حدیث میں اس طرف ترغیب دیتے ہوئے اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے" علیکم بالابکار، فإنھن أعذب افواھا، وأنتق ارحاما،

وأرضیٰ بالیسیر" (ابن ماجہ ۱۸۶۰)

تم کنواری عورتوں کا انتخاب کرو، اس لئے کہ وہ شیریں کلام، زیادہ بچہ جننے کی صلاحیت والی، اور کم مال پر قناعت کرنے والی ہوتی ہیں۔

حدیث میں جو وجہ بتائی گئی ہے وہ واضح ہے، اس لئے کہ شادی شدہ عورت دوسرے شوہر کو آزمائی ہوئی ہوگی، اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ وہ اس نئے شوہر کے ساتھ اپنے سابقہ تجربہ کی بناء پر وہ سلوک نہ کرپائے جو کنواری عورت کرسکتی ہے، نیز شادی شدہ عورت جب کچھ بچے جن چکی ہو تو بچہ جننے کی قوت اس کے اندر بنسبت کنواری عورت کے کمزور ہوگی، اسی طرح کم مال پر قناعت کرنے والی سے یہ بتایا گیا کہ اگر شادی شدہ عورت کو اس کا سابق شوہر مال ومتاع کچھ زیادہ دیتا رہا ہوگا تو اس نئے شوہر سے وہ اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ کی توقع رکھ سکتی ہے، جبکہ کنواری عورت کو اس معاملہ میں کوئی تجربہ نہیں ہوگا لہذا شوہر جتنا دے گا اس پر راضی اور خوش رہنے میں وہ اپنی کامیابی سمجھے گی۔

اسی طرح کنواری عورت اپنے شوہر کو پوری طرح سے اور دل سے چاہنے والی ہوگی، اس لئے کہ اس کو شوہر کی محبت کا اس سے قبل کوئی تجربہ ہی نہیں ہوا ہوگا اور وہ جب شوہر کی محبت اسی مرد سے پہچانے گی تو اس کا اپنا سب کچھ مرد کے لئے نچھاور کرنا آسان ہوگا، بنسبت شادی شدہ عورت کے، اس لئے کہ اس کو اس معاملہ میں دوسرے شوہر سے تجربہ ہو چکا ہوتا ہے، اسی وجہ سے بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت جابرؓ نے نکاح کرلیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت جابرؓ نے غیر کنواری سے شادی کی ہے تو پوچھا "**فهلا جارية تلاعبها وتلاعبك**" "تم نے کیوں نہ کنواری سے شادی کرلی ہوتی کہ تم دونوں ایک دوسرے سے خوب لطف اندوز ہوتے۔

(بخاری ۵۰۷۹)

۵۔ نکاح کے سلسلہ میں شریعت میں یہ بھی ترغیب ملتی ہے کہ ایسی عورت سے شادی کی جائے جو شوہر سے زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ جننے کی صلاحیت رکھتی ہو، چنانچہ ایک حدیث میں اس امر کی ترغیب ان الفاظ میں ملتی ہے **"تزوجوا الولود الودود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة"** (حاکم ۲/۱۶۲)

تم ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو بہت زیادہ بچہ جننے کے قابل ہو اور بہت زیادہ محبت کرنے والی ہو، اس لئے کہ میں تمہارے ذریعہ قیامت کے دن دوسری امتوں پر کثرت لے جاؤں گا، ایک حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

بچوں کے زیادہ جننے والی ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے گا کہ اس کے خاندان میں اس کی ماں یا بہن وغیرہ کے زیادہ بچے ہوں۔

ان باتوں کے ساتھ ساتھ اگر عورت کی خوبصورتی وغیرہ کی رعایت بھی رکھی جائے تو شریعت کی نظر میں یہ منع نہیں بلکہ مستحب ہے۔

ب۔ مخطوبہ کو دیکھنا

اگر کسی لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو یا کسی لڑکی والوں کی طرف سے پیغام آیا ہو تو لڑکی کو دیکھنا سنت ہے، چاہے لڑکی والوں کو اطلاع دے کر دیکھ لے یا ان کو اطلاع دئے بغیر دیکھے۔

اس سلسلہ میں حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے جب کہ انھوں نے نکاح کا ارادہ کرلیا اور ایک لڑکی کو پیغام بھیجنے کا پختہ عزم کرچکے تھے،

فرمایا '' أنظر إليها فإنه احرىٰ أن يودم بينكما '' (ترمذی ۱۰۸۷)

تم اس لڑکی کو دیکھ لو، اس لئے کہ یہ چیز تمہارے درمیان دائمی الفت ومحبت قائم رکھنے کے لئے بہت ہی بہتر ہے۔

اسی طرح دوسری بہت سی احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے بہت سے صحابہ کو مخطوبہ کو دیکھنے کا مشورہ دیا۔

لڑکی کو دیکھنے میں یہ امر ملحوظ رہے کہ صرف چہرہ اور ہتھیلیوں کو دیکھا جائے گا، اس کے علاوہ بدن کے دوسرے حصوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے، نیز لڑکی کو چھونا، یا اپنے ہاتھ سے انگوٹھی وغیرہ پہنانا، یا اس کے ساتھ بیٹھنا اور تصویر وغیرہ کھنچوانا سب حرام ہے، اسی طرح ناکح کے علاوہ دوسرے مردوں کو خواہ وہ خود ناکح کا بھائی ہو یا ناکح کا باپ وغیرہ، کسی کو لڑکی کو دیکھنا جائز نہیں ہے، نیز ناکح کو نسبت کے وقت یا نسبت کے بعد لڑکی کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا یا اس سے باتیں کرنا وغیرہ حرام ہے، لڑکی کے لئے بھی سنت ہے کہ اپنے منگیتر کو دیکھ لے۔

پردہ کے احکامات

مرد کے حق میں عورت اور عورت کے حق میں مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے

، قرآن میں ہے ﴿ قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكىٰ لهم، إن الله خبير بما يصنعون ، وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن / النور ۳۰-۳۱﴾

مؤمن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی

حفاظت کیا کریں یہ ان کے لئے بہت بہتر ہے، بیشک اللہ ان باتوں سے واقف ہے جو وہ کرتے ہیں، اور مؤمن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

لہٰذا ایک مرد کا نامحرم عورت کو اور ایک عورت کا نامحرم مرد کو صرف شدید ضرورت سے ہی دیکھنا جائز ہے، البتہ اپنی محرم کو دیکھنا جائز ہے مگر ناف سے لے کر گھٹنہ تک کا حصہ اپنی محرم کا بھی ہو تو اس کو بھی بلا ضرورت دیکھنا جائز نہیں ہے اور یہ حکم مرد و عورت کے حق میں یکساں ہے۔

عورت کو دیکھنے کی صورتیں

اجنبی مرد کے لئے اجنبی عورت کو دیکھنا مندرجہ ذیل موقعوں پر جائز ہے۔

۱۔ نکاح سے قبل اپنی منگیتر کو دیکھنا۔

۲۔ گواہی دینے کے لئے عورت کے بدن کے جس حصہ کو دیکھنے کی ضرورت ہو اس حصہ کو دیکھ سکتے ہیں۔

۳۔ حکیم اور ڈاکٹر وغیرہ کو دوا علاج کی خاطر بدن کے جس حصہ کو دیکھنے یا چھونے کی شدید ضرورت ہو اتنے حصہ ہی کو دیکھنا یا چھونا جائز ہے، اس سے زائد حصہ کو دیکھنا یا چھونا جائز نہیں ہے۔

۴۔ کسی فرض کی تعلیم دینے کے لئے عورت یا پھر محرم سے ضرورت پوری نہ ہو تب اس فرض کو سکھانے کی حد تک دیکھنا جائز ہے، بشرطیکہ پردہ کے پیچھے سے تعلیم دینا بھی ممکن نہ ہو۔

۵۔ خرید وفروخت کے لئے دیکھنا جائز ہے، اگر بغیر دیکھے خرید وفروخت ممکن ہی نہ ہو۔

ان کے علاوہ مواقع پر غیر محرم اجنبی عورت کو دیکھنا مرد کے لئے جائز نہیں ہے، البتہ عورتوں کو بغیر شہوت کے مردوں کو دیکھنے کی بعض علماء نے اجازت دی ہے، شادی کے موقع پر عموماً دلہن کو بٹھا کر تمام مردوں کو دکھایا جاتا ہے، اسی طرح بالغ یا قریب البلوغ بچیوں کو مخلوط تعلیم کی جگہوں پر بھیجنا یا پرائیوٹ استاذوں کے پاس بھیجنا وغیرہ درست نہیں ہے، اس سے سخت احتراز کرنا ضروری ہے۔

(مسئلہ) مرد کے لئے عورت کے جسم سے الگ ہونے والے بال وناخن اور مرد کے زیر ناف کے کٹے بالوں کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اس کو دفن کرنا ضروری ہے، اس سلسلہ میں آج کل بڑی بے احتیاطی کی جاتی ہے، لہذا اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

ج۔ پیغام بھیجنا

جب لڑکی اور اس کے گھر والوں کے تعلق سے پوری معلومات حاصل کرلی جائیں اور پورا اطمینان کرلیا جائے تو پیغام بھیجنا سنت ہے، اور یہ پیغام صراحۃً یا اشارۃً اس لڑکی کو بھیجا جائے گا جو کنواری ہو یا پھر غیر محرمات میں سے ہو، اگر شادی شدہ لڑکی کو پیغام بھیجنا ہو تو ضروری ہے کہ اس لڑکی کی اپنے شوہر سے طلاق، خلع یا وفات کے ذریعہ علیحدگی ہو چکی ہو اور اس سے اس کی عدت بھی مکمل ہو چکی ہو۔

اگر عورت اپنے سابق شوہر کی عدت میں ہو یہ عدت چاہے طلاق کی ہو یا عدت

وفات ہو، ایسی عورتوں کو عدت کے ختم ہونے سے پہلے پیغام بھیجنا حرام ہے، اور اگر عورت طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو تو پھر اس کو صراحۃً ہی نہیں بلکہ اشارہ اور کنایہ سے بھی پیغام بھیجنا حرام ہے۔

ہاں اگر عدت طلاقِ بائن کی ہو یا پھر عدتِ وفات ہو تو اشارہ و کنایۃ میں پیغام بھیج سکتے ہیں، صراحۃً پیغام نہیں بھیج سکتے، مگر نکاح تو عدت کے مکمل ختم ہونے پر ہی کیا جائے گا۔

قرآن میں ہے﴿ ولاجناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء أو أكننتم فی أنفسكم علم الله أنكم ستذكرونهن ولكن لاتواعدوهن سرا إلا أن تقولوا قولامعروفا ولاتعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله، واعلموا أن الله يعلم مافی أنفسكم فاحذروه واعلموا أن الله غفور حليم / بقرة ۲۳۵﴾

زمانہ عدت میں خواہ تم ان بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا ارادہ اشارہ کنایہ میں ظاہر کر دو، خواہ دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں، اللہ جانتا ہے کہ ان کا خیال تو تمہارے دل میں آئے گا ہی، مگر دیکھو خفیہ عہد و پیمان نہ کرنا، اگر کوئی بات کرنی ہے تو معروف طریقہ سے کرو، اور عقدِ نکاح کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے، خوب سمجھ لو کہ اللہ تمہارے دلوں کا حال تک جانتا ہے، لہذا اس سے ڈرو، اور یہ بھی جان لو کہ اللہ بردبار ہے اور معاف کرنے والا ہے۔

نسبت کے بعد پیغام بھیجنا

اگر کسی لڑکی کی نسبت کسی لڑکے سے طئے ہو رہی تو پھر اسی لڑکی کو دوسرا شخص پیغام نہیں بھیج سکتا، الا یہ کہ پہلا منگیتر اس لڑکی سے اعراض کر لے، یا پھر پہلا منگیتر اجازت

دیدے، یا لڑکی یا اس کے ولی کی طرف سے رد کردیا جائے۔

حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لا یخطب الرجل علی خطبة أخیه حتی یترك الخاطب قبله ، أو یأذن له الخاطب "(بخاری ۴۸۴٤)

کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام کے بعد اپنا پیغام نہ بھیجے جب تک کہ پہلا شخص چھوڑ نہ دے یا پہلا شخص اجازت نہ دے۔

(مسئلہ) اگر دوسرے کے پیغام پر پیغام بھیج دے اور نکاح کرلے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

نسبت کے لئے مشورہ

کسی شخص کے پیغام بھیجنے پر لڑکی یا لڑکے کے متعلق یا دونوں خاندانوں کے متعلق اگر کسی سے رائے و مشورہ لیا جائے تو صحیح صحیح حالات بتادینا چاہئے، حتی کہ اگر کسی عیب یا بدخلقی وغیرہ کا علم ہو تو اس کے متعلق بھی آگاہ کردینا چاہئے اور اس طرح بتانا غیبت میں داخل نہ ہوگا۔

لڑکی والوں کی طرف سے پیغام

لڑکی کے ولی کے لئے یہ سنت ہے کہ اپنی لڑکی کو جو شادی کی دہلیز پر پہونچ چکی ہو اس کی نسبت کی خاطر کسی نیک صالح اور متقی و پرہیزگار لڑکے کو اپنی طرف سے پیغام بھیجے قرآن پاک میں حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی صاحبزادی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغام بھیجنا مذکور ہے، اسی طرح حضرت عمرؓ کا اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے لئے اولاً حضرت عثمانؓ پھر حضرت ابوبکرؓ پھر اللہ کے رسول ﷺ کو پیغام بھیجنا احادیث میں مذکور ہے۔

نکاح کے ارکان

جب دونوں طرف سے نسبت طئے کردی جائے تو پھر بلاضرورت انتظار کے بغیر جلدنکاح کردینا چاہئے۔

ارکان نکاح:۔نکاح کے پانچ ارکان ہیں۔

۱۔ ناکح (لڑکا)

۲۔ منکوحہ (لڑکی)

۳۔ صیغہ (ایجاب وقبول)

۴۔ ولی (لڑکی کاباپ وغیرہ)

۵۔ شاہدین (دو گواہ)

۱۔ ناکح متعین ہوناضروری ہے، اورلڑکا ایساہوناچاہئے کہ اس سے نکاح ہوسکتاہو،کوئی شرعی رکاوٹ یاموانع نہ ہوں، جیسے لڑکالڑکی کے لئے اس کے محرم میں سے نہ ہویاپھرعمرہ یاحج کا احرام باندھے ہوئے نہ ہو۔(۱)

۲۔ اسی طرح لڑکی بھی متعین ہوناضروری ہے، اگرولی یہ کہے کہ میں نے کسی ایک بیٹی کوتم سے نکاح کردیاتولڑکی متعین نہیں ہوئی،نیزلڑکی ایسی ہوجس سے اس لڑکے

---

(۱) احناف کے نزدیک حالت ِاحرام میں نکاح کا پیغام بھیجنااورنکاح کرنا دونوں صحیح ہے۔

کا نکاح ہوسکتا ہو، کوئی شرعی رکاوٹ یا موانع نہ ہو، جیسے لڑکی لڑکے کے محرمات میں سے نہ ہو، یا پھر عمرہ یا حج کا احرام باندھے ہوئے نہ ہو۔

۳۔ صیغہ: لڑکی کے ولی یا پھر اس کے وکیل اور لڑکے کی طرف سے صیغہ کی ادائیگی ضروری ہے۔

مثلاً ولی یہ کہے "زوجتك ابنتی فاطمة" یا "انكحتك ابنتی فاطمة" اور اس کے جواب میں ناکح (لڑکا) فوراً کہے "قبلت تزویجها" یا "قبلت نكاحها" عربی میں الفاظ کی ادائیگی ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے، کسی بھی ایسی زبان میں جو دولھا اور ولی جانتے ہوں ان سے ایجاب وقبول کیا جائے تو نکاح ہوجائے گا۔(۱)

(مسئلہ) ایجاب ولی کی طرف سے ہوگا اور قبول لڑکے کی طرف سے، البتہ ناکح اور ولی میں جو پہلے کہے اس کو ایجاب اور بعد میں کہنے والے قبول کہہ سکتے ہیں۔

(مسئلہ) ایجاب وقبول ماضی کے صیغہ کی ساتھ ہونے چاہئے، مستقبل کا صیغہ نہ ہو۔

(مسئلہ) ایجاب وقبول مطلق ہونے چاہئے مخصوص مدت کے لئے کسی کو کسی کے نکاح میں دیا جائے، مثلاً ولی یہ کہے کہ میں نے میری بیٹی فاطمہ کا ایک سال یا ایک مہینہ کے لئے تم سے نکاح کردیا تو صحیح نہیں ہے، اسی طرح لڑکا یہ کہے کہ میں نے تمہاری بیٹی فاطمہ سے ایک سال یا ایک مہینہ کے لئے نکاح کرلیا تو یہ صحیح نہیں ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اس طرح کے نکاح کو نکاح متعہ کہا جاتا ہے اور اس طرح کچھ مدت کے

---

(۱) احناف کے نزدیک ایجاب وقبول میں "نکاح" یا "تزویج" کے لفظ کی ضرورت نہیں، ہر وہ لفظ جس سے ہمیشہ کی تملیک کے معنی معلوم ہو اس سے ایجاب وقبول کافی ہے۔ (رحمة الأمة ۲۱٦)

لئے نکاح کرنا حرام ہے۔

۴۔ ولی: کسی بالغ یا نابالغ کنواری یا شادی شدہ لڑکی کا نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں ہوگا۔حدیث میں ہے " **لانکاح إلابولی** " (ترمذی ۱۱۰۱) نکاح بغیر ولی کے نہیں ہوتا۔

لہذا اگر کوئی عورت خود سے اپنا نکاح بغیر ولی کے کرلے تو وہ نکاح نہیں ہوگا،حدیث میں ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' **أیما إمرأة نکحت بغیر إذن ولیھا فنکاحھا باطل ، فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل** "(أبوداؤد ۱۰۸۳) کوئی بھی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود اپنا نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے۔

اوراگر اس طرح کے نکاح سے مرد نے عورت سے ہمبستری کرلی ہو تو اس کی شرمگاہ کو حلال کرانے کا مہر ادا کرنا پڑے گا۔

اوراگر ولی آپس میں اختلاف کرلیں اور لڑکی کا نکاح نہ کرائیں تو حاکم (قاضی) اس لڑکی کا ولی ہوگا جس لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو۔

اگر بغیر ولی کے نکاح ہوجائے اور میاں بیوی ہمبستر ہوں تو اس حدیث کی بناء پر لڑکی کو مہر ملے گا اور دونوں میں تفریق کرائی جائے گی یا پھر ولی کے ذریعہ دوبارہ نکاح کرانا ہوگا۔(۱)

---

(۱) احناف کے نزدیک لڑکی کے نکاح کے لئے ولی ضروری نہیں ہے لہذا عاقلہ بالغہ لڑکی اپنی طرف سے کسی کو اپنا وکیل بنالے یا دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکا اور لڑکی ایجاب وقبول کرلیں تو ان کے نزدیک نکاح ہوجائے گا،البتہ ولی کا ہونا مندوب ومستحب ہے۔

(ہدایۃ ۳۱۳/۲،بدائع الصنائع ۲۴۸/۲)

ولی کون بنے گا؟

ولی بننے کے لئے کسی بھی شخص کے اندر ان اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہو (۵) مرد ہو (۶) بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں فتور نہ آیا ہو (۷) ثقہ ہو فاسق نہ ہو۔

اگر ولی بننے والے کے اندر مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اس کے بعد والا شخص ولی بنے گا۔

ولی بننے والوں کی ترتیب یوں ہے:

(۱) باپ (۲) پھر دادا (۳) پھر حقیقی بھائی (۴) پھر علاتی بھائی (۵) پھر حقیقی بھائی کا بیٹا (۶) پھر علاتی بھائی کا بیٹا (۷) پھر حقیقی چچا (۸) پھر علاتی چچا (۹) پھر حقیقی چچا زاد بھائی (۱۰) پھر علاتی چچا زاد بھائی، اسی طرح آگے تک عصبات کی ترتیب سے آگے بڑھیں گے، اگر عصبات میں کوئی نہ ہوں تو پھر شہر کا قاضی لڑکی کا ولی بنے گا۔

حدیث میں ہے "فالسلطان ولی من لا ولی له" (أبوداؤد ۱۰۸۳)

جس کا کوئی ولی نہیں حاکم اس کا ولی بنے گا۔

حاکم کا نائب چونکہ قاضی ہوتا ہے لہذا دوسرے عصبات نہ ہونے کی وجہ سے قاضی ولی بنے گا، اور وہ لڑکی جس کا کوئی ولی نہ ہو قاضی اس کا ولی بنے گا۔

(مسئلہ) چونکہ عصبات میں سب سے اول بیٹا پھر پوتا ہوتا ہے مگر نکاح کے سلسلہ میں کسی بھی عورت کا بیٹا یا پوتا اپنی ماں کا ولی نہیں بن سکتا۔

(مسئلہ) اگر ولی حالت احرام میں ہو تو پھر وہ ولی نہیں بن سکتا۔

حدیث میں ہے "لاینکح المحرم ولاینکح" (مسلم ۱٤۰۹) محرم شخص نہ نکاح کرسکتا ہے اور نہ نکاح کرا سکتا ہے۔

ولی بننے کے اعتبار سے عورتوں کی قسمیں:

ولی بننے کے اعتبار سے عورتوں کی دوقسمیں ہیں:

(۱) باکرہ (۲) ثیبہ

(۱) باکرہ سے مراد کنواری غیر شادی شدہ لڑکی، یعنی وہ عورت جس کی بکارت صحبت سے زائل نہ ہوئی ہو۔

(۲) ثیبہ سے مراد شادی شدہ عورت، یعنی وہ عورت جس کی بکارت صحبت کی وجہ سے زائل ہوئی ہو۔

ولی کی دوقسمیں ہیں:

(۱) ولی مُجبر (۲) ولی غیر مُجبر

ولی مجبر صرف باپ یا دادا ہوتے ہیں، اس کے علاوہ بقیہ اولیا ءولی غیر مجبر ہیں۔

لڑکی کی اجازت

ولی مجبر اپنی باکرہ مولیہ (لڑکی) کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے، مگر ضروری ہے کہ نکاح کفو سے ہوا ہو، البتہ ولی مجبر کے لئے اپنی باکرہ لڑکی سے اجازت لینا سنت ہے اور ثیبہ لڑکی کی اجازت لینا ضروری ہے، اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر نکاح نہیں کرا سکتے۔(۱)

---

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑکی ثیبہ ہو یا باکرہ ولی اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا۔ (البنایة علی الهدایة ٤/۱۱۸)

حدیث میں ہے "الأیم أحق بنفسها من ولیها، والبکر تستأذن فی نفسها وإذنها صماتها" (ترمذی ۱۱۰۸) ثیبہ اپنے سلسلہ میں اپنے ولی کے مقابلہ میں خود زیادہ حقدار ہے، اور باکرہ سے اس کی اجازت لی جائے گی، اور اس کا اجازت دینا اس کا خاموش ہونا ہے۔

چونکہ باکرہ (کنواری) لڑکی میں حیا زیادہ ہوتی ہے اور وہ اس سلسلہ میں صراحت سے جواب دینے میں شرماتی ہے، اس لئے اس کی خاموشی کو اس کی اجازت پر محمول کیا گیا ہے، اسی وجہ سے اگرچہ ولی مجبر کو اختیار ضرور ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرادے مگر مستحب اور سنت یہی ہے کہ اس سے اس امر میں اجازت لی جائے۔

ولی غیر مجبر باکرہ اور ثیبہ دونوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتے۔

(الإقناع ۲/۷۲، روضہ ۷/۵٤)

قاضی کن صورتوں میں ولی بنے گا؟

درج ذیل صورتوں میں اس علاقہ کا قاضی یا اس کا نائب ولی بنے گا۔

(۱) لڑکی کا کوئی ولی ہی نہ ہو۔

(۲) لڑکی کا قریب ترین ولی مسافت قصر سے باہر ہو اور اس ولی کا اپنا کوئی وکیل بھی موجود نہ ہو۔

(۳) ولی مسافت قصر کے اندر کہیں غائب ہو مگر اس کا پہنچنا یا آنا دشوار ہو۔

(۴) ولی کہیں روپوش ہو اور اس کا کوئی پتہ نہ ہو۔

(۵) کوئی بالغہ عاقلہ لڑکی اپنا نکاح کسی کفو سے کرانے کی ولی سے درخواست کرے مگر ولی نکاح کردینے کے لئے تیار نہ ہو۔

(مسئلہ) اگر لڑکی کے ولی مجبر نے اپنی باکرہ لڑکی کے لئے کسی کفو کا انتخاب کیا ہو مگر لڑکی نے اپنے لئے کسی دوسرے کفو کا انتخاب کیا ہو تو اس صورت میں قاضی ولی نہیں بن سکتا، بلکہ ولی مجبر کو اختیار ہے کہ اپنے منتخب کفو ہی سے اس کا نکاح کرائے۔

نکاح کی وکالت

مسائل

۱۔ ولی کو اختیار ہے کہ اپنی لڑکی کے نکاح کے سلسلہ میں کسی کو وکیل بنائے، یعنی دو گواہوں کے سامنے ولی اپنے وکیل کو صراحۃً اس طرح اجازت دے کہ اس لڑکی کا نکاح فلاں سے کردو۔

۲۔ ولی مجبر نے اگر وکیل بنایا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ لڑکی کی اجازت نیز شوہر کو متعین کئے بغیر کسی کو نکاح کرانے کی وکالت دے، البتہ اس صورت میں وکیل ولی سے بھی زیادہ محتاط بن کر نکاح کرائے گا۔

۳۔ ولی غیر مجبر کے لئے ضروری ہے کہ کسی کو وکیل بنانے سے قبل لڑکی سے اجازت لے پھر وکیل بنائے، اور اگر لڑکی نے لڑکے کو متعین کیا ہو تو ولی کے لئے ضروری ہے کہ وکیل سے بھی اس کی تعیین کردے۔

۴۔ لڑکا بھی اپنے نکاح کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے، جو لڑکے کی طرف سے نکاح قبول کرلے۔

۵۔ وکیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی وکالت کا ثبوت پیش کرے، دو گواہوں کے بغیر وکالت ثابت نہیں ہوتی۔

(۵) شاہدین (دو گواہ)

نکاح کے صحیح ہونے کے لئے پانچواں رکن دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، بغیر گواہوں کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

حدیث میں آیا ہے "لانکاح الابولی وشاھدی عدل وما کان غیر ذلك فھو باطل" (موارد الظمان ۱۲٤۷) نکاح ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا، اور جو بھی نکاح اس کے بغیر کر دیا جائے تو وہ باطل ہے۔

گواہ کون بنے گا؟

شریعت نے نکاح کی صحت کے لئے جس طرح گواہوں کا ہونا ضروری قرار دیا ہے اسی طرح گواہ بننے والے افراد کی بھی وضاحت کر دی ہے، لہذا وہی شخص نکاح میں گواہ بن سکتے ہیں جن کے اندر مندرجہ ذیل شرائط پائے جائیں۔

(۱) مسلمان ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) آزاد ہوں (۵) مرد ہو (۶) ثقہ ہو (۷) ایجاب وقبول کرنے والوں کی زبان سے واقف ہو (۸) گونگا نہ ہو (۹) بہرا نہ ہو (۱۰) وہ خود ولی نہ ہو۔

لہذا کسی مسلمان کے نکاح کا کوئی غیر مسلم گواہ نہیں بن سکتا، اسی طرح نابالغ غیر عاقل اور فاسق نیز عورت وغیرہ نکاح کے گواہ نہیں بن سکتے۔(۱) گونگے اور بہرے بھی گواہ نہیں بن سکتے، نیز ایجاب وقبول کرنے والوں کی زبان سے اگر گواہ واقف نہ ہو تو پھر وہ گواہی نہیں دے سکتا۔

---

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عادل ہونا اور مرد ہونا ضروری نہیں بلکہ فاسق گواہ بن سکتا ہے، اسی طرح ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن جائیں تو صحیح ہے۔ (رحمۃ الأمۃ ۲۱۵)

(مسئلہ) دونوں گواہوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت موجود رہیں تا کہ لڑکی کے اجازت دینے کے بعد وہ گواہ بن سکیں اور عقدِ نکاح کے گواہ بن سکیں۔

اسی لئے گواہ ایسے لوگوں کو بنانا بہتر ہے جو لڑکی کے محرمات میں سے ہوں تا کہ وہ لڑکی سے اجازت لینے اور اس کے اجازت دینے کو سن سکیں، اگر گواہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت موجود نہ رہیں تو گواہ بننا صحیح ہے۔ (مغنی المحتاج ۱۴۷/۳)

(مسئلہ) نکاح میں شاہدین (دو گواہ) کا محفلِ نکاح میں موجود رہ کر ولی اور ناکح کے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے، ایجاب وقبول سنے بغیر صرف نکاح نامہ پر دستخط کرنا کافی نہیں ہے۔ (الاقناع ۴۲۳/۲، بدائع الصنائع ۲۵۵/۲)

(مسئلہ) ولی خود گواہ نہیں بن سکتا، یعنی لڑکی کا باپ یا بھائی یا کوئی دوسرا ولی اگر اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو وکیل بنائیں اور خود نکاح کے گواہ بن جائیں تو صحیح نہیں ہے، البتہ لڑکی کے چند بھائیوں میں کوئی ایک ولی بنے اور دوسرے گواہ بنیں تو یہ صحیح ہے۔ (روضہ ۴۶/۷)

نکاح کے لئے قاضی کی ضرورت

نکاح کے انعقاد کے لئے قاضی، مولوی، رجسٹرار کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ فریقین ایک دوسرے سے اپنا نکاح کر سکتے ہیں، کسی دوسرے شخص کا نکاح پڑھانا ضروری نہیں ہے، اسلام میں پاپائیت کا کوئی تصور نہیں جس طرح عیسائیوں میں ہے۔

(مجموعۃ قوانین اسلام ۱۰۳/۱)

مہر اور اس کے احکام

نکاح کرنے پر مرد کے ذمہ یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مہر دے، مہر دینا مرد پر فرض ہے قرآن وحدیث سے اس کی فرضیت ثابت ہے۔

مہر کی کچھ تفصیلات سابقہ صفحات پر گذر چکی ہیں، یہاں مہر کے متعلق چند دوسرے مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ عقدِ نکاح میں مہر کا ذکر کرنا سنت ہے، اگر مہر عقدِ نکاح ہی کے موقع پر طے کر دیا جائے تو یہ آئندہ کے جھگڑوں اور تنازعات کا سدِباب بن جائے گا۔

۲۔ مہر کو معجّل یعنی نقد یا مؤجل یعنی ادھار دینا جائز ہے، لیکن اس معاملہ کو پہلے ہی طے کر لینا چاہیے۔

۳۔ مہر چونکہ بیوی کا اپنا خالص حق ہے، لہذا مہر معجّل (نقد) طے ہونے کی صورت میں اگر مہر ادا نہ کیا گیا ہو تو بیوی کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ مرد کو ہمبستر ہونے سے روک دے، البتہ ایک بار ہمبستر ہو چکنے کے بعد دوبارہ مہر ادا نہ کرنے کی صورت میں روکنا صحیح نہیں ہے، مگر مہر مؤجل طے ہونے کی صورت میں عورت شوہر کو ہمبستر ہونے سے روک نہیں سکتی۔

(۴) دو صورتوں میں عورت کو طے شدہ مہر پورا ملے گا۔

(۱) اگر شوہر نے اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی ہو تو شوہر پر اپنی بیوی کا پورا مہر

واجب ہوجاتا ہے،قرآن میں ہے ﴿ فما استمتعتم به منهن فآتوهن أجورهن فريضة / النساء ٢٤ ﴾

تم نے اپنی بیوی سے لطف اندوزی کی ہوتو ان کوان کامہر فرض کے طور پر ادا کرو۔

اسی طرح حدیث میں ہے ’’عن عمرؓ أیما رجل تزوج امراة ......فمسها فلها صداقها کاملا ‘‘(مؤطا ٥٢٦/٢) کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستر ہوتو اس عورت کو پورامہر ملے گا۔

(۲) زوجین میں سے کوئی ایک انتقال کرجائیں تو عورت کے لئے پورامہر واجب ہوجائے گا،چاہے ہمبستر ہونے سے پہلے ہی کیوں نہ انتقال کرجائے ،لہذا اگرشوہر انتقال کرجائے تو اس کی وراثت سے مہر کی مقدار بیوی کوادا کردی جائے گی ،اوراگر بیوی انتقال کرجائے تو طئے شدہ مہر شوہر پر لازم ہوگا جو بیوی کی وراثت میں شامل کیا جائے گا۔

نصف مہر ملنے کی صورت

ایک صورت میں عورت کوطئے شدہ مہر سے نصف مہر دیا جائے گا، اگرشوہر عقد نکاح کے بعد ہمبستری سے پہلے بیوی کوطلاق دیدے تو طئے شدہ مہر کی نصف مقدار کی عورت حقدار بنے گی اورنصف شوہر کوواپس کیا جائے گا۔

قرآن میں ہے ﴿ وإن طلقتموهن من قبل أن تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم بقرة ٢٣٧ ﴾ اگرتم نے ہمبستری سے پہلے ان کوطلاق دی ہو،اورتم مہر طئے کرچکے ہوتو طئے شدہ مہر کانصف (ادا کرو)۔

کل مہر سے محرومی

اگر بیوی ہمبستر ہونے سے قبل ہی شوہر سے علیحدگی کا مطالبہ کرتے ہوئے خلع لے، یا نکاح فسخ کرالے تو اس صورت میں عورت مکمل مہر سے محروم ہوجائے گی۔

مہر مثل

بعض صورتوں میں مہر مثل دینا شوہر پر واجب ہوتا ہے، مہر مثل سے مراد بیاہی جانے والی لڑکی کے آبائی خاندان میں اس جیسی لڑکی کا مہر ہو، جیسے بیوی کی بہنوں یا پھوپھیوں وغیرہ کو جو مہر مقرر کیا گیا تھا وہی مقدار مہر مثل کہلائے گی۔

مہر مثل کب واجب ہوتا ہے؟

درج ذیل صورتوں میں مہر مثل واجب ہوتا ہے، یعنی مرد پر ضروری ہوتا ہے کہ درج ذیل صورتوں میں عورت کو مہر مثل ادا کرے۔

۱۔ عقد نکاح فاسد ہو، یعنی نکاح کے ارکان میں سے کوئی ایک رکن چھوٹ جائے، جیسے بغیر گواہوں کے نکاح کردیا جائے اور اس نکاح سے شوہر اور بیوی ہمبستر ہوجائیں تو اس صورت میں نکاح فاسد ہونے کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق کی جائے گی اور لڑکی سے ہمبستر ہونے کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوجائے گا۔

۲۔ مہر کے سلسلہ میں شوہر اور بیوی کے درمیان اختلاف ہوجائے، مثلاً بیوی یہ کہے کہ مہر کی فلاں مقدار متعین کی گئی تھی شوہر کہے بلکہ اس سے کم مقدار متعین کی گئی تھی، یا بیوی کہے کہ مہر متعین کیا گیا تھا، اور شوہر کہے کہ مہر متعین نہیں کیا گیا تھا، لہذا اگر دونوں کی

باتوں پر کوئی ثبوت نہ ہوتو اس صورت میں مہر مثل متعین کیا جائے گا۔

۳۔ نکاح ہو جائے اور مہر متعین نہ کیا جائے اور ہمبستری سے پہلے شوہر انتقال کر جائے۔

۴۔عقدِ نکاح کے وقت سرے سے مہر ہی متعین نہ کیا گیا ہوتو مہر مثل واجب ہوگا۔

اس کے علاوہ بعض دوسری صورتوں میں بھی مہر مثل واجب ہوتا ہے، جیسے حرام مال یا دوسروں کے مال کو مہر مقرر کیا جائے۔

مہر مثل کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے ''عن عبداللہ بن مسعودؓ أنه سئل عن رجل تزوج امراة ،ولم یفرض لها صداقا ، ولم یدخل بها حتی مات ؟ فقال ابن مسعودؓ لها مثل صداق نسائها..... الحدیث (ابوداؤد ۲۱۱۴)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کرلیا مگر اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا اور اس سے ہمبستر ہونے سے پہلے انتقال کر گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عورت کو اس کی رشتہ کے عورتوں کے مثل مہر ملے گا۔

آگے حدیث میں ہے کہ ایک صحابی معقل بن یسارؓ اٹھے اور بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے قبیلہ کی عورت بروع بنت واشق کے سلسلہ میں یہی فرمایا تھا، یہ سن کر حضرت ابن مسعودؓ خوش ہوئے۔

جہیز

نکاح کے بعد لڑکی مرد کی بیوی بن جاتی ہے، لہذا اس کے اخراجات کی ذمہ داری اس کے شوہر پر عائد ہوتی ہے، مجلس نکاح میں صرف مہر کا ذکر کرنا سنت ہے، مہر کے علاوہ چیزیں لڑکا اگر اپنی طرف سے دے رہا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ نکاح کے ہی موقع سے دینا کوئی سنت نہیں ، اس سلسلہ میں فخر ومباہات کے طور پر لڑکی کو بہت سارے کپڑے اور زیورات وغیرہ لڑکے کی طرف سے دینا اور اس میں غلو اور اسراف کرنا صحیح نہیں ہے اور اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا ، البتہ اس موقع سے جو کپڑا یا سونا یا کوئی زیور اگر لڑکی کو دیا جائے، یا لڑکی کو نکاح کے موقع پر جو سونا کپڑا وغیرہ لڑکے کے رشتہ داروں یا لڑکی کے رشتہ داروں کی طرف سے ملتا ہے وہ سب کا سب لڑکی ہی کا ہے، اور وہی اس کی مالک ہوتی ہے، شوہر یا اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔

اسی طرح لڑکی کے رشتہ داروں کی طرف سے لڑکے کو بطور تحفہ جو چیز ملتی ہے وہ سب اس کی اپنی ہوگی اور وہی اس کا مالک ہوگا۔

عموماً جہیز کے نام سے جو بات مشہور ہے وہ یہ کہ لڑکے یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے لڑکی والوں سے بہت سامان جیسے نقد روپیہ، سونا، گاڑی وغیرہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے، شریعت کے اندر اس کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ لڑکی کے والدین اگر غریب یا متوسط

گھرانوں کے ہوتے ہیں تو وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح لڑکی کی شادی معمولی جہیز قبول کرنے والے یا سرے سے جہیز نہ لینے والے لڑکے سے ہو جائے بسا اوقات لڑکے والوں کی طرف سے جو مانگیں ہوتی ہیں اس کو سن کر ہی ایک شریف انسان شرما جاتا ہے، لڑکی والوں سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا اور ان سے طلب کر کے کوئی جہیز لینا ناجائز ہے، تعلیم سے دوری شریعت کے احکام سے ناواقفیت کی بناء پر بعض جاہل حضرات اس قدر نیچے اتر آتے ہیں کہ لڑکی کے جہیز نہ لانے پر لڑکی پر ظلم کیا جاتا ہے، مارا پیٹا جاتا ہے، اس کو اپنے میکے واپس کیا جاتا ہے اور بعض انسانیت سے گرے اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ لڑکی کو جان سے ہی مار دیتے ہیں، اس چیز کی نہ اسلامی شریعت میں کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی دوسری شریعتوں میں۔

جہیز کے مطالبہ کی لعنت سے معاشرہ کو بچانا ہر صاحبِ عقل کا کام ہے، اور اس کے خلاف سینہ سپر ہونے کی سخت ضرورت ہے، البتہ لڑکی کا والد اپنی لڑکی کو رخصت کرتے وقت یعنی شوہر کے گھر روانہ کرتے وقت محض اپنی خوشی سے کوئی چیز یا چند گھریلو استعمال کی اشیاء اگر لڑکی کو جہیز کے طور پر دے تو اس کی شریعت میں گنجائش ہے، خود رسول ﷺ نے اپنی اولاد کی رخصتی کے وقت ان کو کچھ مال دے کر رخصت کیا تھا۔

حدیث میں ہے **عن علیؓ "جهز رسول الله ﷺ فاطمة فی خميل وقربة و وسادة حشوها إذخر"** حضرت علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری تھی جہیز میں دیا۔

نکاح کی سنتیں

۱۔نکاح سے پہلے خطبۂ نکاح پڑھنا،رسول اللہ ﷺ سے خطبۂ نکاح سے متعلق جو الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ کتاب کے شروع میں گذر چکے ہیں۔

۲۔نکاح کے بعد زوجین کے حق میں برکت کی دعا کرنا۔

"عن أبی هريرة رضی الله عنه أن النبی ﷺ كان إذا رفأ إنسانا ، إذا تزوج قال بارك الله لك وبارك عليك وجمع بينكما فی الخير" (أبوداؤد ۱۳۰)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو شادی پر آپسی محبت کی دعا دیتے تو فرماتے "بارك الله لك وبارك عليك وجمع بينكما فی الخير" اللہ تمہارے لئے برکت دے، اورتم پر برکت نازل کرے، اورتم دونوں کے درمیان خیر کا ملاپ فرمائے۔

۳۔نکاح کا اعلان کیا جائے اوراس موقع پرخوشی کا اظہار کیا جائے "عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ اعلنوا هذا النكاح واضربوا عليه بالغربال"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح کا اعلان کرو اوراس میں دف بجاؤ۔(ترمذی ۱۰۸۸)

لہذا نکاح کے موقع سے دف بجانا جائز ہے،البتہ شرط یہ ہے کہ اس میں پڑھے جانے والے اشعار میں اچھے معنی ہوں اور شرکیہ کلمات وغیرہ نہ ہوں،اسی طرح میوزک وغیرہ کے بغیر ہوں۔(۱)

---

(۱) بہت سے علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ چھوٹی بچیوں کے ساتھ خاص ہے،یعنی یہ اشعار پڑھنے والی صرف چھوٹی بچیاں ہوں تو صحیح ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، فتح الباری، تحفة الأحوذی، کتاب النکاح)

۴۔نکاح مسجد میں کیا جائے،حدیث میں ہے ''اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد......الحدیث ''(ترمذی ۱۰۸۹) نکاح کا اعلان کرو اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو۔

۵۔نکاح کے بعد ولیمہ کرنا۔

اس سلسلہ میں تھوڑی تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

ولیمہ

عموماً عرف کے اعتبار سے ولیمہ اس خاص دعوت کو کہا جاتا ہے جو لڑکے کی طرف سے نکاح کے بعد کی جاتی ہے، ویسے ہر خوشی کے موقع پر کی جانے والی دعوت کو بھی ولیمہ کہتے ہیں۔

لڑکے والوں کو ولیمہ کرنا سنت ہے، رسول اللہ ﷺ سے ولیمہ کرنا ثابت ہے اور آپ ﷺ نے ولیمہ کرنے کی حضراتِ صحابہ کو ترغیب بھی دی ہے۔

ولیمہ میں کھانے کی کوئی مخصوص قسم یا کوئی مخصوص مقدار متعین نہیں ہے، البتہ مستطیع شخص کے لئے کم از کم ایک بکری سے ولیمہ کرنا افضل ہے، اور اپنی استطاعت کے مطابق بڑے سے بڑا ولیمہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

ولیمہ کا وقت نکاح کرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، نکاح سے پہلے دعوت کرنے پر ولیمہ کی سنت ادا نہیں ہوتی، البتہ ہمبستری کے بعد ولیمہ کرنا افضل ہے، آپؐ کا ازواج مطہرات سے نکاح ہونے پر ہمبستری کے بعد ہی ولیمہ ثابت ہے۔

(بخاری، باب الولیمۃ حق)

چونکہ شادی کا موقع خوشی کا موقع ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی کے طور پر اپنے متعلقین اور دوست احباب کو ولیمہ پر دعوت دینا سنت قرار دیا گیا ہے۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنا

ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے، چاہے نکاح کرنے والا خود بلائے یا دوسروں کے ذریعہ بلائے، حدیث میں آتا ہے "عن عبد اللہ ابن عمرؓ قال قال لی رسول اللہ ﷺ إذا دعی أحدکم إلی الولیمۃ فلیأتھا" (بخاری ۴۸۷۸، مسلم ۱۴۲۹)

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کر لینا چاہئے۔

اسی طرح ایک حدیث کے الفاظ یوں ہے "ومن لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ" (مسلم ۱۴۳۲) اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

(مسئلہ) ولیمہ کی دعوت قبول کرنے والے کے لئے حاضری اگر چہ واجب ہے مگر کھانا تناول کرنا واجب نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے "عن جابرؓ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ إذا دعی أحدکم إلی طعام فلیجب فإن شاء طعم وإن شاء ترک" (مسلم ۱۴۳۰) حضرت جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرو پھر اگر چاہے تو کھانا کھالے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

اعذارِ ولیمہ

ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے مگر حاضر ہونے کے وجوب کے لئے مندرجہ

ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اور ان شرائط کے نہ پائے جانے پر ولیمہ میں حاضر ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

۱۔ دعوت میں فقراء و مساکین اور عام اشخاص بھی مدعو ہوں، حدیث میں آتا ہے ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بئس الطعام طعام الولیمة، یدعیٰ إلیه الأغنیاء ویترک المساکین ..... الحدیث (مسلم ۱٤۳۲) برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی جائے اور مساکین کو نہ بلایا جائے۔

۲۔ داعی (دعوت دینے والا) اور مدعو (بلایا جانے والا) مسلمان ہو، چنانچہ غیر مسلم کی دعوت میں حاضری ضروری نہیں ہے، البتہ غیر مسلم داعی سے اسلام کے تئیں کسی خیر کی امید ہوتو دعوت میں حاضر ہونا جائز ہے۔

۳۔ دعوت ولیمہ میں پہلے یا دوسرے دن کے بجائے تیسرے دن دعوت دی جائے تو تیسرے دن کی دعوت میں پہلے دعوت میں شریک ہونے والوں کے لئے حاضری مکروہ ہے۔

اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "طعام أول یوم حق وطعام یوم الثانی سنة، وطعام یوم الثالث سمعة، ومن سمّع سمّع الله به"

(مسند أحمد ۲۸/٥)

پہلے دن کا کھانا حق ہے، دوسرے دن کا کھانا سنت ہے، اور تیسرے دن کا کھانا ریا اور دکھاوا ہے، اور جو دکھاوا کرے گا، اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

۴۔ دعوت تعلق یا محبت کی بنیاد پر دی گئی ہو، اگر مدعو کے ڈر سے یا مدعو سے کسی لالچ کی وجہ سے دعوت دی جائے تو دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے۔

۵۔ داعی ظالم یا فاسق وفاجر شخص نہ ہو، اگر ایسا ہو تو دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے۔

۶۔ داعی حرام مال سے دعوت نہ کر رہا ہو، اگر حرام مال سے دعوت کرے تو حاضری جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر داعی کا اکثر مال حرام ہو تو دعوت قبول کرنا مکروہ ہے۔

۷۔ دعوت کرنے والا بطور فخر ومباہات دعوت کرے تو حاضری جائز نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو آپس میں فخر ومباہات کرنے والوں کی دعوت سے منع فرمایا، فخر ومباہات سے مراد ایک دوسرے پر اپنی بڑائی دکھانے کے لئے دعوت کرنا۔

۸۔ دعوت گاہ میں کسی قسم کا منکر یا غیر شرعی کام نہ ہو رہا ہو، اگر دعوت ولیمہ کی جگہ پر کسی قسم کا منکر جیسے دسترخوان پر شراب ہو یا مردوں اور عورتوں کے درمیاں اختلاط ہو، یا دعوت گاہ میں کسی قسم کے جاندار کی تصویر وغیرہ لگی ہو، یا گانا و میوزک چل رہی ہو، اور ہماری حاضری سے اس منکر کے ختم ہونے کی امید بھی نہ ہو تو دعوت میں حاضری جائز نہیں ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کے گھر دعوت تھی آپ تشریف لائے اور باہر سے لوٹ گئے، جب حضرت فاطمہؓ وجہ دریافت کرنے گئیں تو فرمایا میرے لئے ٹھیک نہیں ہے کہ کسی ایسے گھر جاؤں جس کو سجایا گیا ہو۔

(ابوداؤد ۳۷۵۵)

ایک اور حدیث میں آتا ہے "من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلایقعدن علی مائدۃ یدار علیہا الخمر" (حاکم ۸۸/٤)

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں

شراب کا دور چلتا ہو، اگر ہماری حاضری سے منکر کے ختم ہونے کی امید ہو تو دعوت میں حاضر ہونا واجب ہے، تا کہ اس حاضری سے منکر کے زائل کرنے کا سبب بن جائے۔

(مسئلہ) اگر کئی ایک دعوت کرنے والے ہوں، یعنی ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر دعوت ہو تو پہلے جس شخص نے دعوت دی ہو اس کے گھر جانا چاہئے، اگر دونوں ساتھ دعوت دیں تو قریبی رشتہ دار کے گھر، اور اگر دونوں رشتہ میں برابر ہوں تو اس شخص کے گھر جس کا گھر قریب ہو، اگر گھر بھی دونوں کا ایک ہی فاصلہ پر ہو تو قرعہ ڈالنا چاہئے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو دعوت دینے والے آئیں تو اس کے گھر جاؤ جو تمہارے گھر سے قریب ہو، اس لئے کہ جس کا گھر قریب ہو گا وہ تمہارا قریبی پڑوسی ہوگا، اور جو پہلے دعوت دے تو پہلے دعوت دینے والے کے گھر جاؤ۔

(ابو داؤد ۳۷۵۶)

بعض علماء نے مندرجہ ذیل اعذار کی بناء پر دعوت میں حاضری کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۱۔ دعوت گاہ میں دربان سے اجازت لینی پڑتی ہو۔

۲۔ معذرت کرنے پر داعی عذر قبول نہ کرے۔

۳۔ دعوت کے وقت اس سے بھی کوئی اہم کام در پیش ہو، جیسے نماز جنازہ یا عدالت میں گواہی دینے کا کام ہو۔

۴۔ مدعو کو معین کر کے بلایا نہ جائے بلکہ عام اعلان یا بورڈ لگایا گیا ہو۔

۵۔ عورت کے لئے دعوت میں شرکت کے لئے شوہر کی اجازت نہ ہو۔

۶۔ دعوت صریح لفظ سے دینے کی بجائے اس طرح بلائے جیسے آپ آسکتے ہیں۔

۷۔ دعوت میں اتنی بھیڑ ہو کہ بیٹھنے کی جگہ نہ ہو۔

۸۔ دعوت میں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہو جن کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہ ہو۔

(مسئلہ) اگر سابقہ موانع اور اعذار میں سے کوئی سبب نہ پایا جائے تو حاضر ہونا واجب ہے، حتی کہ روزہ دار کو بھی حاضر ہونا واجب ہے پھر اگر قضا یا نذر کا روزہ ہو تو روزہ توڑنا حرام ہے، اور اگر نفل روزہ ہو نیز میزبان روزہ توڑنے پر اصرار کرے یا روزہ توڑنے سے میزبان کو خوشی ہوتی ہو تو روزہ توڑنا افضل ہے۔

(مسئلہ) اگر داعی اور مدعو کے درمیان عداوت و دشمنی ہو تو یہ چیز دعوت میں حاضری سے عذر نہیں بن سکتی۔

کھانے کی سنتیں

کھانے کے سلسلہ میں مختلف آداب کتب حدیث میں آئے ہیں، احادیث کے حوالہ سے ان آداب کو یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ کھانے سے پہلے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ دھونا، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کی برکت اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھویا جائے۔ (ابوداؤد ۳۷٦۱)

۲۔ ایک زانو یا دوزانو بیٹھ کر کھانا۔

ایک زانو یعنی داہنا پیر کھڑا کر کے بائیں پیر پر بیٹھنا، دوزانو یعنی نماز کی ہیئت میں بیٹھنا

۳۔ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر نہ کھانا، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری ۹۳۱۷)

۴۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، اگر ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یاد آنے پر "**بسم الله أوله وآخره**" پڑھنا۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جب تم میں سے کوئی کھائے تو بسم اللہ پڑھے، اگر کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو "**بسم الله أوله وآخره**" پڑھے۔ **(ابوداؤد ۳۷۶۷)**

۵۔ دائیں ہاتھ سے کھانا، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی چیز کو کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے، اور جب کسی چیز کو پئے تو داہنے ہاتھ سے پئے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ **(مسلم ۲۰۲۰)**

۶۔ اپنے سامنے سے کھانا، البتہ مختلف چیزیں ہوں تو جہاں سے چاہے کھا سکتا ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچہ سے فرمایا، بیٹے قریب آؤ، اللہ کا نام لو، اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ **(ابوداؤد ۳۷۷۷)**

۷۔ تین انگلیوں سے کھانا، رسول اللہ ﷺ جب کھانا کھاتے تو تین انگلیوں کو چاٹ لیتے۔ **(ترمذی ۱۸۰۳)**

۸۔ پلیٹ، پیالہ صاف کرنا، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی برتن میں کھانا کھائے پھر اس کو اپنی انگلیوں سے صاف کرلے تو وہ برتن اس کو دعا دیتا ہے۔ **(ترمذی ۱۸۰٤)**

۹۔ انگلیوں کو چاٹ لینا، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھالے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، معلوم نہیں کہ کس کھانے میں برکت

ہے۔ (ترمذی ۱۸۰۱)

۱۰۔ کھانے میں پھونک نہ مارنا حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے برتن میں پھونک مارنے یا سانس لینے سے منع فرمایا۔ (ترمذی ۱۸۸۸)

۱۱۔ دوران کھانا کوئی لقمہ یا دانہ گر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھانا، حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس کو صاف کر کے کھاؤ، اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑو۔ (ترمذی ۱۸۰۲)

۱۲۔ کھانے میں کسی قسم کا عیب نہ لگانا، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگاتے تھے، اگر پسند آتا تو کھا لیتے اور اگر پسند نہ آیا تو چھوڑ دیتے۔ (مسلم ۲۰٦٤)

۱۳۔ دستر خوان اٹھاتے وقت یہ دعا پڑھنا۔

''الحمد لله كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفي ولا مودع ولا مستغنى عنه ربنا'' (بخاری ٥٤٥٨)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت شکر، نہ اس کھانے سے کفایت کی جا سکتی ہے، اور نہ اس کو خیر باد کہا جا سکتا ہے، اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے، اے ہمارے پروردگار۔

۱۴۔ کھانے سے فارغ ہونے پر دعا پڑھنا۔

''الحمد لله الذی أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين'' (ابوداؤد ۳۸۵۰)

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

پینے کی سنتیں

۱۔کسی چیز کو پینا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔ (ابوداؤد ۱۰۰۰)

۲۔پانی وغیرہ ہوتو تین سانس میں پینا،حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین سانس میں پیا کرتے تھے۔ (ترمذی ۱۸۸۰)

۳۔بیٹھ کر پینا،حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا۔ (مسلم ۲۰۲٤)

۴۔پینے سے فارغ ہونے پر دعا پڑھنا،حدیث میں ہے کہ جب کوئی چیز پی چکوتو اللہ کی حمد وثناء بیان کرو۔ (ترمذی ۱۸۸۰)

کسی کے گھر مہمان بننے پر کھانے سے فارغ ہوتو یہ دعا پڑھنا سنت ہے ''اللهم أطعم من أطعمني ، واسق من سقاني ''(مسلم ۱۲۲٦)

اے اللہ تو اس کو کھلا جس نے مجھے کھلایا اور تو اس کو پلا جس نے مجھے پلایا ہے۔

ایک حدیث میں اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں " اللهم بارك لهم في ما رزقتهم فاغفرلهم فارحمهم" (مسلم ۵۳۲۸)

اے اللہ ان کو ان کی روزی میں برکت دے اور ان کی مغفرت فرما، اور ان پر رحم فرما۔

پھر یہ دعا پڑھے'' أفطر عندكم الصائمون ، آكل طعامكم الأبرار، وصلت عليكم الملا ئكة " (أبوذؤد ۳۸۵٤)

تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے تمہارے لئے دعا کریں۔

نکاح سے زوجین کو حاصل ہونے والے حقوق

تمام شرائط وارکان کے موافق نکاح کیا جائے تو وہ نکاح صحیح کہلاتا ہے، اور جس نکاح میں کوئی رکن چھوٹ جائے تو وہ نکاح فاسد کہلاتا ہے، نکاح صحیح ہونے کی صورت میں میاں بیوی کو درج ذیل حقوق حاصل ہوتے ہیں، اوراس کا اثر یہ ہوتا ہے۔

۱۔ دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں اور ہمبستر ہوں، یعنی زوجین کے لئے جنسی تعلق جائز ہوتا ہے۔

۲۔ عورت پر شوہر کے حکم کی پابندی اوراس کی اطاعت ضروری ہوجاتی ہے اور اپنے کو شوہر کی طلب پر ہمبستری کے لئے راضی رہنا اوراس کے گھر کی حفاظت ضروری ہوجاتی ہے۔

۳۔ عورت کو مہر کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔

۴۔ عورت کو ضروریات زندگی کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔(آخرالذکر ان تینوں کو تفصیلاً سابقہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے)

۵۔ نکاح کے بعد ہمبستری سے پیدا ہونے والے بچوں کا نسب ان سے ثابت ہوجاتا ہے، اوروہ ان کی جائز اولاد ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے" الولد للفراش وللعاهر الحجر "(مسلم : ۱٤٥٧) بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے، صاحب فراش سے مراد اس عورت کا شوہر کہ جس کے نطفہ سے بچہ پیدا ہوا ہو۔

۶۔ زوجین میں کسی کے انتقال پر دونوں ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں۔

شادی کا طریقہ

نکاح کے ارکان وفرائض نیز عقدنکاح کا سنتوں کے بعد یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا مقصود ومطلوب یہ ہے کہ شادی حتی الامکان مختصر اور نہایت سادے طریقہ پر کی جائے ،شادی میں فخر ومباہات یا نام نمود کی خاطر بے جا اسراف کرنا حرام ہے۔

قرآن میں ہے ﴿ إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين / بنی اسرائیل ۲۷ ﴾ بیشک اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

حدیث میں ہے کہ" أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة " (مسند أحمد ۸۲/٦) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا برکت کے اعتبار سے بڑھاہوانکاح وہ ہے جس میں معمولی اخراجات کئے جائیں۔

مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ شادی کونہایت سادگی سے انجام دیں ، بے جارسوم کا اگر معاشرہ میں رواج ہوگیا ہوتو نہایت حکمت کے ساتھ ان رسوم و رواج سے بچنے کی کوشش کی جائے ،بالخصوص اگر اہل ثروت اور مالدار لوگ شادی کو آسان اور مختصر طور پر انجام دیں تو یہ معاشرہ کے دوسرے افراد کے لئے ایک مثال بن سکتی ہے، اور معاشرہ کے دوسرے افراد کے لئے اس کو سادہ طریقہ پر انجام دینا آسان ہوسکتا ہے۔

اسلام کی سیدھی تعلیمات کے ہوتے ہوئے غیروں کی دیکھا دیکھی اور ان کی نقل اتارنے کی کوشش تباہی اور بربادی کا سبب بن سکتی ہے، اور اللہ کے حضور حاضری پر سخت گرفت اور سزا کا موجب ہے۔

معاشرہ کے اندر اپنے معیار کو بلند دکھانے کی خاطر اپنی طاقت وقدرت نہ ہونے

کے باوجود بڑے دھوم دھام سے شادی منانے کے لئے قرض ،حتی کہ سودی اداروں سے سودی قرض لینا یہ شریعت کے ساتھ ٹکراؤ کے سوا کچھ نہیں ہے ،ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ مشہور صحابی کا نکاح ہوجاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ تک کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی جب آپؐ اپنے جاں نثار صحابی کے کپڑوں پر عورتوں کی خوشبو کا اثر دیکھتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ یہ رنگ تمہارے کپڑوں پر کیسے آیا؟ بتایا کہ میں نے شادی کرلی ،اس پر آپ نے ان کو حکم دیا کہ ولیمہ کرلو۔

(بخاری : ٤٨٧٢ ، مسلم : ١٤٢٧)

معاشرہ کے اندر موجود رسوم کو مٹانے اور ان کو ختم کرنا چاہتے ہوئے بھی کچھ لوگ محض لوگوں کے طعنوں کے ڈر سے یا کسی اور وجہ سے اس کو ختم نہیں کرپاتے ،ان کے سامنے حضور ﷺ کی یہ حدیث ہونی چاہئے ''عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ من التمس رضا الله بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس ، ومن التمس رضا الناس بسخط الله وكله الله إلى الناس " (أبوداؤد ٢٤١٤)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے باوجود اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہے،تو اللہ اس کے لئے لوگوں کی تکلیف کی طرف کافی ہوجاتا ہے،اور جو شخص لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اللہ کی ناراضگی مول لیتا ہے تو اللہ اسے لوگوں کے حوالہ کرتا ہے۔

شبِ زفاف

نکاح کے بعد جب بیوی سے پہلی ملاقات ہو تو ان الفاظ میں دعا کرنا چاہئے ،

بعض روایات میں عورت کی پیشانی کے بال پکڑ کر دعا کرنا منقول ہیں۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَمَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ . (ابو داؤد ۲۱٦۰)

اے اللہ میں تجھ سے اس عورت کے خیر کو اور اس خیر کو جس پر تو نے اس کو بنایا ہے طلب کرتا ہوں، اور میں تجھ سے اس عورت کے شر اور اس شر سے جس پر تو نے اس کو بنایا ہے پناہ چاہتا ہوں۔

ہمبستری کی دعا

میاں بیوی جب ہمبستر ہوں تو اس دعا کا پڑھنا سنت ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (مسلم ۱۰۵۸)

اللہ کے نام سے اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا، اور جو بچہ تو ہمیں عطا کرے اسے شیطان سے بچا۔

آگے حدیث میں ہے کہ ہمبستری کے وقت میاں بیوی یہ دعا پڑھ لیں اور اس عمل میں اگر ان کے لئے بچہ پیدا ہونا مقدر میں ہو تو اس بچہ کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔

عورت سے لطف اندوزی

مرد کے لئے اپنی بیوی سے لطف اندوز ہونے کی شریعت اسلام نے پوری اجازت دی ہے، البتہ دو صورتیں حرام ہیں:

(۱) حالتِ حیض ونفاس میں عورت سے ہمبستر ہونا۔

قرآن میں ہے ﴿...فاعتزلوا النساء فی المحیض / بقرہ ۲۲۲﴾ عورتوں سے حالتِ حیض میں الگ رہو۔

اس آیت کے نزول پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے ہمبستری کے سب کچھ کر سکتے ہو، اس پر یہودیوں نے اعتراض کیا کہ یہ نبی تو ہر معاملہ میں ہماری مخالفت کے درپے ہے، چنانچہ دو مسلمان آپؐ کے پاس آئے اور یہ اجازت چاہی کہ ہم کو اس بات کی اجازت دی جائے کہ ہم حالتِ حیض میں بھی عورتوں سے ہمبستری کر لیں، اس پر رسول اللہ ﷺ بہت خفا ہوئے۔ (مسلم ۳۰۲)

(۲) عورت سے پچھلی شرمگاہ میں وطی کرنا۔

کئی ایک احادیث میں ان دونوں کاموں سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے، عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ "لاینظر اللہ إلی رجل أتی رجلا أو امرأۃ فی الدبر" (ترمذی ۱۱۶۵)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس شخص کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا جو کسی مرد سے اپنی ضرورت پوری کرے، (لواطت کرے) یا پھر عورت سے اس کی پچھلی شرمگاہ میں وطی کرے۔

بیویوں میں مساوات

اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو تمام بیویوں کے پاس رات گذارنے میں مساوات واجب ہے۔

ویسے عورت کے پاس رات گذارنا مرد پر واجب نہیں لیکن اگر کسی ایک بیوی کے

پاس رات گذارے تو تمام بیویوں کے پاس رات گذارنا واجب ہے، چاہے عورت بیمار رہے یا حالتِ نفاس یا حالتِ حیض میں رہے، البتہ شرط یہ ہے کہ عورت مرد کی مطیع ہو، اگر عورت ناشزہ (نافرمان) ہو تو پھر رات گذارنا واجب نہیں ہے (نشوز کا بیان آگے آرہا ہے)، یہاں بیوی کے پاس رات گذارنے کے تعلق سے چند مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر کسی ایک بیوی کے پاس ایک رات گذارے تو دوسری بیوی کے پاس بھی ایک رات گذارے۔

۲۔ کسی بیوی کے گھر ایک رات گذار کر اسی کے گھر میں رہتے ہوئے دوسری بیویوں کی باری پوری کرنے کے لئے ان کو اسی بیوی کے گھر میں بلانا صحیح نہیں ہے، بلکہ ہر بیوی کی باری میں اس کے گھر جا کر رات گذارے گا۔

۳۔ بیویوں کی اجازت کے بغیر ایک سے زائد بیویوں کو ایک ہی گھر میں رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ گھروں میں رکھنا ضروری ہے۔

۴۔ مرد کو اختیار ہے کہ ایک سے لے کر تین دن کی باری مقرر کردے، تین دن سے زیادہ مسلسل کسی ایک بیوی کے پاس رہنا صحیح نہیں ہے۔

۵۔ باری گذارنے میں اصل رات ہے اور دن اس کے تابع ہے، الا یہ کہ مرد رات میں ڈیوٹی انجام دیتا ہو تو پھر دن کی باری مقرر کرے گا۔

۶۔ جس عورت کی باری ہو بلا ضرورت دوسری کے پاس رات میں جانا جائز نہیں ہے اور ضرورت سے جانا جائز ہے جیسے عورت بہت بیمار ہو، البتہ جس کی باری نہ ہو اس کے پاس دن کے وقت بلا ضرورت شدیدہ جانا جائز ہے، مگر لمبی دیر تک اس کے

پاس رہنا صحیح نہیں ہے۔

۷۔ اگر کسی نئی بیوی سے شادی کرے اور وہ کنواری ہو تو اس کے پاس سات راتیں مسلسل گذارنا واجب ہے، اور اگر ثیبہ ہو تین راتیں گذارنا واجب ہے، پھر ہر ایک کے پاس باری باری جائے گا، اور اگر نئی بیوی ثیبہ ہو اور اپنے پاس سات راتیں گذارنے کی درخواست کرے تو مرد اس کے پاس سات راتیں گذار سکتا ہے مگر وہ بقیہ بیویوں کے پاس بھی سات راتوں کی قضا کرے گا۔(۱)

حدیث میں ہے ''عن أم سلمة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ للبکر سبع وللثیب ثلاث '' (مسلم ۱٤٦۰)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''باکرہ (کنواری) کے لئے سات راتیں اور ثیبہ کے لئے تین راتیں ہیں۔

۸۔ اگر کوئی بیوی اپنی باری والی رات کسی دوسری بیوی کے لئے شوہر کی اجازت سے دیدے تو جس کو وہ رات دی گئی ہے اس کے پاس دو راتیں مسلسل گذارنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس دو دو راتیں گذارا کرتے تھے۔ (بخاری : ٤٩١٤)

۹۔ جب سفر پر جانے کا ارادہ ہو اور کسی بیوی کو ساتھ لے جانا چاہے تو ان کے درمیان قرعہ نکالے گا اور جس بیوی کے نام قرعہ نکلے اس کو سفر پر لے جائے گا۔

حدیث میں ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں '' کان رسول اللہ ﷺ إذا أراد

(۱) احناف کے نزدیک نئی اور پرانی زوجہ میں تقسیم میں برابری ضروری ہے۔ (رحمة الأمة ۲۲٤)

سفرا اقرع بین نسائه ، فأیتهن خرج سهمها خرج بها " (مسلم ۲۷۷۰)

رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ نکالتے ،تو جس بیوی کے نام قرعہ نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔

البتہ اگر علاج معالجہ کی خاطر کسی بیوی کو باہر لے جانا ہو تو علاج کے بقدر ایام کے لئے بیمار بیوی کو لے جا سکتا ہے۔

۱۰۔ سفر کے ایام کی قضا دوسری بیوی کے پاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ منزل مقصود پہ پہونچ کر مقیم ہو جائے تو اقامت کے ایام کی قضا کرنا واجب ہے۔

نشوز (بیوی کی نافرمانی)

نشوز سے مراد عورت کا شوہر کے حکم کی نافرمانی کرنا ہے ،عورت کا اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا حرام ہے، اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

قرآن پاک میں ہے ﴿واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن / النساء ۳٤﴾ اور جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا خوف محسوس ہو تو انہیں نصیحت کرو اور سمجھاؤ۔

اور حدیث میں ہے "عن أبی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه ، فلم تأته ، فبات غضبان علیها لعنتها الملائکة حتى تصبح "

(بخاری ۵۱۹۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شوہر بیوی کو اپنے بستر پر بلائے تو وہ نہ آئے اور شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گذار دے تو ایسی عورت پر فرشتے صبح ہونے تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ آسمان والا ایسی عورت پر ناراض رہتا ہے جب

تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم کہ عورت اس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی ہے جب تک وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے۔

نشوز (عورت کی نافرمانی) کی شکلیں یہ ہیں:

۱۔ شوہر ہمبستری کے لئے بلائے اور عورت نہ آئے، الا یہ کہ وہ بیمار ہو یا حیض ونفاس کی حالت میں ہو۔

۲۔ شوہر بیوی کو اپنے گھر بلانے پر نہ آئے

۳۔ شوہر کی اجازت یا اس کی مرضی کے بغیر بلا کسی شدید عذر کے گھر سے باہر چلی جائے۔

۴۔ شوہر کی اجازت ومرضی کے بغیر سفر پر چلی جائے۔

۵۔ شوہر گھر پر آئے اور اس کے لئے دروازہ نہ کھولے۔

۶۔ شوہر پاس بلانے پر اپنی ضروریات میں مشغول رہے۔

۷۔ شوہر کو اپنے پاس آنے سے منع کر دے۔

شوہر جب اپنی بیوی کے اندر نافرمانی کے آثار دیکھے تو سنت یہ ہے کہ اس کو سمجھائے اور اپنے حقوق سے اس کو آگاہ کرتے ہوئے اللہ کے عذاب سے ڈرائے، اگر وہ سمجھانے کے باوجود نہ مانے تو اس کے پاس رات گذارنا چھوڑ دے، اگر اس طرح سے اس کی اصلاح نہ ہو سکے اور تھوڑی معمولی مار کے ذریعہ اس کی اصلاح ہو سکتی ہو اور سدھر جانے کا امکان ہو تو پھر اس کو ہلکی مار کے ذریعہ تنبیہ کرنے اور سمجھانے کی کوشش

کرے لیکن مارتے وقت خیال رہے کہ اس کو کسی طرح کا زخم نہ آئے، ہڈی نہ ٹوٹے، اور نہ ہی اس کے چہرے پر مارے، اور نہ کنپٹی وغیرہ نازک جگہ مارے، نیز سب کے سامنے نہ مارے، اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔

قرآن میں ہے ﴿**واللاتی تخافون نشوزھن ، فعظوھن ، واھجروھن فی المضاجع ، واضربوھن ، فإن أطعنكم فلاتبغوا عليهن سبيلا ، إن الله كان عليا كبيرا / النساء : ٣٤**﴾

اور وہ عورتیں جن سے تمہیں نافرمانی کا اندیشہ ہو ان کو سمجھاؤ اور ان کے ساتھ بستر پر سونا چھوڑ دو، اور ان کو مارو، اور اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان پر خواہ مخواہ دست درازی کے لئے بہانہ مت تلاش کرو، یقین رکھو کہ اللہ بلند اور بڑا ہے۔

(مسئلہ) عورت اگر نافرمانی کرے تو وہ اپنے نفقہ (اخراجات) اور باری سے محروم ہو جاتی ہے، شوہر پر اس کے اخراجات اور رات گذارنا واجب نہیں رہتا۔

اگر مرد کے اندر بیوی یہ دیکھے کہ وہ اس کی خبر نہیں لے رہا ہے یا اس سے خفا رہتا ہے اور اپنے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہا ہے، تو بیوی کے لئے سنت ہے کہ وہ اپنے شوہر کو بھلے طریقہ سے سمجھائے اور اس کے سامنے حقوق کی ادائیگی کی اہمیت اجاگر کرے، اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی پر ہونے والے عذابِ الٰہی سے اس کو واقف کرے۔

طلاق

شرعی اصطلاح میں طلاق سے مراد اس قید کو اٹھا دینا (ختم کرنا) جو مرد وعورت کے درمیان نکاح کے شرعی طریقہ پر قائم ہوئی ہو۔یعنی طلاق سے مراد علیحدگی ہے،اس کا حق مرد کو دیا گیا ہے،اس کے ذریعہ مرد نکاح کے رشتہ کو ختم کرتے ہوئے بیوی کے حقوق زوجیت سے دست بردار ہوتا ہے۔

جہاں تک طلاق کا تعلق ہے، اس کے احکامات سے واقفیت سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ شریعت کے اندر طلاق کی مشروعیت عورتوں پر ظلم کے لئے نہیں ہے، بلکہ میاں بیوی کا رشتہ ایک ایسا مضبوط رشتہ ہونا چاہئے کہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے ایسی زندگی گذارنے لگیں کہ وہ ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اپنے بچوں کی صحیح تربیت کرسکیں،اسی وجہ سے شریعت کے اندر دونوں کے حقوق پوری صفائی اور وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، جب میاں بیوی ان حقوق کی رعایت کرتے ہوئے زندگی گذاریں گے تو طلاق کے ذریعہ میاں بیوی کو الگ ہونے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی ،اسی وجہ سے اچھے خاندانوں میں جہاں اسلامی آداب واحکام کا پورا پاس ولحاظ رکھا جاتا ہے وہاں پر طلاق کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔

مگر جب میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کے بغیر زندگی گذارنے

لگیں، جیسے مرد کے اندر اپنی بیوی کے جائز اور واجب مطالبات پورا کرنے کی استطاعت نہ رہ جائے، یا عورت بار بار سمجھائش کے باوجود مرد کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہے، تو دونوں کے درمیان نفرت رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے پختہ ہونے لگے گی، ایسی حالت میں اگر اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے اور اس صورت میں اگر دونوں میاں بیوی کو ایک ساتھ زندگی گذارنے پر مجبور کیا جاتا اور دونوں میں جدائی کی اجازت نہ دی جاتی تو یہ دونوں کے لئے وبالِ جان بن جاتا اور زندگی ان کے لئے عذاب بن جاتی، اس لئے ان حکمتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دونوں کو جدائی کا حکم دیا گیا، تاکہ دونوں الگ ہو کر اپنی اپنی راہ تجویز کرلیں اور دونوں کے لئے کوئی بہتر صورت پیدا ہو سکے، اسی وجہ سے قرآن پاک میں آیا ہے ﴿ وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ وکان اللہ واسعا حکیما / النساء : ۱۳۰ ﴾ اور اگر دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ دونوں کو اپنی وسعت سے غنی کر دے گا، اور اللہ وسعت اور حکمت والا ہے۔

اگر مرد نے طلاق کو تمام اصلاح کے طریقوں کو اپنانے کے بعد بطور آخری علاج کے اختیار کیا ہو تو اس کا یہ عمل صحیح ہوگا، اور اگر اس نے اس کو اپنی خواہش نفس کی تکمیل یا عورت پر ظلم کے لئے بطور وسیلہ اختیار کیا ہو تو یہ شریعت کی نظر میں مذموم ہوگا، ایسے لوگوں ہی کے متعلق حدیث میں آیا ہے " ابغض الحلال إلی اللہ الطلاق " (ابوداؤد ۲۱۷۸) حلال کاموں میں اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ کام طلاق دینا ہے۔

قرآن پاک میں میاں بیوی کے درمیان تعلقات کے بگڑنے کی صورت میں حکم دیا گیا کہ اولاً اس کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ سمجھایا جائے اور اپنے حقوق کو یاد دلایا جائے پھر جب یہ طریقہ کارگر نہ ہو اور بار بار سمجھائش کے باوجود عورت صحیح راستہ پر نہ آئے تو

اس کے ساتھ کچھ دنوں کے لئے بات چیت کرنا بند کرے اور اس کے ساتھ بستر پر سونا چھوڑ دے تا کہ اس کی اصلاح ہو سکے اگر اس طریقہ پر بھی اس کی اصلاح نہ ہو سکے تو پھر اس کو ہلکی سی مار ماری جائے ، پھر ان سب طریقوں کو اپنانے کے بعد اگر عورت کی اصلاح ہو جائے تو قرآن کہتا ہے ﴿ **فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا إن الله كان عليا كبيرا / النساء : ۳۴** ﴾ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگ جائیں تو ان پر خواہ مخواہ دست درازی کا بہانہ مت تلاش کرو، بیشک اللہ بڑا اور بلند ہے۔

معاشرہ کی بے احتیاطی

معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑا بنانا، اور اصلاح کے طریقہ کو اپنائے اور عورت کو مہلت دیے بغیر طلاق دینا، یا بغیر کسی سبب کے عورت کو طلاق دینا، عورتوں پر ظلم ہے، اور اللہ ظالموں کو کبھی نہیں بخشتا، اور مظلوموں کی دعا اللہ ضرور قبول کرتا ہے، اس لئے ان افراد کو سوچنا چاہئے جو اس معاملہ میں جلد بازی کر بیٹھتے ہیں، شریعت اسلام نے جب طلاق کو بالکل آخری علاج بتایا ہے تو اس کا طریقہ یہ بتایا کہ عورت کو ایسے طہر (پاکی) میں طلاق دی جائے جس طہر میں اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو، اسی طرح حیض کی حالت میں یا حالتِ حمل میں بھی عورت کو طلاق دینے سے منع کیا گیا، گویا تمام اصلاح کے طریقوں کو اپنانے کے بعد سوائے طلاق کے کوئی صورت باقی نہ رہنے کے باوجود بھی ایسی حالتوں میں طلاق دینے سے منع کرتے ہوئے مرد کو مزید صبر کا حکم دیا گیا۔

مزید برآں طلاق کا یہ طریقہ بھی بتایا گیا کہ اگر طلاق دینا ناگزیر بن گیا ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے پھر اس عورت کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ شوہر ہی کے گھر میں عدت گذارے، اس دوران اگر شوہر کے دل میں پھر اپنی بیوی کی محبت عود کر آئے اور اس کو وہ

اپنی زوجیت میں واپس لینا چاہے تو بغیر کسی نکاح کے اس کو پھر اپنی زوجیت میں لینے کا اختیار دیا گیا، یعنی رجوع کا حق دیا گیا، حتی کہ اگر عدت گذر بھی جائے اور مرد پھر اسی عورت کو اپنی زوجیت میں لینا چاہے تو نکاح کے ذریعہ اپنی زوجیت میں لینے کی اجازت دی گئی۔

اگر شریعت کی اس ترتیب اور حکمت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ میاں بیوی کا رشتہ ایک مقدس رشتہ ہے، اور اس رشتہ کو شریعت بلا کسی سبب کے ختم کرنے سے منع کرتی ہے اور حتی الامکان اس رشتہ کو باقی رکھنے پر زور دیتی ہے۔

شریعت کی اس ترتیب کے بعد ذرا وہ لوگ ٹھنڈے دل سے غور کریں جو بلا کسی سبب اور اصلاح کے طریقوں کو اپنائے بغیر عورتوں کو طلاق دے ڈالتے ہیں، نیز وہ لوگ جو ایک ہی مجلس میں عورتوں کو تین طلاق ایک ساتھ دے ڈالتے ہیں وہ عورتوں پر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں، اور شریعت کے حکموں کو توڑ کر وہ اخروی اعتبار سے خود اپنے اوپر کس قدر ظلم کر رہے ہیں، ذرا ایسے لوگ اللہ کے حضور حاضری اور اس کے عذاب پر غور کریں اور یہ سمجھ لیں کہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا مل کر رہے گی۔

مسلم پرسنل لاء پر اعتراض کا جواب

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض مذاہب کے اندر نکاح ہو جانے کے بعد تفریق یعنی جدائی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جیسا کہ ہندو مذہب میں ہے، اسی وجہ سے اس مذہب کے بہت سے پیروکار مسلم پرسنل لاء پر جو اعتراضات اٹھاتے ہیں ان میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام میں مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے، جب کہ عورت کو اس کا حق نہیں دیا گیا، اس اعتراض کا بھی آخر کیا جواب دیا جائے، پتہ

نہیں اس طرح کے اعتراضات کرنے والے کس دنیا میں رہتے ہیں یا کس خلاء میں وہ پرواز کرتے ہیں، شاید وہ اس دنیا میں نہیں رہتے ہیں، اس لئے کہ عالمی سطح پر آج کے اس ترقی یافتہ دور میں یہ بات تسلیم کی جاچکی ہے کہ دنیا میں جس شخص پر جتنی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہے اس کو اتنے ہی زیادہ اختیارات بھی حاصل ہوتے ہیں، جیسے کسی شخص کو ملازمت سے برطرف کرنے کا حق صرف افسر کو دیا جاتا ہے، اس لئے کہ اس پر ذمہ داری بھی زیادہ ڈالی جاتی ہے، کسی بھی ماتحت کو دنیا کے کسی گوشہ میں یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ جب چاہے اپنے افسر کو برطرف کرے، حتی کہ حقوق کی اس تقسیم میں جنسی امتیاز کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا، اور نہ ہی دنیا والوں نے اس کو عدم مساوات یا ظلم سے تعبیر کیا ہے، اسلام نے خاندانی نظام میں مرد و عورت کے درمیان حقوق و فرائض کی تقسیم فطری تقاضوں اور معاشرتی ضرورتوں کے پیش نظر اس طرح کی ہے کہ عورت کو معاشی ذمہ داریوں سے کلی طور پر فارغ کردیا ہے، اور معاش کی مکمل ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے، چنانچہ مرد کو اپنی اس امتیازی خصوصیت کی بناء پر خاندان کے افسر اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہے، تاکہ خاندان کا نظام خوش اسلوبی سے چل سکے، اسی وجہ سے اگر عورت خاندانی نظام کو چلانے میں ناکام ہو اور وہ مرد کے ساتھ تعاون نہ کرے تو اسلامی قانون کے مطابق مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے اور یہ عالمی تسلیم شدہ قانون کے عین مطابق ہے۔

ابھی سطور بالا میں طلاق کا حق مرد کو دئے جانے کے متعلق اس کی ترتیب اور حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا جاچکا ہے کہ مرد بار بار سوچنے اور اصلاح کی بار بار کوشش کرنے کے بعد ہی بالکل آخری حربہ کے طور پر اس حق کو استعمال کرے، اس حق کو انتہائی سوجھ بوجھ اور ذمہ داری سے استعمال کرنے کے لئے اور عورت کو

استحصال سے محفوظ رکھنے کے لئے تین طلاق کے بعد حلالہ کی دشوار گذار شرط بھی عائد کی گئی۔

اسلام نے اس کے علاوہ خود عورت کو بھی اپنے مرد سے خلع طلب کرنے کا حق دیا ہے، یا قاضی کے ذریعہ مرد کی طرف سے حقوق کی عدم ادائیگی کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا بھی اختیار دیا گیا ہے، جب کہ جدید نظامِ حکومت میں کسی بھی ماتحت کو اپنے افسر کے سلسلہ میں یہ اختیار حاصل نہیں ہے، بلکہ اس کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر افسر سے خوش اسلوبی سے اس کا معاملہ نہیں چل سکتا تو وہ اپنی ملازمت سے استعفٰی پیش کرے، اسلام نے عورت کو اپنے ناپسندیدہ شوہر سے خلع طلب کرنے کا جو اختیار دیا ہے یہ تو انصاف اور عدل کے عین تقاضہ کے مطابق ہے۔

چونکہ مسلم پرسنل لاء پر اعتراض کرنے والے زیادہ تر ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، مشکل یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے مسلم پرسنل لاء سے قانون لے کر اس کو اپنے ہندو معاشرہ پر منطبق کر کے دیکھتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد کو طلاق کا حق دینا ہندو معاشرہ میں عورت کے لئے گوناگوں مصائب و مشکلات کا سبب بنتا ہے، بلکہ اس کے لئے تو بسا اوقات یہ عذاب بن جاتا ہے، اس لئے کہ ہندو معاشرہ میں بیوہ اور مطلقہ کی اس قدر بڑی درگت ہو جاتی ہے کہ اس معاشرہ میں بیوہ عورت انتہائی منحوس سمجھی جاتی ہے، اس کو انتہائی حقیر و ذلیل تصور کیا جاتا ہے، ساسیں اپنی بہو کو اور مائیں اپنی بیٹی کو ایسی عورت کے پاس بیٹھنے بھی نہیں دیتیں، سہاگن عورتیں ان سے دور رہتی ہیں، معاشرہ میں ایسی عورتوں کا چلنا پھرنا محال بن جاتا ہے، مگر مسلم معاشرہ کا جہاں تک تعلق ہے مطلقہ یا بیوہ کو اس معاشرہ میں ذلیل و کمین نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اس کے عزت و وقار پر بھی کوئی

فرق نہیں آنے پاتا، اسلام شوہر کی موت کو بیوی کی نحوست نہیں قرار دیتا بلکہ مرد کی طرح اس کو معزز تسلیم کرتے ہوئے اس کو دوسری شادی کی اجازت دیتا ہے، بلکہ اس پر اس کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے اور معاشرہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ بیوہ عورت کو سمجھا بجھا کر دوسری شادی کے لئے آمادہ کرے، تاکہ شوہر کی موت یا طلاق کی وجہ سے وہ ذہنی، جسمانی اور جنسی ناآسودگی میں مبتلا نہ ہونے پائے کہ کہیں اس سے اس کی ترقی معکوس نہ ہونے لگے، اس سلسلہ میں خود رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات پر غور کیا جائے، سوائے حضرت عائشہؓ کے آپؐ نے جتنی شادیاں کیں تمام بیوہ یا مطلقہ عورتوں سے کیں، آپؐ نے خود اپنے عمل کے ذریعہ بیوہ یا مطلقہ سے شادی کرنے کا نہ صرف حوصلہ دیا بلکہ اور اس معاملہ کے خیر و بہتر ہونے کا یقین دلایا، جن حضرات نے ہندو معاشرہ میں مطلقہ یا بیوہ کی درگت دیکھی ہو ان کی سمجھ میں یہ بات کیسے آسکتی ہے کہ شوہر کو طلاق کا حق دینا مسلم معاشرہ میں عورت کے لئے مسائل نہیں پیدا کرتا، لہٰذا اسلام میں مرد کو عطا کئے گئے اس حق پر اعتراض کرنا بینا سمجھی کی دلیل ہے۔

ایک غلط فہمی

طلاق کے معاملہ میں عموماً عام لوگ اس غلط فہمی کے شکار رہتے ہیں کہ جب تک عورت کو طلاق دینے کے لئے طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال نہ کریں طلاق نہیں ہوتی، اس لئے بغیر سوچے سمجھے ایک ساتھ تین طلاق دے بیٹھتے ہیں، اسی لئے اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سابقہ صفحات سے اچھی طرح معلوم ہوا ہوگا، کہ آدمی اپنی بیوی سے صرف یہ کہے

کہ ''میں نے تجھے طلاق دی'' تو عورت کو اسی وقت طلاق پڑ جاتی ہے، چاہے یہ الفاظ اس نے غصہ میں یا شراب وغیرہ کے نشہ میں یا مذاق میں کہے ہوں، اس کو مزید الگ سے ''طلاق دیا'' بار بار کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر دو مرتبہ دہرایا گیا ہو تو دو طلاق رجعی اور تین مرتبہ دہرانے پر تین طلاق ہوگی، اگر تین مرتبہ کہنے کی وجہ سے طلاق ہوئی ہو تو پھر بغیر حلالہ کے عورت سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

اگر میاں بیوی کے اختلافات اس نتیجہ تک پہنچ جائیں کہ مفاہمت کی کوئی صورت نظر نہ آئے اور حالات اس موڑ تک آگئے ہوں کہ علیحدگی کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو طلاق کا طریقہ یہ ہے کہ جب عورت طہر (پاکی) کی حالت میں ہو، اور حیض کے ایام نہ ہوں، اور اس پاکی کے درمیان دونوں کا جنسی تعلق بھی قائم نہ ہوا ہو تو صاف اور واضح لفظوں میں ایک طلاق کم از کم دو گواہوں کی موجودگی میں دی جائے (اگر گواہ نہ ہوں تب بھی طلاق واقع ہوگی)

یہ طلاق کا سب سے احسن طریقہ ہے، اس کے بعد کا طریقہ یہ ہے کہ ایسی عورت کو جس کے حیض کے ایام نہ ہوں اور پاکی یعنی طہر میں اس سے ہمبستری بھی نہ کی ہو ایک طلاق دینے کے بعد عدت ہی کے اندر دوسرے طہر میں دوسری طلاق، پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے، یہ طریقہ بھی صحیح ہے، لیکن پہلے طریقہ سے اس لئے بہتر نہیں ہوگا کہ اس سے عورت کی عدت لمبی ہو جائے گی، جس کی وجہ سے عورت کو پریشانی لاحق ہوگی، اور اس میں دوسری اور تیسری طلاق کو بلا ضرورت استعمال کرنا ہوگا۔

قرآن پاک میں ہے ﴿الطلاق مرتان فامساك بمعروف اوتسريح

یا احسان / بقرة ۲۲۹ ﴾ وہ طلاق جس میں مرد رجوع کا حق رکھتا ہے وہ دو طلاق ہے یعنی طلاق الگ الگ دو مرتبہ دینے پر پھر اس کو معروف اور بھلے طریقہ پر زوجیت میں رکھیں گے یا اس پر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

گویا قرآن یہ سکھاتا ہے کہ تم عورت کو طلاق دینا چاہو تو ایک طلاق دو، پھر اس سے رجوع کرنا چاہو تو رجوع کرلو اور اس کے ساتھ بھلے طریقہ پر زندگی گذارو، اور اگر دوبارہ تم طلاق دینا چاہو تو اس کو طلاق دینے کے بعد پھر اس سے رجوع کرتے ہوئے اس سے دوبارہ بھلے طریقہ سے زندگی گذارو، اور اگر اب کی دفعہ بھی زندگی ٹھیک سے گذار نہ سکے تو اب جب اس کو طلاق دو گے تو پھر وہ عورت (تین طلاق کے بعد) تمہارے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ حلالہ نہ ہوگا۔

مرد کو کتنی طلاق کا حق حاصل ہے؟

ایک آزاد مرد کے لئے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کا حق حاصل ہے، لہذا اس حق کو وہ الگ الگ مجلسوں میں استعمال کرے تو بہتر اور اچھا ہے، اور اگر اس نے اس حق کو ایک ساتھ ایک ہی مجلس میں استعمال کیا ہو تو وہ اس عورت سے رجوع یا عدت کے بعد نکاح کے حق کو جلدبازی میں ختم کرنے والا ہوا، جس کی وجہ سے پھر آئندہ ندامت اور افسوس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اگر کوئی تین سے زائد طلاق دیدے تو تین طلاق ہوگی، باقی لغو بیکار ہے، اور یہ شریعت کے حکم کے ساتھ مذاق ہوگا۔

طلاق کے صحیح ہونے کی شرطیں

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس شخص کی طلاق واقع ہونے کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو طلاق

واقع نہیں ہوگی۔

۱۔ جس عورت کو مرد طلاق دے وہ شرعی طور پر اس کی منکوحہ (بیوی) ہو، لہذا جو عورت ابھی سے اس کے نکاح میں نہیں ہو اس کو طلاق نہیں دے سکتا، اسی طرح وہ عورت جو اس کے نکاح میں تو تھی مگر اس کو طلاق بائن ہو چکی ہو تو اس کو طلاق نہیں دے سکتا، اس لئے کہ وہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے، بلکہ اجنبی ہے۔

۲۔ طلاق دیتے وقت طلاق دینے والے کے اندر مندرجہ ذیل صفات ہوں:

الف بالغ ہو۔لہذا نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ب عاقل ہو۔لہذا پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ج بیدار ہو۔لہذا جو نیند میں طلاق دے اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

د ہوش وحواس میں ہو۔لہذا کسی بیماری یا دوا کے استعمال کی وجہ سے بے ہوشی میں طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حدیث میں ہے ''رفع القلم عن ثلاثۃ ، عن النائم حتی یستیقظ ، وعن الصبی حتی یحتلم، وعن المجنون حتی یعقل ''(ابوداؤد ۴۴۰۲) تین لوگ مکلف نہیں ہیں، سونے والا شخص جب تک بیدار نہ ہوجائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہوجائے، پاگل جب تک ہوش میں نہ آئے۔

البتہ کوئی شخص نشہ آور اشیاء بلاضرورت اپنے اختیار سے استعمال کرے اور نشہ آجائے اور اس حالت میں طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

۳۔ طلاق کی نسبت ظاہراً یا دلالۃً طلاق دینے والے کی طرف سے اپنی بیوی کی طرف ہو، جس سے یہ معلوم ہو کہ اس کی طلاق کا خطاب اپنی بیوی کی طرف ہے، چاہے

اس صورت میں بیوی سامنے رہے یا نہ رہے۔

۴۔ طلاق دینے والا اپنے اوپر پوری طرح اختیار رکھتا ہو، چنانچہ اگر کسی کو طلاق دینے پر زبردستی کی جائے اور وہ جان کے ڈر وخوف سے طلاق کا لفظ زبان سے نکال دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اس سے درج ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں:

۱۔ اگر قاضی کی طرف سے عورت کو ضرر دینے کی بنیاد پر اس کو طلاق کے لئے زبردستی کیا جائے اور اس زبردستی کی صورت میں وہ طلاق دے تو طلاق واقع ہوگی۔

(الفقه المنهجي ۱۲۶/۷)

۲۔ طلاق نہ دینے کی صورت میں جان سے ماردینے وغیرہ کی دھمکی دینے والا اپنی بات کو پورا کرنے پر قادر نہ ہو، لہذا اس طرح کی کسی معمولی آدمی کی دھمکی میں طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ اس طرح کی دھمکی سے آدمی خود سمجھ سکتا ہے کہ کہنے والا اس بات کے کرنے پر قادر ہے یا نہیں۔

حدیث میں ہے کہ "لا طلاق ولا عتاق في إغلاق "(ابوداؤد ۲۱۹۳، ابن ماجه ۲۰٤٦) اس طلاق اور آزادی کا کوئی اعتبار نہیں ہے جو زبردستی میں دی گئی ہو۔

مذاق یا غصہ میں طلاق

طلاق کے واقع ہونے کی سابقہ شرطوں سے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مذاق میں طلاق دینے والے یا غصہ میں طلاق دینے والے کے اندر یہ شرائط پائے جاتے ہیں یا نہیں، چونکہ مذاق اور غصہ سے طلاق دینے والا اپنے اختیار سے طلاق دیتا ہے لہذا اس کی طلاق واقع ہوگی، حدیث میں آتا ہے ''عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ

ثلاث جدهن جدوهزلهن جد، النكاح ،الطلاق ،والرجعة "(ابوداؤد ۲۱۹٤)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں ان کا حقیقت میں کہنا بھی حقیقت ہے اور مذاق میں کہنا بھی حقیقت ہے ،نکاح،طلاق اورعورت سے رجوع

چونکہ ان تینوں کام کے لئے کچھ شرائط ہیں،لہذا ان شرائط کے پائے جانے پر اگر مذاق سے بھی کہاجائے تو وہ حقیقت بن جاتی ہے۔

طلاق کی قسمیں

اس تفصیل کے بعد طلاق کی قسمیں اوراس کے احکامات بیان کئے جاتے ہیں۔

مختلف اعتبار سے طلاق کی مختلف قسمیں ہیں۔

(قسم اول) استعمال کئے جانے والے الفاظ کے اعتبار سے۔

(قسم ثانی) عورت کی پاکی وحیض کے اعتبار سے۔

(قسم ثالث) واقع ہونے کے اعتبار سے۔

قسم اول

پہلی قسم یعنی طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کے اعتبار سے طلاق کی دوقسمیں ہیں:

(۱)صریح (۲) کنایۃ

ا۔ **طلاقِ صریح:۔** صریح طلاق دینے کے لئے ایسالفظ استعمال کیا جائے کہ اس لفظ سے طلاق کے علاوہ کوئی دوسرے معنی لینے کی کوئی گنجائش نہ ہو،چاہے عربی زبان کے الفاظ "طلاق"، "سراح"، "فراق" ہوں یا پھر کسی بھی زبان کا ایساواضح لفظ

جس کے سوائے طلاق کے کوئی دوسرے معنی نہ ہوں۔

اگر کوئی شخص صریح اور واضح الفاظ استعمال کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی، چاہے اس سے طلاق کا ارادہ ہو یا نہ ہو، جیسے کوئی بیوی سے کہے ''میں نے تجھے طلاق دیدی'' تو اس طرح کا جملہ منھ سے نکلتے ہی طلاق ہو جائے گی، چاہے ہنسی مذاق میں کہے یا غصہ میں کہے۔

۲۔ **طلاقِ کنایہ:** ایسے الفاظ جن سے طلاق کا احتمال ہوتا ہو اور دوسرا مفہوم بھی نکل سکتا ہو، جیسے کوئی بیوی سے کہے ''تو مجھ پر حرام ہے''، ''تو آزاد ہے''، ''اپنی طلاق لے لو''، ''اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ''، ''تم میری ماں کی طرح ہو''، ''تو آزاد ہے''، ''تیرا معاملہ تیرے حوالہ''، ''تجھ کو طلاق'' وغیرہ۔

اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے پر نیت کا پایا جانا شرط ہے، اگر شوہر کہے کہ میں نے یہ الفاظ بیوی کو طلاق دینے کی نیت سے کہے تھے تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر ان الفاظ سے شوہر کی نیت طلاق کی نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی، (۱)

(مسئلہ) صرف طلاق دینے کی نیت کرے مگر زبان سے الفاظ نہ نکالے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح صرف طلاق یا مطلقہ کہے تب بھی طلاق نہیں پڑے گی، نیز کوئی یہ کہے ''میں نے طلاق دی'' اور اپنی بیوی کا نام نہ لے یا اس کو زبانی طور پر مخاطب نہ کرے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(مسئلہ) اگر کسی شخص نے ایسے الفاظ سے طلاق دی جن سے طلاق واقع نہیں

---

(۱) احناف کے نزدیک کنایہ الفاظ میں نیت یا دلالت حال کا اعتبار ہوگا۔ (درمختار ۱/ ۲۲٤)

کنایۃً الفاظ اگر طلاق کی نیت سے کہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ (ہدایۃ ۱/ ۳۵٤)

ہوتی، پھر یہ سمجھ کر کہ طلاق پڑ گئی ہے کسی سے اپنے طلاق دینے کا اقرار کرے تب بھی طلاق نہیں پڑے گی۔

(مسئلہ) اگر کوئی شخص غصہ کی حالت میں کنایۃ الفاظ استعمال کرے، یا سبقتِ لسانی سے طلاق کا لفظ زبان سے نکل جائے تو اس کو صریح نہیں مانا جائے گا، بلکہ اس میں نیت کا اعتبار ہوگا۔

(مسئلہ) اگر کوئی طلاق کے الفاظ کو طلاق کے علاوہ کسی اور مقصد سے مثلاً استاذ پڑھاتے وقت سمجھانے کے لئے استعمال کرے اور اس کو بار بار دھرائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (روضۃ الطالبین ۸/۵۳، ۵۴)

خط یا فون کے ذریعہ طلاق

(مسئلہ) صرف لکھ کر طلاق دینا یہ کنایہ کے الفاظ میں شامل ہے، اگر لکھتے وقت نیت بھی کی تھی، یا لکھتے وقت زبان سے بھی کہا تھا تو فوراً طلاق پڑ جائے گی، الا یہ کہ صرف خط پڑھنے کے ارادہ سے طلاق دینے کی نیت کے بغیر پڑھا ہو تو پھر طلاق نہیں پڑے گی۔

(مسئلہ) اگر بیوی کو اس طرح خط لکھے کہ میرا یہ خط تم کو ملنے پر تم کو طلاق ہے تو خط ملنے پر طلاق پڑ جائے گی، اگر خط بیوی کو نہ ملے یا ضائع ہو جائے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ (روضۃ ۸/۵۴)

(مسئلہ) اگر بیوی کے نام سے خط لکھے کہ "میں نے تم کو طلاق دیدی" اور یہ خط طلاق دینے کی نیت ہی سے لکھا ہو، یا خط کسی دوسرے کے نام لکھے کہ "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی"، اور اس کی نیت طلاق کی ہو تو لکھتے ہی طلاق پڑے گی، چاہے خط

بیوی کو ملے یا ضائع ہو، اور اسی وقت سے عدت بھی شروع ہو جائے گی۔

(مسئلہ) فون پر کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق پڑ جائے گی، لیکن محض فون کی آواز سے طلاق ثابت نہیں ہوتی، بلکہ طلاق کے ثبوت کے لئے مرد کا اقرار یا پھر دو مردوں کی گواہی ضروری ہے۔

زبردستی کی طلاق: اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر اس طرح مجبور کیا جائے کہ طلاق نہ دینے پر جان سے ماردینے وغیرہ کی دھمکی دی جائے اور وہ شخص ڈر سے اپنی زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کرے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔(۱)

نشہ کی حالت میں طلاق: اگر کسی شخص نے اپنی مرضی سے شراب پی لی، یا کوئی نشہ آور چیز استعمال کرے اور پھر نشہ کی حالت میں طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر نشہ آور چیز بطور دوا استعمال کیا تھا یا اس کو زبردستی نشہ آور چیز پلائی گئی اور پھر وہ طلاق دیدے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

طلاق بذریعہ وکیل: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنائے، اور وکیل اس شخص کی ہدایت کے مطابق طلاق دیدے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر اس شخص نے وکیل کو اپنی طرف سے معزول کر دیا پھر وکیل طلاق دیدے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ (روضة ۸/۴۲)

گونگے کی طلاق: گونگا شخص اگر اپنے ایسے مخصوص اشاروں سے طلاق

---

(۱) احناف کے نزدیک اگر کسی سے زبردستی طلاق دلوائی جائے اور وہ جان بچانے کے لئے زبان سے طلاق دیدے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر زبردستی طلاق لکھوائی جائے تو صرف لکھوانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ (الدرالمختار ۵۷۹/۲)

دیدے جس کو ہر شخص سمجھ سکے تو وہ طلاق صریح ہوگی ، اور اگر اسے صرف مخصوص شخص جانتے ہوں تو یہ طلاق کنایۃ ہے ، لہذا صریح میں صرف اشارہ سے طلاق پڑے گی ، اور کنایہ میں نیت سے طلاق پڑے گی ، چاہے گونگا پڑھنا لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ، پھر اس کی طلاق کو لاگو کرنے کے لئے اس سے تحریر لیں گے یا تحریر پر اس سے دستخط لیں گے۔

(مسئلہ) بولنے پر جو شخص قدرت رکھتا ہو اور وہ اشارہ سے طلاق دے تو طلاق نہیں پڑے گی۔

(مسئلہ) طلاق کی تعداد میں عام لوگوں کے لئے اشارہ بھی کافی ہے ، جیسے کوئی اپنی بیوی سے کہے "میں نے تجھے طلاق دیدی اور پھر جتنی انگلیوں کا اشارہ کرے اتنی طلاق واقع ہوگی۔ (روضۃ ۸/۵٤)

عورت کو حق طلاق کی سپردگی: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حق دیدے ، جیسے بیوی سے کہے ، تم اپنے آپ کو طلاق دیدو ، بیوی فوراً کہہ دے کہ "میں نے طلاق دیدی" تو طلاق واقع ہو جائے گی ، اگر بیوی جواب دینے میں دیر کرے یا مجلس سے اٹھ کر چلی جائے پھر واپس آکر کہے تو طلاق نہیں پڑے گی۔

معلق طلاق: اگر کوئی شخص کسی زمانہ ، یا کسی وقت ، یا کسی مخصوص کام پر طلاق کو معلق کرے تو اس زمانہ یا اس وقت کے آتے ہی طلاق پر جائے گی ، جیسے کوئی بیوی سے کہے کہ تم کو پیر کے دن طلاق ، یا یہ کہے تم کو محرم میں طلاق ، تو اس زمانہ کے ابتدائی حصہ ہی میں طلاق واقع ہوگی ، اور اگر کوئی کسی شرط پر طلاق کو معلق کردے تو اس شرط کے پائے جانے پر طلاق پڑے گی ورنہ طلاق نہیں پڑے گی ، جیسے کوئی بیوی سے کہے ، اگر تو بازار گئی تو تجھے طلاق ، تو بازار جانے پر طلاق پڑ جائے گی ، البتہ اگر عورت نے اس کام کو

(مثلاً بازار جانے کو) کسی کی زبردستی کیا تھا، یا شوہر کی بات کو بھول کر کیا تھا تو طلاق نہیں پڑے گی۔

(مسئلہ) طلاق کو کسی چیز پر معلق کردے تو اس چیز کے واقع ہونے سے پہلے اپنی طلاق واپس نہیں لے سکتا۔

(مسئلہ) نکاح کرنے سے پہلے اگر کسی عورت سے کہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق ہو تو اس صورت میں اس عورت سے نکاح کرنے پر طلاق نہیں پڑے گی۔

حدیث میں ہے " **لاطلاق قبل نکاح** " (حاکم ۲۰۵/۷) نکاح سے پہلے طلاق نہیں۔(۱)

قسم ثانی

عورت کی پاکی وحیض کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہیں:

(۱) طلاقِ سنی

(۲) طلاقِ بدعی

(۳) طلاقِ غیر سنی غیر بدعی

۱۔ **طلاقِ سنی:** عورت کو ایسی پاکی کی حالت میں طلاق دینا جس میں اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی گئی ہو، اس طرح کی طلاق کو طلاقِ سنی کہتے ہیں، اس لئے کہ یہ طلاق کا سنت طریقہ ہے۔

---

(۱) احناف کے نزدیک نکاح سے پہلے صرف اس صورت میں طلاق پڑے گی جب اس کی نسبت نکاح کی طرف ہو، جیسے کہا اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق۔ (درالمحتار ۶۸۰/۲)

۲۔ **طلاقِ بدعی:** عورت کو حیض یا نفاس کی حالت میں طلاق دی جائے، یا عورت کو ایسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں اس سے ہمبستری کی گئی ہو۔

اس طرح طلاق دینے کو طلاقِ بدعی کہتے ہیں، یعنی یہ غیر سنت طریقہ پر دی گئی طلاق ہے، اسی طرح ایک ہی مجلس میں تین طلاق دینا بھی طلاقِ بدعی کہلاتا ہے۔

طلاقِ بدعی حرام ہے، لیکن اس طرح سے طلاق دینے پر طلاق واقع ہوگی، البتہ مرد ایک حرام کام کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو جائے گا۔

۳۔ طلاقِ غیر سنی غیر بدعی:

اس کی کئی شکلیں ہیں:

(۱) اس چھوٹی عورت کو طلاق دینا جس کا ابھی حیض شروع نہ ہوا ہو۔

(۲) اس عمر رسیدہ عورت کو طلاق دینا جس کا حیض آنا بند ہو چکا ہو۔

(۳) اس عورت کو طلاق دینا جو حاملہ ہو۔

(۴) اس عورت کو طلاق دینا جس کے ساتھ شوہر نے ابھی ہمبستری بھی نہ کی ہو،

(۵) عورت خود مرد سے خلع لے تو یہ تمام صورتیں نہ سنی طلاق میں داخل ہیں اور نہ ہی بدعی طلاق میں، البتہ اس طرح طلاق دینے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

قسم ثالث

واقع ہونے کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) طلاقِ رجعی

(۲) طلاقِ بائن

۱۔ **طلاقِ رجعی:** ایسی عورت کو جس کے ساتھ شوہر ہمبستر ہو چکا ہو ایک

طلاق دے، یا دو طلاق دیدے، تو اس کو طلاق رجعی کہا جاتا ہے۔

طلاق رجعی میں عدت کے اندر شوہر کو اختیار رہے کہ وہ اپنی عورت سے لفظاً رجوع کرے، اس طرح رجوع کرنے کے لئے اس کو پھر نکاح کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ صرف یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، اس طرح کہنے سے پھر وہ عورت اس کی بیوی بن جاتی ہے۔(۱)

(مسئلہ) طلاق رجعی میں عدت کے دوران میاں بیوی میں سے کوئی انتقال کرجائیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

۲۔ طلاق بائن: یعنی وہ طلاق کہ جس کے بعد مرد کو عدت کے اندر بیوی سے رجوع کرنے اور اسے لوٹانے کا حق نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے:

۱۔ عورت کو تین طلاق دی گئی ہو۔

۲۔ نکاح فسخ کیا گیا ہو۔

۳۔ عورت نے خلع لے لیا ہو یا عوض کے بدلہ طلاق ہوئی ہو۔

۴۔ ایک یا دو طلاق دینے کے بعد عورت کی عدت ختم ہو جائے۔

۵۔ ایسی عورت کو جس کے ساتھ ابھی ہمبستری نہیں کی گئی ہو ایک طلاق دی

---

(۱) احناف کے نزدیک رجوع کرنے کے لئے الفاظ کی ادائیگی ضروری نہیں ہے، بلکہ رجوع کی نیت سے صحبت کرے تو بھی کافی ہے۔ (رحمة الأمة ٢٢٤)

جائے۔(۱)

طلاقِ بائن کا حکم

طلاقِ بائن کا حکم یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگئی اور رشتۂ نکاح ٹوٹ گیا، مرد کو اپنی دی ہوئی طلاق سے رجوع کا اختیار نہیں ہوگا، البتہ مرد اور عورت دونوں اگر چاہیں تو عدت کے اندر یا عدت گذر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

(مسئلہ) سابقہ شکلوں میں سے صرف تین طلاق کی صورت میں دونوں کی مرضی سے نکاح صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ حلالہ ہو چکا ہو۔

---

(۱) احناف کے نزدیک ہمبستر ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ خلوت صحیحہ (یعنی ایسی تنہائی جس میں جنسی تعلق کا موقع مل جائے) کا حاصل ہونا کافی ہے۔ **(فتاوی عالمگیری ۳۹۱/۲)**

ان کے علاوہ احناف کے نزدیک مزید درج ذیل صورتوں میں طلاقِ بائن واقع ہوگی:

۱۔ الفاظ کنایہ کے ذریعہ عورت کو ایک طلاق دی جائے۔ کنایہ کے الفاظ کئی مرتبہ استعمال کرے تب بھی ایک طلاق بائن ہوگی، کیونکہ ایک مرتبہ میں عورت بائن ہوگئی اور باقی طلاقیں بے اثر ہیں۔

(درمختار ۲۳۵/۱)

۲۔ صاف اور واضح الفاظ میں ایک یا دو طلاق دی اور طلاق کے ساتھ بائن یا بائنہ کا لفظ بڑھا دیا، یا دوسرے الفاظ سے طلاق کو مؤکد کر دیا تو یہ طلاق بائن ہوگی۔

(شرح البدایۃ ۳۷۸/۲)

تین طلاق (طلاقِ مغلظہ)

ایک ہی مجلس کے اندر اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے، تو تین طلاق پڑے گی، مثلاً کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تم کو تین طلاق دی تو تین طلاق پڑے گی۔

اور اگر کوئی یوں کہے کہ میں نے تم کو طلاق دی، طلاق، طلاق

یا یہ کہے کہ تم مطلقہ ہو، مطلقہ، مطلقہ

تو ان صورتوں میں تین طلاق پڑے گی، الا یہ کہ اس کی نیت میں بعد کے کلمات سے صرف تاکید کرنا ہو تو پھر ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔

(مسئلہ) اگر کوئی اپنی اس بیوی سے جس سے ابھی ہمبستر نہیں ہوا ہو تو ایسی عورت کو اسی طرح کہنے سے صرف ایک طلاق میں وہ بائنہ ہو جاتی ہے، اور بعد کے الفاظ لغو و بیکار ہوں گے۔

حلالہ

تین طلاق دینے کے بعد مرد کو اپنی اس مطلقہ سے نکاح کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ حلالہ ہو چکا ہو۔

حلالہ کا مطلب یہ ہے کہ مندرجہ ذیل پانچ شرائط پائے جائیں:

۱۔ عورت کی اپنے اس تین طلاق دینے والے مرد سے عدت پوری ہو جائے۔

۲۔ پھر عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔

۳۔ پھر نکاح کے بعد اس دوسرے شوہر سے صحبت (ہمبستری) کرلے۔

۴۔ پھر اس دوسرے شوہر کا انتقال ہو جائے، یا اس شوہر سے طلاق واقع ہو جائے۔

۵۔ پھر اس شوہر سے اس کی عدت گذر جائے۔

حلالہ کا حکم

مندرجہ بالا چیزوں کے پائے جانے کو حلالہ کہتے ہیں، اگر حلالہ نہ ہوا ہو تو پھر مرد کا اسی عورت سے نکاح حرام ہے۔

محض اس مقصد سے کہ سابقہ شوہر سے نکاح حلال ہو جائے حلالہ کرنا حرام ہے، اسی طرح حلالہ کرانا یعنی مرد کسی دوسرے کو اس کام کے لئے راضی کرے کہ وہ شخص اس کی مطلقہ کی عدت کے بعد نکاح کرے اور ہمبستر ہو کر اس کو طلاق دے تا کہ اس کی عدت کے بعد خود اس عورت سے نکاح کر سکے، اس طرح کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے "لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له" رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اس شخص پر جو حلالہ کرے اور اس شخص پر جس کے لئے حلالہ کیا جائے۔

(ترمذی ۱۱۲۸)

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے نکاح نہیں ہوتا، اس کا ذکر قرآن وحدیث دونوں میں ہے، قرآن میں ہے:

﴿ فإن طلقها فلاتحل له من بعدحتى تنكح زوجا غيره فإن طلقها فلاجناح عليهما أن يتراجعا ان ظنا أن يقيما حدود الله وتلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون / بقرة ۲۳۰ ﴾

پھر اگر کوئی اسی عورت کو طلاق دے ہی دے تو وہ اس کے لئے اس کے بعد جائز نہ

رہے گی، یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے، پھر اگر وہ (بھی) اسے طلاق دیدے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ پھر مل جائیں، بشرطیکہ دونوں گمان غالب رکھتے ہوں کہ اللہ کے ضابطوں کو قائم رکھیں گے، اور یہ بھی اللہ کے ضابطے ہیں، انہیں کھول کھول کران لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے، جوعلم رکھتے ہیں۔

اورحدیث میں ہے **عن عائشةؓ جاءت امراة رفاعة القرظي النبي ﷺ فقالت كنت عند رفاعة فطلقني فبتّ طلاقي، فتزوجت عبد الرحمن بن الزبير، إنما معه مثل هدبة الثوب، فقال أتريدين ان ترجعي إلى رفاعة؟ "لاحتى تذوقي عسيلته، ويذوق عسيلتك"** (بخاری ۲۰۶۰)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رفاعہ قرظی کی بیوی آئی اور کہنے لگی، میں رفاعہ کے نکاح میں تھی اورانہوں نے مجھے طلاق بتہ (تین طلاق) دی ہے تو میں نے پھر عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا مگران کے ذکر میں کوئی حرکت ہی نہیں ہوتی (یعنی وہ ہمبستری نہیں کرسکتے) ہتو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، کیاتم رفاعہ کے نکاح میں واپس چلی جانا چاہتی ہو،تم اس وقت تک رفاعہ کے نکاح میں نہیں جاسکتی جب تک تم عبدالرحمٰن بن زبیر سے لطف اندوز نہ ہوجاؤ۔یعنی ان سے ہمبستری نہ کرلو۔

عورت اگر طلاق منظور نہ کرے؟

طلاق دینے کا حق واختیار اللہ نے مردوں کو دیا ہے، لہذا مرد کے طلاق دینے کو عورت منظور کرے یا نہ کرے اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، طلاق واقع ہوجائے گی۔

خلع

میاں بیوی کے درمیان نباہ نہ ہونے کی صورت میں عورت اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، چنانچہ اگر عورت کے مطالبہ یا اس کے اصرار پر شوہر طلاق دیدے تو اس کو خلع یا مبارأت کہتے ہیں۔

مرد کو اپنی مرضی سے طلاق دینے کی صورت میں جس طرح مالی قربانی دینی پڑتی ہے، جیسے اگر لڑکی کا مہر ادا نہیں ہوا ہو تو مہر دینا پڑتا ہے، اسی طرح اگر عورت اپنی خواہش سے خود طلاق طلب کرے اور شوہر سے خلع لینا چاہے اور اس پر عورت کو کچھ مالی قربانی یا اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کی ضرورت پڑے اور شوہر اس پر راضی ہو تو اس کو ایسا کرنا پڑے گا۔

اگر زوجین اپنی آپسی رضامندی سے کسی عوض پر راضی ہوں تو عدالت شرعی سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں، بصورت دیگر قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر اس مسئلہ کو حل کیا جائے گا، اس سلسلہ میں واضح رہنا چاہئے کہ عورت اپنی خوشدلی سے جو مال دے وہی صحیح ہے، قرآن میں ہے ﴿ **فإن خفتم الا يقيما حدود الله فلاجناح عليهما فيما افتدت به / بقرة ۲۲۹** ﴾

اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو عورت اپنی طرف سے کچھ دے کر الگ ہونا چاہئے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ
کی خدمت حاضر ہوئیں اور کہنے لگی ، اے اللہ کے رسول میں ثابت بن قیس کے اخلاق یا
ان کی دینداری پر کچھ الزام نہیں لگاتی ،لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسلام لانے کے باوجود
شوہر کی نافرمانی کی مرتکب نہ ہو جاؤں ،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم ان کا تمہیں دیا
ہو باغ واپس کروگی ؟ کہنے لگی ہاں ،تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا باغ
لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔ (بخاری ٤٩٧١)

خلع کے احکام تفصیل سے بیان کرنے سے قبل یہاں ان چند احادیث کا ذکر کرنا
ضروری معلوم ہوتا ہے جن میں عورتوں کو بلا ضرورت اپنے شوہر سے خلع لینے سے منع کیا
گیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے، "عن ثوبانؓ عن النبی ﷺ قال المختلعات هن
المنافقات " حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ
آپؐ نے فرمایا خلع لینے والی عورتیں منافقہ ہیں ۔(ترمذی ۱۱۹۷)

ایک اور حدیث میں ہے،عن ثوبانؓ أن رسول الله ﷺ قال " أیما امرأة
سألت زوجها طلاقا من غیر بأس ، فحرام علیها رائحة الجنة " (ابوداؤد
۲۲۲۶، ترمذی ۱۱۸۷) حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے بلاوجہ طلاق طلب کیا ، ایسی عورت پر جنت کی خوشبو
بھی حرام ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ان واضح روایات کے بعد عورتوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ
کس لئے اپنے مردوں سے خلع طلب کر رہی ہیں ، اگر وہ اپنے اس مطالبہ میں حق

بجانب ہوں تو پھر ان کے لئے کوئی حرج نہیں، البتہ وہ عورتیں جو محض اپنے اس شوہر سے الگ ہو کر دوسرے سے شادی کرنے کے لئے اس طرح کر رہی ہوں انہیں آخرت کے عذاب سے بہت ڈرنے کی ضرورت ہے۔

خلع کے مسائل

۱۔ اگر مرد خود عورت سے خلع کی پیش کش کرتے ہوئے یہ کہے کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت کہہ دے کہ میں نے قبول کیا اس صورت میں عورت کے ذمہ مہر واجب ہوگا اور طلاق بائن واقع ہوگی۔

۲۔ اگر مرد عورت سے کہے کہ میں نے تم کو اتنے روپئے (مثلاً پانچ ہزار) پر طلاق دیدی، یا تم سے اتنے روپئے پر خلع کیا، اس پر عورت اسی مجلس میں کہے میں نے قبول کیا تو طلاق بائن پڑے گی اور عورت کے ذمہ اتنے روپئے واجب ہوں گے، اور اس صورت میں اگر عورت نے قبول کرنے میں دیر لگادی، یا مجلس سے اٹھ کر چلی گئی اور پھر واپس آ کر کہا میں نے قبول کیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

۳۔ اگر عورت خود مرد سے کہے کہ مجھے اتنے روپئے (مثلاً پانچ ہزار) پر طلاق دیدو، اور مرد اسی مجلس میں اس کو قبول کرے، تو طلاق بائن پڑے گی اور عورت کے ذمہ مذکورہ روپئے واجب ہوں گے، اگر مجلس سے اٹھنے کے بعد یا بہت دیر کے بعد طلاق دے تو طلاق رجعی پڑے گی اور عورت پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

ان تینوں صورتوں میں مقابل والے کے قبول سے پہلے رجوع کر کے اپنی بات واپس لینا جائز ہے۔

۴۔ خلع یعنی مال دے کر علیحدگی خلع کے لفظ سے بھی ہوسکتی ہے اور طلاق کے

لفظ سے بھی ہوسکتی ہے، جیسے کہے کہ میں نے تم کو ایک ہزار پر خلع کیا، یا یہ کہے کہ میں نے تم کو ایک ہزار پر طلاق دیدی۔

۵۔ خلع کے لفظ سے عورت کو الگ کردینے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور عورت بائنہ ہوجاتی ہے، پھر اس سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، البتہ دوبارہ نکاح کرکے جتنی بار چاہے خلع کرسکتا ہے۔

۶۔ اگر مرد عورت کو اپنی زوجیت سے الگ کردینے کے لئے خلع کا لفظ استعمال کرے، اور عوض کا ذکر نہ کرے اور وہ اس سے عوض نہ چاہے تو یہ طلاق رجعی ہوگی۔

۷۔ اگر مرد عورت کو لفظِ طلاق سے خلع کرے تو ایک طلاق بائن پڑے گی اور اگر تین طلاق دے تو تین طلاق پڑے گی، تین طلاق کی صورت میں بغیر حلالہ کے عورت سے رجوع نہیں کرسکتا اور ایک طلاق کی صورت میں نکاح کرلینے کے بعد پھر دو طلاق کا حق رہے گا۔

۸۔ صرف اس عورت کا خلع لینا صحیح ہے جو عاقلہ بالغہ ہو، غیر عاقلہ اور غیر بالغہ خلع لے تو صحیح نہیں ہے۔

۹۔ مرد جب عورت کو خلع دے تو خلع ہوتے ہی عورت بائنہ ہوجائے گی اور اس کو اپنے اوپر اختیار حاصل ہوگا اور مرد پر سے اس کا اختیار ختم ہوجائے گا، لہذا نہ دورانِ عدت اس کو رجوع کا اختیار حاصل ہوگا اور نہ اس کو دوبارہ دورانِ عدت طلاق دینے سے طلاق پڑے گی، اور نہ ایلاء اور ظہار کرنے سے اس کا کوئی اثر ہوگا، گویا خلع واقع ہوتے ہی عورت اجنبی بن جائے گی، اب اس سے دوبارہ نکاح کے بغیر رجوع نہیں کرسکتا۔

۱۰۔ حالتِ حیض یا ایسی پاکی میں جس میں عورت سے ہمبستری کی ہو اس میں

خلع دینا جائز ہے، اس لئے کہ خلع عورت کے مطالبہ پر ہوتا ہے، لہذا اس کی طلب پر خلع دینے سے اس کو ضرر لاحق ہونے کا سوال نہیں ہوتا۔

عیوبِ نکاح اور فسخ کے احکامات

فسخ نکاح سے مراد قاضی کا کسی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان نکاح فسخ کرتے ہوئے جدائی کرنا، اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) عیوب وامراض (۲) دوسرے اسباب

(۱) عیوب وامراض

بیوی کے اندر مندرجہ ذیل امراض یا عیوب کے پائے جانے کی وجہ سے مرد اپنا نکاح اس سے فسخ کرسکتا ہے۔

۱۔ جنون (پاگل پن)

۲۔ جذام (کوڑھ)

۳۔ برص (سفید داغ)

۴۔ رَتق (یعنی گوشت کی وجہ سے عورت کی شرمگاہ کا حصہ بند ہو اور مرد ہمبستر نہ ہو سکے)

۵۔ قَرَن (یعنی عورت کی شرمگاہ میں ہڈی نکل آنے کی وجہ سے مرد ہمبستر نہ ہو سکے)

اسی طرح اگر شوہر میں مندرجہ ذیل عیوب میں کوئی عیب پایا جائے تو عورت کو شوہر سے اپنا نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

۱۔ جنون (پاگل پن)

۲۔ جذام (کوڑھ)

۳۔ برص (سفید داغ)

۴۔ جُبّ (یعنی شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو)۔

۵۔ عُنّت (یعنی عضو تناسل میں حرکت نہ ہونے کی وجہ سے شوہر ہمبستری سے عاجز ہو)۔

رسول اللہ ﷺ نے بنو غفار کی ایک عورت سے نکاح کیا جب خلوت میں گئے تو اس کے پہلو میں برص پایا تو آپ ﷺ نے اس عورت کو اس کے گھر واپس بھیج اور اس کے گھر والوں سے کہا تم نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ **(بیہقی ۲۱٤/۷)**

اسی طرح حضرت عمرؓ سے مروی ہے آپ نے جذام، برص اور جنون کی وجہ سے زوجین میں تفریق فرمادی۔ **(الأم ۸۰/۵)**

چونکہ مرد و عورت کے اندر پائے جانے والے عیوب (جیسے رَتَق و قَرَن ہوں یا جُبّ عُنّت) یہ حقوقِ زوجیت کی ادائیگی سے محروم کرنے والے ہیں، لہذا اس بنیاد پر فسخ نکاح کے ذریعہ تفریق جائز ہوگی۔

اسی طرح ایڈز وغیرہ بیماری کی وجہ سے میاں بیوی میں ایک دوسرے کو فسخ نکاح کے ذریعہ علیحدگی اختیار کرنا جائز ہے۔

فسخ نکاح کا حق کب ختم ہوگا؟

بعض صورتوں میں فوری فسخ نکاح کا حق ختم ہوتا ہے۔

۱۔ یہ سابقہ عیوب پرانے ہوں یا نکاح کے بعد پیدا ہوئے ہوں، چاہے ہمبستری کے بعد ہوئے ہوں یا ہمبستری سے پہلے، ہر صورت میں زوجین کو فسخ نکاح کا

حق رہتا ہے، البتہ مرد کے اندر عنت ہمبستر ہونے کے بعد پیدا ہوا ہو تو پھر عورت کو محض اس بنیاد پر فوراً فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں رہے گا، بلکہ علاج ومعالجہ کے ذریعہ اس عیب کو زائل کرنے کی کوشش کی جائے گی، اگر علاج سے زائل نہ ہو تو پھر فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

۲۔ عورت کے عیوب میں رتق اور قرن کا اگر آپریشن کے ذریعہ ازالہ ممکن ہو اور عورت آپریشن کرنے پر راضی ہو تو پھر شوہر کو محض اس عیب کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار نہیں رہے گا، اور آپریشن پر راضی نہ ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

اسی طرح اگر جنون، جذام، برص یا دوسری بیماریوں کا علاج ممکن ہو تو پھر فسخ نکاح کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ مرد کے اندر پائے جانے والے ان عیوب کی بناء پر عورت کے ولی کو بھی اپنی مولیہ (لڑکی) کے نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل رہے گا، چاہے عورت فسخ نکاح پر راضی نہ رہے، اس لئے کہ اس کو اس وجہ سے عار لاحق ہوتا ہے اور وہ اسے برداشت نہیں کرسکتا، البتہ ولی کو ہمبستری کے بعد پیدا ہونے والے عیوب کی بناء پر فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ ہمبستری کے بعد عار لاحق ہونے کا اعتبار نہیں ہے، نیز مرد کے اندر جب یا عنت والے عیوب ہوں تو پھر عورت کی رضامندی کے بغیر ولی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں، اس لئے کہ اس وجہ سے عرفاً ولی پر عار لاحق نہیں ہوتا۔

۴۔ میاں بیوی میں اگر سابقہ عیوب میں سے کوئی عیب ہو تو مقابل والے کو فی الفور فسخِ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے، اگر عیب کے باوجود دوسرا فریق راضی ہو اور عیب کا علم ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کرے تو پھر فسخِ نکاح کا حق ساقط ہوتا ہے۔

فسخ کس طرح ہوگا؟

سابقہ عیوب میں کسی عیب کی وجہ سے فریق مقابل فسخِ نکاح کرنا چاہے تو وہ یہ کام خود سے انجام نہیں دیں گے، بلکہ اس معاملہ کو قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا، قاضی کے سامنے جب عیب ثابت ہوجائے تو قاضی خود نکاح فسخ کرے گا۔

(مسئلہ) جب قاضی کی عدالت میں عورت اپنے مرد کیعُنّت کا مقدمہ دائر کرے اور قاضی کے پاس عُنّت ثابت ہوجائے تو قاضی مرد کو ایک ہجری سال کی مہلت دے گا، تاکہ موسم کی تبدیلی کی وجہ سے یہ عیب زائل ہوسکے یا اس کا علاج کیا جاسکے، اگر اس کے باوجود یہ عیب زائل نہ ہوسکے تو پھر قاضی نکاح فسخ کرائے گا۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے عِنّین مرد کے متعلق فرمایا کہ اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر ٹھیک ہوا تو نکاح فسخ نہ ہوگا ورنہ نکاح فسخ کردیا جائے گا، اور اس صورت میں عورت کو اس کا مہر بھی ملے گا اور وہ عدت بھی گذارے گی۔

(سنن کبری بیہقی ۷/۲۲۶)

عیوب کا ثبوت

سابقہ عیوب میں ہر عیب کے ثبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ مدعیٰ علیہ (فریق مخالف) اقرار کرے، یا پھر ڈاکٹری معائنہ کے ذریعہ اس عیب کو ثابت مانا جائے گا، البتہ مرد کے اندر عُنّت والا عیب صرف دو طریقوں سے ثابت ہوگا:

(۱) مرد قاضی کے سامنے اس کا اقرار کرے۔ (۲) عورت قاضی کے حکم دینے پر قسم کھالے۔(۱)

---

(۱) عیوب سے فسخِ نکاح میں احناف کے یہاں یہی تفصیل ہے۔ دیکھئے

بدایۃ ۲/۴۰۱، درمختار ۲/۱۵۷

فسخِ نکاح پر مرتب ہونے والے احکام

اگر مرد یا عورت کے اندر سابقہ عیوب کی بناء پر نکاح فسخ کیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

١۔ فسخ نکاح ہمبستری سے پہلے ہوا ہو۔

٢۔ فسخ نکاح ہمبستری کے بعد ہوا ہو۔

پہلی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کی وجہ سے نہ مہر ملے گا اور نہ وہ حق متعہ کی مستحق قرار پائے گی، اس لئے کہ شوہر کے عیب کی وجہ سے عورت نے خود فسخ کا مطالبہ کیا ہو، یا عورت کے عیب کی وجہ سے شوہر نے فسخ کا مطالبہ کیا ہو، دونوں صورتوں میں تو فسخِ نکاح کا سبب وہ خود بنی ہے، لہذا دونوں صورتوں میں وہ مہر اور متعہ سے محروم ہوگی۔

دوسری صورت یعنی ہمبستری کے بعد نکاح فسخ کیا گیا ہو تو اس کی یہ صورتیں ہیں:

١۔ عیب عقد نکاح کے فوراً بعد ہوا ہو۔

٢۔ عیب عقد نکاح اور ہمبستری کے درمیان ہوا ہو مگر شوہر کو اس کا علم نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں عورت کو مہر مثل ملے گا۔

٣۔ عیب ہمبستری کے بعد ہوا ہو تو عورت کو مکمل مہر ملے گا۔

فسخ نکاح کی دوسری صورتیں

سابقہ عیوب وامراض کے علاوہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے عورت کو اپنے شوہر سے اپنا نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔

١۔ شوہر کے پاس اتنا حلال مال نہ رہے یا وہ اتنے حلال مال کی کمائی نہ کر سکے جس سے وہ اس کی بیوی کے لئے کم از کم نفقہ (یعنی ایک مد اناج اور معمولی کپڑا و معمولی

مکان) کا انتظام ہو سکے تو بیوی کو اختیار ہوگا کہ وہ قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنا مقدمہ پیش کرے، قاضی شوہر کو تین دن کی مہلت دے گا، کہ اس مدت میں وہ بیوی کے نفقہ کا انتظام کرے، اگر اس مدت میں شوہر بیوی کو نفقہ نہ دے تو چوتھے روز قاضی نکاح فسخ کرے گا۔ (فتح المعین ۱۲۲)

ہاں اگر سالن، یا بیوی کے اخراجات، یا درمیانی یا اعلیٰ درجہ کے اخراجات سے عاجز ہو تو پھر عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ (عمدة السالك ۳۲۹)

۲۔ شوہر اتنا تنگ دست ہو جائے کہ بیوی سے صحبت سے قبل مہر معجّل ادا نہ کر سکے تو اس صورت میں قاضی کی عدالت میں مسئلہ پیش کرتے ہی قاضی نکاح فسخ کر دے گا، اس صورت میں اگر بغیر کسی عذر کے عورت دیر لگا دے تو پھر اس فسخ نکاح کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

(مسئلہ) مہر معجّل کی ادائیگی کے لئے قاضی مرد کو مہلت نہیں دے گا، بلکہ فوری نکاح فسخ کیا جائے گا۔

(مسئلہ) اگر اس صورت میں عورت نے برضا ورغبت مرد سے صحبت کی تو پھر اس کو فسخ نکاح کا حق نہیں رہے گا۔ (فتح المعین: ۱۲۲)

غائب ومفقود الخبر شوہر سے فسخ

۱۔ شوہر لا پتہ ہو جائے اور وطن میں اس کا مال موجود نہ ہو۔

۲۔ شوہر غائب ہو اور اس کا پتہ تو ہو مگر بیوی کے وطن میں اس کا مال موجود نہ اور اس سے نفقہ کا حصول ممکن نہ ہو۔

تشریح

(الف)

مفقود الخبر اس غائب کو کہتے ہیں جس کا کوئی پتہ نہ ہو، اور نہ اس کی موت وحیات کی کوئی خبر ہو، اگر کسی عورت کا شوہر اس طرح لا پتہ ہو تو اس کو قاضی کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔

(ب)

غائب غیر مفقود وہ ہے جس کا زندہ ہونا معلوم ہو، لیکن اس کا پتہ معلوم نہ ہو، یا پتہ معلوم ہو لیکن بیوی کے پاس نہ آتا ہو اور نہ ہی اس کو اپنے پاس بلاتا ہو اور نہ اس کا نفقہ ادا کرتا ہو، جس سے عورت سخت تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو، ایسی صورت میں عورت اس ظالم شوہر سے نجات کے لئے قاضی کے یہاں تفریق کی درخواست دے سکتی ہے، درخواست کی وصولی کے بعد:

۱۔ بیوی کو قاضی حکم کرے گا کہ وہ گواہوں اور حلف کے ذریعہ غائب شوہر سے اپنا نکاح اور اس پر نفقہ کا وجوب ثابت کرے بایں طور کہ وہ مجھے نفقہ دے کر نہیں گیا ہے، اور نہ اس نے نفقہ بھیجا ہے، نہ یہاں کوئی انتظام ہے اور نہ میں نے معاف کیا ہے۔

۲۔ اس کے ثبوت کے بعد قاضی اس شخص کے پاس حکم روانہ کرے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو بلالو (بشرطیکہ عورت کے وہاں جانے میں کوئی خطرہ نہ ہو) یا وہیں سے انتظام کردو، ورنہ اس کو طلاق دیدو، اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود دونوں میں تفریق کرادیں گے۔

قاضی اپنا یہ حکم دو ثقہ آدمیوں کے ذریعہ یا پھر ڈاک سے روانہ کرے گا اور اس نے بات مان لی تو ٹھیک ہے، ورنہ قاضی اب مزید ایک ماہ یا اپنی صوابدید پر اس سے کچھ زیادہ دن کی مہلت دینے کے بعد عورت کے مطالبہ پر تفریق کردے گا، اور یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی۔ (الموسوعة الفقهيه ۲۹/ ٦٤، مجموعة قوانين اسلامی ۲۴۵-۲۴۸)

(مسئلہ) اگر شوہر کی تنگ دستی، یا عورت کے لئے اپنے مستحقِ نفقہ ہوتے ہوئے نفقہ نہ ملنے کو ثابت کرنا دشوار ہو، تو وہ قاضی کے سامنے قسم کھا کر نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

(فتح المعين ۱۲۲)

(مسئلہ) گذرے دنوں کا نفقہ نہ ملنے کی بنیاد پر عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ سابقہ نفقہ قرض بن جاتا ہے وہ شوہر پر بہر حال واجب ہے، لیکن اس کی بنیاد پر نکاح فسخ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اگر شوہر موجودہ اور آئندہ دنوں کے نفقہ سے عاجز ہو تب ہی نکاح فسخ کرنے کا حق ہوگا۔ (الموسوعة الفقهيه ۲۹/ ٦٠)

(مسئلہ) شوہر کے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح کا عورت کو اسی وقت حق حاصل ہوگا جب عورت نفقہ کی مستحق ہو، یعنی وہ ناشزہ نہ ہو (نشوز کی تفصیل سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے)

(مسئلہ) اگر شوہر نفقہ خود نہ دے بلکہ کوئی دوسرا شخص عورت کے اخراجات اپنی طرف سے عورت کو دے تو عورت کو اسے قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کو فسخ نکاح کا حق رہے گا۔

(مسئلہ) شوہر کے نفقہ نہ دینے کے ایام میں عورت کو اپنے اخراجات کے انتظام کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے دن کے اوقات میں باہر جانا جائز ہے، اور یہ

نشوز میں شمار نہیں ہوگا، اگر چہ کہ عورت کے پاس اپنا ذاتی مال کیوں نہ ہو۔

(فتح المعین ص ۱۲۲)

عورت خلع چاہے مگر مرد خلع نہ دے

اگر شوہر خلع پر راضی نہ ہو اور عورت اس معاملہ کو عدالت میں لے جائے، عدالت اگر یہ سمجھے کہ ان میں یکجائی کسی طرح ممکن نہیں ہے اور علیحدگی نہ ہونے کی صورت میں حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خطرہ ہے تو وہ شوہر سے حکماً خلع کرا سکتی ہے اور بزور اپنے حکم کو منوا سکتی ہے، اور اگر شوہر نہ مانے تو فسخ نکاح کر سکتی ہے۔ (اسلامی قانون ص ۹۲)

البتہ اس کا اختیار لڑکی کو نہیں رہے گا، بلکہ عدالت و قاضی ہی کو ہوگا۔

قاضی کو اس سلسلہ میں کہاں تک اختیار حاصل ہے اس سلسلہ میں ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب نے ''مجموعہ قوانین اسلام'' میں اس سلسلہ میں تفصیل سے بحث کی ہے، جس کو مختصراً یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ جب قاضی کے نزدیک زوجین میں سے ایک دوسرے کو ضرر پہنچانا ثابت ہو جائے، یا ان کے درمیان مستقل ناچاقی پائی جائے، اور قاضی ان کی اصلاح حال سے عاجز رہے اور شوہر طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرادے گا، اور اگر زوجہ کا قصور پایا جائے تو شوہر کے ذمہ مہر مؤجل ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت پورا مہر وصول کر چکی ہو تو قاضی اس کو حکم دے گا کہ نصف سے زائد وصول شدہ مہر شوہر کو لوٹا دے۔ (بحوالہ: قانون الاحول الشخصیۃ عراق)

۲۔ جب زوجہ شوہر کے ایسے ظلم کی شکایت کرتی ہو کہ اس ظلم کے ہوتے ہوئے اس کے لئے اپنے شوہر کے ساتھ مستقل ازدواجی زندگی گذارنا ممکن نہ ہو تو عورت کو حق

ہوگا کہ وہ قاضی سے تفریق کرا دینے کی درخواست کرے، اور جب قاضی پر شوہر کا ظلم ثابت ہو جائے اور وہ اصلاحِ حال سے عاجز ہو تو وہ (قاضی) اس عورت کو طلاق بائن دے گا........

(بحوالہ: قانون الاحول الشخصية مصر، مجموعہ قوانین اسلام ص ٦٦٨)

(مسئلہ) شوہر کے ظلم کے سبب عدالت زوجین میں جو تفریق کرائے گی وہ بمنزلہ ایک طلاق بائن کے ہوگی۔

ظلم یا ناچاقی کے سبب جب عدالت مابین زوجین تفریق کرائے گی تو وہ تفریق اپنے حکم کے اعتبار سے ایک طلاق بائن ہوگی، چنانچہ مرد پر مہر کی ادائیگی لازمی ہوگی، اگر دخول ہو گیا ہو تو کل مہر دینا ہوگا اور اگر دخول نہ ہوا ہو تو نصف مہر واجب ہوگا، عورت پر تاریخ تفریق سے عدت واجب ہوگی اور بعد انقضاءِ عدت عورت اور مرد اگر چاہیں تو عقدِ جدید کرنے کے مجاز ہوں گے۔ (مجموعہ قوانین اسلام ص ٦٧٥)

زوجین میں شقاق کے سبب سے تفریق

زوجین میں اختلاف اور غیر معمولی کراہت ونفرت کسی وجہ سے اس درجہ تک پہنچ جائے کہ سمجھانے بجھانے اور ثالثوں کی مداخلت کے باوجود حالات درست نہ ہوں اور حدود اللہ کے ٹوٹنے اور مقاصدِ نکاح کے فوت ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو اس صورت میں شرعی عدالت کو ان کا نکاح فسخ کر دینے کا اختیار ہے، جس کی ترتیب یہ ہے:

(الف)

قاضی حکمین مقرر کرے گا تا کہ اصلاح کی صورت نکل آئے۔

(ب)

اگر تحکیم کے باوجود اصلاحِ حال یا باہمی رضامندی سے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں نکل سکے تو قاضی بربنائے شقاق، زوجہ کے مطالبہ کی صورت میں تفریق کردے گا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم معاشرت بالمعروف کا ہے، اس کے لئے دونوں طرف سے محبت ضروری ہے، معاشرت بالمعروف کے امکانات اس وقت ختم ہوجائیں گے جب زوجین ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں یا زوجین میں سے کوئی ایک نفرت کرنے لگے تو بھی شقاق قرار دیا جائے گا، اس لئے کہ دونوں کی رضا معاشرت بالمعروف کے لئے ضروری ہے، اور ایک طرف سے بھی محبت و رضا کا فقدان معاشرت بالمعروف کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے، پس دونوں ہی ایک دوسرے سے نفرت کریں یا کسی بھی وجہ سے عورت شدید نفرت میں مبتلا ہو تو قاضی کو چاہیے کہ حکمین مقرر کرے جو اصلاحِ حال کی صورت نکالیں، اور اگر باوجود ان کوششوں کے اصلاحِ حال ممکن نہ ہو اور نکاح اپنے مقاصد سے خالی ہوجائے، یعنی امساک بالمعروف دشوار ہوجائے تو شوہر کی ذمہ داری تسریح بالاحسان ہے، لیکن اگر شوہر اس سے گریز کرے تو قاضی نیابۃً عن الزوج تفریق کردے گا۔ (مجموعۂ قوانین اسلامی ۲۵۰-۲۵۱)

شوہر کا عورت کے حقوق ادا نہ کرنے پر تفریق

اگر شوہر اپنی بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو زوجہ کو اسلامی عدالت سے رجوع کرنے کا حق ہے، حاکم شرعی تحقیق حال کے بعد تفریق کرسکتا ہے، حقوق زوجیت میں یہ چیزیں شامل ہیں۔

۱۔ جنسی تعلق قائم نہ رکھے۔

لہذا ترکِ مجامعت اور بیوی کو معلقہ بنا کر رکھنا بھی تفریق کے اسباب میں ہے، اس لئے کہ حقوقِ زوجیت کی ادائیگی واجب ہے، حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنا اور بیوی کو معلقہ بنا کر رکھنا ظلم ہے، اگر عورت قاضی کے یہاں مذکورہ شکایت لے آئے تو قاضی تحقیق حال کے بعد لازمی طور پر رفع ظلم کرے اور عورت کو معصیت سے محفوظ رکھنے کے مواقع پیدا کرے۔

۲۔ اپنی استطاعت کے مطابق اس کی ضروریاتِ زندگی پوری نہ کرے۔

(اس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے)

۳۔ زوجہ پر ظلم وتعدی کرے۔

اگر شوہر زوجہ کو برا بھلا کہے، گالی دے جو عورت کے لئے انتہائی تحقیر اور اذیت کا باعث ہو، یا شدید زدوکوب کرے تو اس کو حق تفریق حاصل ہوگا۔

قرآن میں ہے ﴿ **ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا، ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ / بقرۃ ۱۳۱** ﴾

اور تم عورتوں کو ضرر پہنچاتے ہوئے باقی نہ رکھو کہ ان پر ظلم کرسکو اور جو ایسا کرے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

لہذا شوہر کے مار پیٹ اور گالی گلوج پر عورت کو قاضی کے یہاں درخواست دینے کا حق حاصل ہوگا، قاضی تحقیق حال کے بعد مناسب فیصلہ کرے گا، یا تو افہام وتفہیم یا پھر ضرر کی وجہ سے تفریق کے ذریعہ اس کا تدارک کرے۔ (مجموعۂ قوانین اسلامی ۲۴۲-۲۵۰)

طلاق کے مشابہ چیزیں

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا حکم طلاق ہی کا حکم ہے، یعنی وہ اپنے نتیجہ کے اعتبار سے زوجین میں تفریق وجدائی پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں، وہ تین چیزیں ہیں:

(۱) ایلاء (۲) ظہار (۳) لعان

۱۔ ایلاء

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے مطلقاً صحبت نہ کرنے یا چار ماہ سے زائد عرصہ تک صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے تو اس کو ایلاء کرنا کہتے ہیں، اس طرح سے قسم کھانا حرام ہے۔

ایلاء کرنے سے اس کو اس تاریخ سے چار قمری ماہ کی مہلت دی جائے گی کہ وہ چار ماہ کے اندر بیوی سے صحبت کر کے قسم کا کفارہ ادا کرے۔

اگر چار مہینہ گذر گئے تو قاضی عورت کے مطالبہ پر اس کو دو باتوں میں سے ایک بات پر مجبور کرے گا۔

۱۔ یا تو وہ صحبت کر کے کفارہ ادا کر دے۔

۲۔ یا پھر عورت کو طلاق دیدے۔

اگر وہ دونوں میں سے کسی بات پر راضی نہ ہو تو قاضی خود شوہر کی جانب سے عورت کو ایک طلاق دے گا، طلاق دینے کے بعد شوہر کو عدت میں رجوع کا اختیار رہے اگر عدت گذر جائے تو عورت مطلقہ بائنہ ہوگی۔

اس طرح کی قسم کا اعتبار صرف اس صورت میں ہے جب شوہر صحبت پر قدرت و طاقت رکھتے ہوئے اس طرح قسم کھائے، اور اگر شوہر کے اندر صحبت کی طاقت نہ ہو تب یہ قسم کھالے تو اس کو زبانی طور پر اپنی قسم سے رجوع کرنے کا حکم کیا جائے گا۔

قرآن میں ہے ﴿ للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة أشهر فإن فآؤوا فإن اللہ غفور الرحیم ، وإن عزموا الطلاق فإن الله سمیع علیم / بقرة ۲۲۷،۲۲۶ ﴾

وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کو چار ماہ انتظار کرنا چاہئے اگر وہ ایلاء سے لوٹ جائیں یعنی قسم توڑ دیں تو بیشک اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور اگر طلاق کا پختہ ارادہ رکھتے ہو تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے گا تو چار ماہ گذرنے تک اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس کو روک لیا جائے گا، پھر چار ماہ بعد یا وہ طلاق دیدے یا پھر عورت سے صحبت کے ذریعہ اپنی قسم توڑ دے۔ (موطا ۲/۵۵٦) اسی طرح کا قول حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بھی منقول ہے۔ (۱)

ایلاء کی دوسری صورت

کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ اگر میں نے تجھ سے صحبت کی تو تجھے طلاق ہے، اس طرح سے کہنا بھی ایلاء ہے، لہذا اگر یہ شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے تو ایک طلاق رجعی پڑے گی، اس کو عدت میں لوٹا سکتا ہے، چونکہ اس نے قسم نہیں کھائی تھی لہذا

---

(۱) احناف کے نزدیک ایلاء کی بابت تفصیل اس طرح ہے:

اگر کوئی شخص قدرت وطاقت کے باوجود بغیر کسی عذر کے قسم کھالے کہ پورے چار مہینے تک، یا اب کبھی بھی وہ اپنی بیوی سے صحبت نہیں کرے گا تو پورے چار ماہ گذر جانے پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی، اور اگر چار ماہ گذرنے سے پہلے ہی صحبت کرلے تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے گا۔ (شرح البدایة ۲/۳۸۱)

قسم کا کفارہ بھی نہیں ہوگا۔

احناف کے نزدیک اس طرح ایلاء کرنے پر صحبت کرنے سے ایک طلاق رجعی پڑے گی اور اگر چارہ ماہ گذر گئے اور صحبت نہیں کی تو طلاق بائن واقع ہوگی، چونکہ قسم نہیں کھائی، لہٰذا کفارہ نہ ہوگا۔ (اسلامی قانون ۹۱)

قسم کا کفارہ

بیوی سے ایلاء کرنے پر قسم توڑنے کا کفارہ واجب ہوتا ہے، کفارۂ قسم یہ ہے:

(۱) دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا (۲) دس مسکینوں کو کپڑا (لباس) دینا، یا (۳) ایک باندی آزاد کرنا۔

ان تین کاموں میں سے کسی بھی ایک کام کے کرنے کا اختیار ہے، اگر تینوں میں سے کوئی نہ کر سکے تو پھر تین دن کے روزے رکھے گا، ان روزوں کو مسلسل رکھنا واجب نہیں ہے، متفرق رکھ سکتا ہے۔ (۱)

(مسئلہ) دس مسکینوں ہی کو دینا ضروری ہے، اگر ایک ہی مسکین کو دس روز تک دے تو ایک مسکین دینا واجب ہے۔ (۲)

(مسئلہ) ہر مسکین کو ایک مد اناج دیا جائے گا۔ (۳)

---

(۱) احناف کے نزدیک روزوں کو مسلسل رکھنا واجب ہے۔ (رحمة الأمة ٢٤٧)

(۲) احناف کے نزدیک ایک ہی مسکین کو دس روز تک دے سکتے ہیں۔

(۳) احناف کے نزدیک جو یا کھجور ہو تو ایک صاع اور اگر گیہوں ہو تو نصف صاع ہے۔

(رحمة الأمة ٢٤٨)

۲۔ ظہار

اپنی محرماتِ ابدیہ یعنی جن عورتوں سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہے، جیسے ماں بیٹی وغیرہ، ان کے بدن کے اس حصہ کو جن کا دیکھنا جائز نہیں ہے، جیسے پیٹھ وغیرہ، اپنی بیوی کو ان کے بدن کے ان حصوں سے تشبیہ دینا، جیسے بیوی سے یہ کہنا تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، یا تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، اس کو ظہار کہتے ہیں اور یہ ظہار کے صریح الفاظ کہلاتے ہیں۔

لہذا اس طرح کے الفاظ ایسے شخص کی زبان سے نکلیں جو عاقل، بالغ اور ہوش و حواس میں ہو تو وہ ظہار کرنے والا ہو جاتا ہے، چاہے اس کی نیت ظہار کی ہو یا نہ ہو۔

اگر کوئی شخص کنایہ الفاظ سے ظہار کرے، جیسے یہ کہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے، یا یہ کہے کہ تو میری بہن کی طرح ہے تو اس طرح کہنے سے اگر اس کی نیت ظہار کرنے کی ہو تو یہ ظہار ہے، اگر طلاق یا ایلاء کی ہو تو نیت کے مطابق ہوگا، اور اگر اس کی نیت ان الفاظ سے بیوی کی عزت اور اس کے اکرام کی ہو تو اس کی نیت کے مطابق سمجھا جائیگا اور یہ ظہار نہیں ہوگا اور اس سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

بیوی سے ظہار کرنے کی صورت میں نکاح باطل نہیں ہوتا، البتہ ظہار کرنے کے بعد اگر بیوی کو فوراً طلاق دیدے تو پھر طلاق واقع ہوگی، ظہار کا کفارہ واجب نہیں ہوگا، اور اگر ظہار کے بعد طلاق دینے میں دیر کر دے تو ظہار کا کفارہ لازم ہوگا، اور کفارہ ادا کئے بغیر بیوی سے صحبت وغیرہ کرنا حرام ہے۔

(مسئلہ) بیوی کو ماں کہنے سے یا ماں کہہ کر پکارنے سے ظہار نہیں ہوتا۔

ظہار کے سلسلہ میں قرآن وحدیث میں تفصیل اس طرح ملتی ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت اوس بن صامتؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئیں اور کہنے لگی، یارسول اللہ انہوں نے میری جوانی ختم کردی اور میں نے ان کے لئے اپنے پیٹ کو خالی رکھا، اب جب میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور بچے جننے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے تو انہوں نے مجھ سے ظہار کیا ہے، اے اللہ میں تجھ سے ان کی شکایت کرتی ہوں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ حضرت جبرئیلؑ ان آیات کو لے کر حاضر ہوئے۔

﴿ قد سمع الله قول التی تجادلك فی زوجها وتشتكی إلی الله والله یسمع تحاوركما إن الله سمیع بصیر ، الذین یظهرون منكم من نسائهم ماهن أمهتهم إن أمهتهم إلا الئی ولدنهم وانهم لیقولون منكرا من القول وزورا وإن الله لعفو غفور ، والذین یظهرون من نسائهم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل أن یتمآسا ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبیر فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل أن یتمآسا فمن لم یستطع فإطعام ستین مسكینا ، ذلك لتؤمنوا بالله ورسوله وتلك حدود الله وللكافرین عذاب الیم / مجادلة ۱ تا ۴ ﴾ (مستدرك حاكم ۲/۴۸۱، ابوداؤد ۲۲۱۴)

اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے تکرار کررہی ہے، اور اللہ سے فریاد کررہی ہے، اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے، تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، یہ لوگ سخت ناپسندیدہ

اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے، جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی اس بات سے رجوع کرلیں جو انہوں نے کہی تھی تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے، اور جو شخص غلام آزاد نہ کرپائے وہ دو مہینے پے در پے روزے رکھے قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، اور جو اس پر قادر نہ ہو وہ ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلائے گا، یہ حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ظہار کا کفارہ

۱۔ ایک غلام یا باندی آزاد کرے، اگر یہ نہ ہوسکے یعنی باندی نہ ملے جس طرح آج کل ہے۔

۲۔ تو اگر طاقت ہو تو دو مہینہ کے روزے مسلسل رکھے، بیچ میں کوئی روزہ نہ چھوٹنے پائے۔

۳۔ روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ہر ایک مسکین کو ایک مد اناج دے۔

احادیث میں اس کی تفصیل اسی طرح ملتی ہیں۔ (دیکھئے ترمذی ۱۱۹۹)

(مسئلہ) اگر کوئی شخص ظہار کرنے کے بعد ظہار کا کفارہ ادا کئے بغیر عورت سے صحبت کرے تو وہ گنہگار ہوجائے گا توبہ واستغفار کرے گا، اور بہر صورت کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

(مسئلہ) مرد کی طرح اگر عورت ظہار کرے، مثلاً شوہر سے کہے تم میرے لئے میرے باپ کی طرح ہو، یا میں تمہارے لئے تمہاری ماں کی طرح ہوں تو یہ ظہار نہیں ہے۔

۳۔ لعان

اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر صاف اور واضح الفاظ میں زنا کا الزام لگائے، یا اولاد کے متعلق کہے وہ اس کی اولاد نہیں ہے، اور قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہو تو اس کو لعان کہتے ہیں، لہذا قاضی ان دونوں کو موقعہ دے گا کہ ان میں سے کوئی اپنی غلطی وقصور کا اعتراف کریں، یعنی یا تو مرد اپنا الزام واپس لے، یا پھر عورت اپنی خطا کا اعتراف کرلے، اگر دونوں اپنی اپنی باتوں پر مصر ہوں تب لعان کرایا جائے گا۔

لعان کا طریقہ

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شوہر سے کہا جائے گا کہ وہ مسجد میں حاضر ہو کر تمام حاضرین کے سامنے کسی بلند جگہ، جیسے ممبر وغیرہ پر یہ کہے کہ "میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی فلانہ بنت فلاں پر زنا کا جو الزام لگایا ہے اس میں میں یقیناً سچا ہوں" یہ جملہ چار دفعہ کہے گا، اب چار دفعہ اس طرح کہنے کے بعد قاضی اس کو سمجھائے گا اور آخرت کے عذاب سے ڈرائے گا، پھر اس کے بعد پانچویں دفعہ وہ شخص یوں کہے گا کہ "اگر میں اپنے قول میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو"۔

اگر بچہ کی نفی کرے، یا عورت کے حمل کو زنا کا حمل کہے تو یہ کہے کہ "یہ حمل زنا کا ہے" یا "بچہ میرا نہیں ہے"۔

پھر اس کے بعد عورت سے کہا جائے گا کہ وہ اس طرح کہے کہ "میں اللہ کی قسم کھا

کر کہتی ہوں کہ میرے شوہر نے مجھ پر زنا کا جو الزام لگایا ہے وہ غلط ہے" اس طرح چار دفعہ کہے گی، اور پانچویں دفعہ قاضی کے سمجھا لینے کے بعد یہ کہے گی " اگر شوہر کا مجھ پر لگایا ہوا الزام صحیح ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو جائے"۔

لعان کا اثر

دونوں میاں بیوی کے لعان کر لینے کے بعد مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہو جائیں گی، اور اس لعان کا یہ اثر ہو گا۔

۱۔ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے گی۔

۲۔ یہ تفریق دائمی ہو گی، پھر دونوں آپس میں نکاح نہیں کر سکیں گے، حتی کہ حلالہ کے بعد بھی نکاح نہیں کر سکیں گے۔

۳۔ بچہ پیدا ہو جائے تو بچہ کا نسب عورت سے جوڑ دیا جائے گا، مرد سے اس کا نسب ثابت نہ ہو گا۔

۴۔ مرد کے لعان کر لینے پر عورت پر زنا کی سزا واجب ہو گی۔

۵۔ شوہر سے حد قذف (تہمت لگانے) ساقط ہو گی۔

۶۔ اگر عورت بھی لعان کر لے تو اس پر سے بھی زنا کی سزا ساقط ہو جائے گی۔

قرآن میں لعان کے متعلق فرمایا گیا ہے ﴿والذین یرمون أزواجهم ولم یکن لهم شهداء إلا أنفسهم فشهادة أحدهم أربع شهدت بالله إنه لمن الصادقین والخمسة أن لعنت الله علیه إن کان من الکاذبین ، ویدرؤا عنها العذاب أن تشهد أربع شهدات بالله إنه لمن الکاذبین والخامسة أن غضب الله علیها

إن كان من الصادقين / النور ٦ - ٩ ﴾

ترجمہ اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے، اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو، اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو، اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام) میں جھوٹا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے، اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو۔

حدیث میں ہے ''عن ابن عمرؓ أن النبی لاعن بین رجل وامرأته فانتفی من ولدها، ففرق بینهما، وألحق الولد بأمه'' (بخاری ۵۳۱۵، مسلم ۱۴۹۴)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرد اور اس کی عورت کے درمیان لعان کرایا تو لڑکے کی اس مرد سے نفی کر دی اور دونوں میں جدائی کرا دی اور بچہ کو اس کی ماں سے ملحق کیا۔

ابو داؤد شریف کی روایت میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ لعان کرنے والوں میں یہ طریقہ چلا آیا ہے کہ ان میں جدائی کے بعد پھر کبھی دونوں میاں بیوی میں ملاپ نہیں کیا جائے گا۔ (ابوداؤد ۲۲۵۰)

متعہ یا متاع طلاق

متعہ (متاع طلاق) سے مراد وہ مال ہے جو شوہر سے طلاق یا جدائی واقع ہونے کی صورت میں شوہر کے ذمہ عورت کو دینا ضروری ہو جاتا ہے۔

عورت کو ان صورتوں میں متعہ حاصل ہوگا:

۱۔ عورت کو ہمبستری کے بعد طلاق ہوئی ہو۔

۲۔ عورت کو ہمبستری سے پہلے طلاق ہو جائے مگر نکاح میں مہر کا ذکر نہیں کیا گیا ہو۔

۳۔ جب عورت کی مرد سے جدائی شوہر کے سبب سے ہوئی ہو، جیسے شوہر مرتد ہو جائے یا وہ عورت سے لعان کرے۔

(مسئلہ) وہ عورتیں جن کو ہمبستری سے قبل طلاق دی جائے اور ان کا عقدِ نکاح میں مہر کا ذکر ہوا ہو تو عورت کو مذکورشدہ مہر کا نصف ملے گا پھر متعہ نہیں ملے گا۔

متعہ دینا شوہر کے ذمہ واجب ہے، قرآن میں ہے ﴿ **وللمطلقات متاع بالمعروف حقا على المتقين / بقرة ٢٤١** ﴾ اور مطلقہ عورتوں کو متعہ دینا یہ متقی لوگوں پر حق ہے۔

(مسئلہ) جس عورت نے اپنے شوہر سے خلع لیا ہو اس کو متعہ نہیں ملے گا، اس لئے کہ وہ خود شوہر کو عوض دے کر الگ ہونے کا راستہ اختیار کرنے والی ہوتی ہے۔

(بداية المجتهد ٢/١١٧)

متعہ کی مقدار

متعہ کی شریعت نے کوئی مخصوص مقدار متعین نہیں کی ہے، بلکہ دونوں طرف کے لوگ آپسی رضامندی سے جس مقدار پر راضی ہوں اس کو دیا جائے گا۔

اگر دونوں فریق مقدارِ متعہ میں اختلاف کر لیں، جیسے مرد جس مقدار کو دینا چاہے عورت اس سے زیادہ کا مطالبہ کرے تو پھر قاضی کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین کی حالتِ خوشحالی و تنگدستی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی صوابدید سے کوئی مقدار متعین کرے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ ۳۰ درہم یعنی ۹۰ گرام چاندی یا اس کی قیمت سے کم متعہ کی مقدار نہیں ہونی چاہئے۔

عدت

عدت:۔ اگر کسی عورت کو اس کا شوہر طلاق دیدے، یا خلع، یا فسخ نکاح وغیرہ کے ذریعہ اس کا نکاح ٹوٹ جائے یا اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں عورت کو کچھ مدت کے لئے ایک ہی گھر میں رہنا اور زیب وزینت وغیرہ سے اجتناب کرنا پڑتا ہے، اور اس مخصوص مدت میں وہ کسی مرد سے نکاح بھی نہیں کرسکتی، اس مدت کے گذارنے کو عدت کہتے ہیں۔

عدت کا حکم واجب ہے، اور قرآن کی مختلف آیات اور رسول کریم ﷺ کی بہت سی احادیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

عدت تین مقاصد میں سے کسی نہ کسی مقصد یا تینوں مقاصد کے لئے ہوگی۔

(۱) شوہر کی جدائی پر افسوس کرتے ہوئے۔

(۲) اپنے رحم (حمل) کے پاک وصاف ثابت کرنے کی غرض سے۔

(۳) محض اللہ کے حکم کی رعایت کے لئے۔

عدت کی اقسام

عدت مختلف عورتوں کی مختلف ہوتی ہیں، ذیل میں ہر ایک کی عدت بیان کی جاتی ہے۔

۱۔ **عدتِ وفات:۔** یعنی اپنے شوہر کے انتقال پر عدت کا گذارنا۔

(الف) حاملہ: اگر کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، چاہے شوہر کے انتقال کے فوراً بعد بچہ پیدا ہو یا انتقال کے نو یا اس سے زائد ماہ بعد بچہ پیدا ہو، قرآن میں ہے ﴿ **واولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن / الطلاق ٤** ﴾ اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہؓ کو اپنے شوہر کے انتقال کے کچھ روز بعد بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی، تو انہوں نے نکاح کیا۔ (بخاری ٥٠١٤)

(ب) غیر حاملہ: اور اگر یہ عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہیں، قرآن میں ہے ﴿ **والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرا...... الآية / بقرة ٢٣٤** ﴾

اور تم میں سے جو انتقال کر جائیں اور اپنی بیویوں کو چھوڑ جائیں تو وہ اپنے لئے چار ماہ دس دن تک انتظار کریں گی۔

(مسئلہ) نکاح ہونے کے بعد شوہر نے ابھی اپنی عورت سے ہمبستری بھی نہ کی ہو اور شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس عورت پر بھی وفات کی عدت چار ماہ دس دن گذارنے ہوں گے۔

٢۔ طلاق، خلع یا فسخ نکاح وغیرہ کی عدت

عورت کو طلاق رجعی ہو جائے یا طلاق بائن، یا نکاح فسخ ہو جائے، اس طرح کی عورتوں کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حاملہ: لہذا مطلقہ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے، قرآن میں ہے ﴿ **واولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن / الطلاق ٤** ﴾ اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے۔

۲۔ غیر حاملہ: (الف) اگر مطلقہ غیر حاملہ ہو اور وہ ایسی عورت ہو جس کو ایام ماہواری آتے ہوں تو اس کی عدت تین پاکی ہے، یعنی تین پاکی کا مکمل ہونا ہے، چاہے مدت جتنی طویل ہو جائے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر عورت طلاق کے وقت پاکی کی حالت میں تھی تو تیسرا حیض شروع ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی، اور اگر طلاق کے وقت حالتِ حیض میں تھی تو پھر چوتھا حیض شروع ہونے پر عدت ختم ہو جائے گی۔(۱)

قرآن میں ہے ﴿ **والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء / بقرة ۲۲۸** ﴾ اور طلاق والی عورتیں تین قروء کا انتظار کریں گی۔(۲)

(ب) اگر مطلقہ غیر حاملہ ایسی عورت ہو جس کے ایام ماہواری نہ آتے ہو، جیسے ابھی نابالغ ہو یا آئسہ ہو (یعنی بڑھاپے یا کسی بیماری وغیرہ کے سبب سے حیض کا آنا بند ہو چکا ہو) تو ایسی عورت کی عدت تین اسلامی ماہ کا مکمل ہونا ہے۔

---

(۱) احناف کے نزدیک ایسی عورت کی عدت تین پاکی کے بجائے تین حیض ہے، لہذا پاکی کی حالت میں طلاق دینے پر تین حیض مکمل ہونا اور حیض کی حالت میں طلاق دینے پر چوتھا حیض مکمل ہونا پڑے گا۔

(۲) شوافع قروء سے طہر اور احناف قروء سے حیض مراد لیتے ہیں۔

قرآن میں ہے ﴿ واللائی یئسن من المحیض من نسائکم إن ارتبتم فعدتھن ثلاثة أشھر واللائی لم یحضن / الطلاق ٤ ﴾ اور تم عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہوچکی ہوں، اگر ان کے سلسلہ میں تم کو کوئی شک ہو (تو تمہیں معلوم ہو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہیں اور یہی حکم ہے ان عورتوں کا جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو۔

(مسئلہ) کسی عورت کا حیض اگر بچہ کو دودھ پلانے کے سبب سے بند ہو گیا ہو، اس صورت میں ایامِ رضاعت (یعنی دودھ پلا چکنے) کے بعد جب حیض دوبارہ شروع ہو جائے تو اس کے بعد تین پاکی مکمل ہونے پر عدت ختم ہوگی۔

(مسئلہ) وہ عورت جس کو شوہر نے ہمبستری سے پہلے ہی طلاق دی ہو تو اس پر کسی طرح کی عدت واجب نہیں ہے۔

قرآن میں ہے ﴿ یاأیھا الذین آمنوا إذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل أن تمسوھن فما لکم علیھن من عدة تعتدونھا فمتعوھن وسرحوھن سراحا جمیلا / أحزاب ۳۹ ﴾ اے ایمان والو جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو ہمبستر ہونے سے پہلے طلاق دیدو تو ان پر تمہاری خاطر کوئی عدت نہیں ہے، تو ان کو مال ومتاع دے دو، اور بھلے طریقے سے ان کو رخصت کر دو۔

اسقاطِ حمل کی صورت میں عدت

اگر مطلقہ کا حمل گر جائے یا کسی طریقے سے اس کا حمل گرایا جائے تو عورت چاہے طلاق کی عدت گذار رہی ہو یا شوہر کے وفات کی، ان دونوں صورتوں میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر یہ حمل واقعۃً انسانی حمل ہی ہے تو پھر اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔

زانیہ کی عدت

زانیہ یعنی زنا کرنے والی عورت، یہ دو طرح کی ہوسکتی ہیں۔

۱۔ زانیہ عورت اگر شادی شدہ نہیں بلکہ کنواری تھی تو اس کی کوئی عدت نہیں ہے چاہے وہ حاملہ ہو یا حاملہ نہ ہو۔

۲۔ اگر زانیہ عورت شادی شدہ ہو اور اس کو زنا کا حمل ٹھہر جائے اور اس دوران شوہر اس کو طلاق دیدے تو صرف بچہ پیدا ہونے سے اس کی عدت ختم نہیں ہوتی بلکہ اگر زنا سے پہلے اس کو حیض نہ آتا تھا تو اس کی عدت تین ماہ ہے، اور اگر اس کو زنا سے پہلے حیض آتا تھا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد تین پاکی عدت گذارے گی۔

(مسئلہ) وہ عورت جس کو زنا سے حمل ٹھہر جائے، اس سے نکاح کرنا اور اس سے صحبت کرنا بھی جائز ہے۔(مغنی المحتاج ۳۸۸/۲) (۱)

طلاقِ رجعی اور عدتِ وفات

اگر کسی شخص نے بیوی کو طلاقِ رجعی دی ہو، اور عدت پوری ہونے سے قبل شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس عورت کو عدتِ وفات یعنی شوہر کی وفات کے بعد سے چار ماہ دس دن عدت گذارنی ہوگی، اور اگر وہ حاملہ ہو تو پھر بچہ پیدا ہونے پر اس کی عدت ختم ہوگی۔

---

(۱) احناف کے نزدیک ایسی عورت سے نکاح جائز ہے، مگر اس سے صحبت نہیں کرسکتا۔

عدت کے احکام

۱۔ طلاقِ رجعی میں واجب اشیاء

مرد کے ذمہ:

ایسی عورت جس کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو، مرد کے ذمہ عورت کے لئے عدت کی مدت میں یہ اشیاء واجب ہو جاتی ہیں:

(۱) کھانے پینے کے اخراجات (۲) لباس اور رہائش وغیرہ کے اخراجات

عورت کے ذمہ:

(۱) عورت طلاقِ رجعی میں اپنے اسی گھر میں رہے گی جس گھر میں شوہر نے اس کو طلاق دی ہو، اور اس کو اس دوران اپنے طلاق دینے والے شوہر سے پردہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر شوہر کی رغبت کی خاطر اور اس کے رجوع کرنے کی امید میں زیب وزینت اختیار کرے تو یہ مناسب ہے۔

(۲) عدت کے دوران ایسی عورت کو گھر سے باہر بلا ضرورت نکلنا جائز نہیں، اور اگر شوہر کے گھر میں رہنے سے اس کو یا شوہر کے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہو تو پھر اس مکان سے دوسری جگہ منتقل ہونا جائز ہے۔

چند دوسرے امور

(۱) ایسی عورت کو دورانِ عدت کسی دوسرے شخص کو صراحۃً یا اشارۃً پیغام بھیجنا حرام ہے، قرآن میں ہے، ﴿وبعولتهن أحق بردهن في ذلك إن أرادوا

اصلاحا / بقرة ۲۲۸﴾ اوران کے شوہران کو واپس لے لینے کے اس (مدت) میں زیادہ حقدار ہیں بشرطیکہ اصلاح حال کا قصدر کھتے ہوں۔

قرآن میں ہے ﴿اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولاتضاروهن لتضيقوا عليهن وإن كن أولات حمل فأنفقوا عليهن حتى يضعن حملهن / الطلاق ٦﴾

ان کو (زمانۂ عدت میں) اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو، جیسی جگہ بھی تمہیں میسر ہو جائے، اور انہیں تنگ کرنے کے لئے ان کو نہ ستاؤ، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہنا جب تک کہ ان کا وضع حمل نہ ہو جائے، (یعنی بچہ پیدا ہو جائے)

اسی طرح ایک آیت میں ہے ﴿ لاتخرجوهن من بيوتهن ولايخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة / طلاق ۱﴾

(زمانۂ عدت میں) نہ تم ان کو ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، الا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں۔

(۲) اس عدت کے دوران عورت سے مرد کا بغیر نکاح کے رجوع کرتے ہوئے اس کو اپنی زوجیت میں واپس لینا صحیح ہے۔

(۳) اس عدت کے دوران میاں بیوی میں سے کوئی انتقال کر جائیں تو وہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے۔

۲۔ طلاقِ بائن میں واجب اشیاء

یہ دو طرح کی عورتیں ہیں: (۱) بائنہ حاملہ (۲) بائنہ غیر حاملہ

۱۔ بائنہ حاملہ: اگر مطلقہ بائنہ حاملہ ہو تو پھر مرد کے ذمہ عدت کی مدت میں یہ چیزیں واجب ہیں:

الف: کھانے پینے اور لباس کے اخراجات

ب: رہائش کے اخراجات

قرآن میں ہے ﴿ **وان کن اولات حمل فانفقوا علیهن حتی یضعن حملهن / طلاق ٦** ﴾ اور اگر عورتیں حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ان پر خرچ کرو۔

اور عورت پر یہ چیزیں اس عدت میں واجب ہوتی ہیں:

الف: عدت کے ایام اسی شوہر کے گھر میں گذارنا۔

ب: سخت ضرورت کے بغیر اس گھر سے نہ نکلنا۔

ج: زیب وزینت اختیار نہ کرنا۔

۲۔ بائنہ غیر حاملہ: اگر مطلقہ بائنہ حاملہ نہ ہو تو اس صورت میں عورت کے ذمہ تو وہ تمام چیزیں واجب ہوں گی جو حاملہ رہنے کی صورت میں ہوتی ہیں، البتہ مرد کے ذمہ صرف عورت کے لئے (سکنیٰ) یعنی رہائش کے اخراجات واجب ہوتے ہیں، کھانے پینے اور لباس کے اخراجات واجب نہیں ہوں گے۔(۱)

حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو جب ان کے شوہر نے طلاق بائن دی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا "**لا نفقة لك إلا أن تكوني حاملا**" "تمہیں نفقہ نہیں ملے گا الا یہ کہ تم حاملہ ہو۔ **(ابوداؤد ۲۲۹)**

---

(۱) احناف کے نزدیک چاہے طلاق رجعی ہو یا بائن، مطلقہ کے نفقہ اور رہائش کا خرچ مرد کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ **(هداية ٢/٤٢٣)**

۴۔ شوہر کی وفات کی صورت میں واجب اشیاء

اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو اس عورت کے ذمہ یہ چیزیں واجب ہوتی ہیں:

۱۔ عدت کی پوری مدت اسی گھر میں گذارنا جہاں شوہر کا انتقال ہوا ہو۔

۲۔ اپنے شوہر کا سوگ منانا، لہذا اس پوری مدت میں اس کے لئے درج ذیل اشیاء جائز نہیں ہیں:

الف : نکاح کرنا۔

ب : زیب وزینت اختیار کرنا۔(جیسے مہندی لگانا، کاجل لگانا، پھول پہننا، تیل لگانا وغیرہ)

ج : بلاضرورت سرمہ لگانا۔

د : زیورات پہننا، حدیث میں ہے، **عن أم سلمةؓ عن النبی ﷺ قال "المتوفی عنها زوجها لاتلبس المعصفر من الثیاب ولا الممشقة ولا الحلی، ولاتختضب ولاتکتحل "** (ابو داؤد ۲۳۰۵)

حضرت اُم سلمہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ عورت جس کے شوہر کا انتقال ہوا ہو وہ نہ زرد رنگ اور نہ گیروے رنگ کے کپڑے پہنے گی اور نہ زیور پہنے گی اور نہ خضاب لگائے گی اور نہ ہی سرمہ لگائے گی۔

ایک اور حدیث میں ہے، رسول ﷺ نے فرمایا'' **لاتحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تحد علی میت فوق ثلاث لیال إلا علی زوج أربعة أشهر و عشرا** '' (ابو داؤد ۲۲۹۹)

کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر یہ کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو پھر چار ماہ دس دن سوگ منائے گی ۔(بخاری ٥٠٢٤)

(فتاوی المرأة ١٨٢)

عدت کے بعض مسائل

(۱) عدت کی پوری مدت میں ناگزیر ضرورت کے بغیر گھر سے باہر جانا جائز نہیں ہے، البتہ ضرورۃً جاسکتی ہے، جیسے اس کی ضروریات کے پوری کرنے کے لئے کوئی مرد نہ ہو اور اس کو اپنی ضروریات کے لئے جانا پڑے یا جیسے دوا علاج کی خاطر ڈاکٹر کے پاس جانا ہو اور ڈاکٹر گھر نہ آتا ہو، اس عورت کا گھر سے ناگزیر ضرورت کے بغیر گھر سے باہر جانا گناہ ہے۔

(۲) شوہر کا انتقال ہونے پر ان عورتوں پر سابقہ چیزوں کے علاوہ کوئی دوسری چیز واجب نہیں ہے، جیسے سوگ کی خاطر مخصوص کپڑے پہنے رہنا، یا اس کمرہ سے نہ نکلنا جہاں عدت گذار رہی ہو، یا اس کمرہ پر بلا ضرورت یا صرف محرم لوگوں کی موجودگی میں بھی پردہ لٹکانا، اسی طرح جاہل لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ انڈا نہ دیکھے، آسمان نہ دیکھے یہ سب غلط ہے۔

عموماً عورتیں شوہر کے انتقال پر جس طرح پردہ کرتی ہیں اور سابقہ سطور میں بیان کردہ باتوں کے علاوہ جو تکلفات اختیار کرتی ہیں شریعت میں نہ اس کا حکم دیا گیا ہے اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے، درحقیقت یہ اشیاء ہندوؤں کے معاشرہ سے مسلمانوں کے

اندر سرایت کی ہوئی لگتی ہیں، لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

(۳) شوہر کے انتقال پر عورت عدتِ وفات کی مدت کے صرف رہائش کے اخراجات کی حقدار بنتی ہے، نفقہ کی حقدار نہیں بنتی، لہذا شوہر کی وراثت سے عورت کی رہائش کے اخراجات اس کو دیئے جائیں گے، یہ اس صورت میں ہے جب شوہر کا گھر نہ ہو، اور اگر شوہر کا گھر ہو تو پھر اس کو الگ سے یہ اخراجات نہیں دیئے جائیں گے بلکہ وہ شوہر ہی کے گھر رہے گی۔

(۴) وفات کی عدت اسی گھر میں پورا کرنا ضروری ہے جس گھر میں شوہر کا انتقال ہوا ہو، لہذا بلا ضرورت شدیدہ اس گھر سے دوسری جگہ منتقل ہونا صحیح نہیں ہے۔

(۵) عورت جب ایک جگہ عدت شروع کر چکی ہو تو پھر وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونا صحیح نہیں ہے، شوہر کے انتقال کے فوراً بعد عدت شروع ہوتی ہے۔

رجعت (رجوع کرنا)

کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو مرد کو اس عورت سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہونا، اس کی تفصیل اس طرح ہے:

ا۔ ایسی عورت جس سے صحبت کی ہو اس کو صرف ایک یا دو طلاق دی جائے تو ایسی عورت سے عدت کے دوران بغیر نکاح کے رجوع کرسکتا ہے، البتہ رجوع الفاظ کے ذریعہ کرے گا، مثلاً کہے کہ "میں نے تجھ سے رجوع کرلیا"، اپنے رجوع پر دو آدمیوں کو گواہ بنانا سنت ہے۔(۱)

قرآن میں ہے ﴿ **وبعولتهن أحق بردهن في ذلك إن أرادوا إصلاحا / بقرة ۲۲۸** ﴾

اور ان کے شوہر ان کو واپس لینے کے اس (مدت) میں زیادہ حقدار ہیں بشرطیکہ وہ اصلاح حال کا ارادہ رکھتے ہوں۔

حضور ﷺ کا اپنی زوجہ حضرت حفصہ بنت عمرؓ کو طلاق دے کر دورانِ عدت رجوع کرنا حدیث میں مذکور ہے۔ **(ابوداؤد ۲۲۸۳)**

لہذا عدت میں رجوع کرنے پر وہ عورت اس کی بیوی بن جائے گی، اور اب پھر اس کو تین میں سے باقی طلاق کا حق واختیار رہے گا، جیسے اگر ایک طلاق دیا تھا تو پھر دو کا

---

(۱) احناف کے نزدیک رجوع کی نیت سے الفاظ ادا کئے بغیر صحبت کرنا کافی ہے، الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔ **(بداية المجتهد ۲/۱۰۲)**

اور دو طلاق دیا تھا تو پھر صرف ایک طلاق کا حق رہے گا۔

اگر ایسی عورت کے ساتھ عدت میں رجوع نہیں کیا اور عدت ختم ہوگئی تو وہ عورت بائنہ ہوگی، پھر دوبارہ نکاح جدید اور مہر جدید کے ذریعہ اس کو اپنی زوجیت میں واپس لے سکتا ہے، اس صورت میں بھی پھر اس کو صرف تین میں سے باقی طلاقوں کا ہی اختیار رہے گا۔

۲۔ وہ عورت جس کو طلاق بائن ہوئی ہو، ایسی عورت کے ساتھ عدت کے دوران بغیر نکاح کے رجوع نہیں کر سکتا ہے، بلکہ اس سے دوبارہ صرف نکاح کے ذریعہ ہی رجوع کیا جائے گا، اور طلاق بائن کی صورت میں نکاح جدید کے لئے عدت کا ختم ہونا ضروری نہیں ہے۔

۳۔ وہ عورت جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں ایسی عورت کے ساتھ نہ عدت میں اور نہ عدت کے بعد رجوع کرنا جائز ہے بلکہ جب تک حلالہ نہ ہو جائے ایسی عورت سے رجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (حلالہ کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے)

نفقہ

نفقہ سے مراد کھانے پینے کا سامان، لباس، گھر اور اس کے لوازمات وغیرہ ہیں۔
مرد کے ذمہ اپنی بیوی بچوں کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔

قسم اول: بیوی کا نفقہ

شوہر کے ذمہ اپنی بیوی کا نفقہ جیسے اس کے کھانے پینے کا، اس کے لباس نیز اس کے لئے گھر وغیرہ کا انتظام فرض ہے، چنانچہ عورت چاہے کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو مرد پر اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عورت کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے﴿ الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا عليهم/ نساء ٣٤ ﴾ مرد عورتوں پر قوام بنائے گئے ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے، اور اس وجہ سے کہ ان (عورتوں) پر انہوں نے جو کچھ خرچ کیا ہے۔اسی طرح قرآن میں ایک اور جگہ ہے﴿لينفق ذو سعة من سعته﴾ یعنی گنجائش والوں کو اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔

حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف ....الحديث" (مسلم ١٢١٨) اور تم مردوں کو اپنی بیوی کی روزی اور ان کے کپڑوں کا بھلے طریقہ سے انتظام کرنا فرض ہے۔

اسلام نے عورت کو گھر کی مالکہ اور اس کا نگہبان بنایا، اور مرد کے ذمہ واجب کیا

کہ وہ گھر کے اخراجات کی ذمہ داری خود سنبھالے، محنت اور مشقت سے روزی کما کر لائے تا کہ اس کی اس محنت اور عورت کے گھر کے نظام کو سنبھالنے کے سبب دونوں ایک دوسرے کے حقوق نبھاتے ہوئے ایک خوشگوار زندگی گذار سکیں، گویا انتظامی معاملات میں عورت کو مرد کا تابع بنایا گیا، عورت کے ذمہ اسلام نے قطعاً یہ فرض نہیں کیا کہ گھر کے اخراجات کی ذمہ داری وہ خود سنبھالے، حتیٰ کہ عورت کے مالدار ہونے پر بھی شوہر ہی کے ذمہ عورت کا نفقہ واجب ہوتا ہے، شریعت نے عورت کو اس ذمہ داری سے بالکل ہی سبکدوش کیا ہے، مال و اسباب کی فراہمی کی پوری ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔

نفقہ میں شامل اشیاء

شوہر کے ذمہ اس کی بیوی کا نفقہ اس کی اپنی استطاعت کے مطابق جو واجب کیا گیا ہے، اس کی تفصیل یوں ہے:

١۔ کھانے پینے کے اخراجات مع اس کے لوازمات، جیسے سالن وغیرہ کا انتظام کرنا۔

٢۔ عورت کے مناسب حال اور اس کی ضرورت کے مطابق لباس کا انتظام کرنا۔

٣۔ عورت کے لئے رہائش کا انتظام مع اس کے ضروری ساز و سامان کے کرنا۔

٤۔ پاکی اور صفائی ستھرائی کے واسطہ اس کے لوازمات کا انتظام کرنا۔

٥۔ اگر شوہر عورت سے زینت اختیار کرنے کا خواہاں ہو تو زیب زینت کی اشیاء کا انتظام کرنا۔

۶۔ اگر بیوی کے باپ کے گھر خادمہ رہا کرتی تھی تو بیوی کے لئے گھر میں خادمہ کا انتظام کرنا۔

(مسئلہ) مکان کی فراہمی کے سلسلہ میں مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر عورت چاہے تو اس کو الگ مکان میں رکھے، یا اس کے لئے ایسی جگہ الگ دے جہاں میاں بیوی بے تکلفی سے رہ سکیں، اور جہاں وہ اپنا سامان الگ رکھ سکے اور اس پر اسی کا اختیار ہو۔

نفقہ کے متعلق چند اہم مسائل

۱۔ عورت شوہر کی اجازت سے جتنے دن اپنے ماں باپ کے گھر رہے گی، اتنے زمانہ کا نفقہ شوہر سے لینے کا عورت کو حق ہوگا۔

۲۔ عورت اگر بیمار ہو جائے تو بیماری کے زمانہ کا نفقہ شوہر سے لینے کا وہ حق رکھتی ہے، البتہ علاج کا خرچ اصولاً مرد کے ذمہ نہیں ہے، البتہ شوہر غنی ہو اور عورت محتاج ہو تو پھر بیماری کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہوں گے ۔

۳۔ گھر کا کام کرنا عورت کے ذمہ ہے، اور مرد کی ذمہ داری ہے کہ گھر کا ساز و سامان و برتن وغیرہ وہ خود لا کر دے۔

۴۔ اگر عورت ایسے گھرانہ کی ہو جہاں گھر کا کام کاج، کھانا پکانا وغیرہ بیوی نہیں کرتی، بلکہ اس کو عیب سمجھا جاتا ہو تو عورت کو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا۔

۵۔ عورت بیمار ہو تو بیماری کے دنوں میں بھی اس کو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا۔

۶۔ مرد نے بیوی کو اپنے الگ گھر میں رکھا ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے ماں باپ وغیرہ کو وہاں آنے سے روک دے، البتہ صرف ہفتہ میں ایک بار

ماں باپ اس سے ملنے آ سکتے ہیں، اور دوسرے محرم رشتہ دار سال میں صرف ایک مرتبہ ملنے آ سکتے ہیں۔

۷۔ عورت اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے ہفتہ میں صرف ایک بار جا سکتی ہے، اسی طرح دوسرے محرم رشتہ داروں سے صرف سال میں ایک مرتبہ ملنے جا سکتی ہے۔

۸۔ اگر عورت کے ماں باپ بیمار ہوں اور ان کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو تو پھر عورت روزانہ یا ضرورت کے مطابق اپنے ماں باپ کی خبر گیری کے لئے جا سکتی ہے، ماں باپ کافر ہوں یا بے دین ہوں تب بھی یہی حکم ہے، شوہر کو اس میں روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۹۔ ولادت کے موقعہ پر آنے والے اخراجات شوہر کے ذمہ واجب ہوں گے۔

۱۰۔ اگر شوہر کے گھر میں اس کے والدین، بھائی بہنوں اور بیوی کے لئے کھانے کا اجتماعی نظم ہو تو پھر بیوی کو الگ سے نان نفقہ کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔

۱۱۔ نفقہ کی ادائیگی (روزانہ، ہفتہ وار یا ماہانہ) شوہر کی اپنی سہولت کے مطابق ہوگی۔

۱۲۔ اگر بیوی آئندہ کے لئے نفقہ معاف کر دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، (شوہر سے نفقہ ساقط نہیں ہوگا)

عورت نفقہ سے کب محروم ہوگی؟

اگر عورت شوہر کی مطیع ہو تو جس طرح نفقہ کی حقدار ہوتی ہے اسی طرح اگر وہ شوہر کی نافرمانی کرنے لگے تو وہ نفقہ کے حق سے محروم ہو جاتی ہے۔

(نشوز) نافرمانی سے مراد یہ اشیاء ہیں:

ا۔ بیوی مرد کے مطالبہ پر اس کو ہمبستری کرنے سے روک دے، اور اس کو کوئی عذر بیماری وغیرہ نہ ہو، البتہ مرد حیض ونفاس کے ایام میں یا دبر (پچھلی شرمگاہ) میں ہمبستری کرنا چاہے تو عورت کا مرد کے اس مطالبہ کو پورا نہ کرنا (نشوز) نافرمانی نہیں ہوگا۔

۲۔ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے بلاوجہ نکل جائے، اگر شوہر کی ظلم وزیادتی مار پیٹ کی وجہ سے، یا شوہر سے ضرر ونقصان پہنچنے کی بناء پر گھر سے نکل جائے تو وہ نافرمانی نہیں ہوگی۔

۳۔ گھر اگر ایسا ہو جہاں رہنا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو جیسے گھر میں بارش کی وجہ سے رہا نہ جا سکے یا گھر میں اجنبی مرد شوہر کی اجازت سے آتے ہوں اور عورت کو پردہ کرنا ممکن نہ ہو تو ان صورتوں میں اس کا شوہر کے گھر سے نکلنا نافرمانی نہیں ہے، لہذا اس صورت میں وہ اپنے نفقہ سے محروم بھی نہیں ہوگی۔

(مسئلہ) اگر شوہر اپنی بیوی کے لئے معمولی درجہ کے نفقہ کا انتظام نہ کر سکے اور وہ اس سلسلہ میں تنگدست ہو جائے تو پھر عورت اپنے شوہر سے علیحدگی کے لئے قاضی سے فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے، اگر وہ اس تنگدستی پر کچھ مدت تک راضی تھی تو بعد میں دوبارہ اس کو شوہر کی تنگدستی سے فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، البتہ اگر شوہر بیوی کے لئے سالن، یا بیوی کے خادم کے اخراجات، یا درمیانی یا اعلیٰ درجہ کے نفقہ سے عاجز ہو تو پھر فسخ نکاح کے مطالبہ کا عورت کو حق حاصل نہ ہوگا۔ (عمدۃ السالک ۳۲۹)

حدیث میں ہے، عن أبی هريرةؓ قال: أن النبی ﷺ قال فی الرجل

لا یجد ما ینفق علی امرأته "یفرق بینهما" (دارقطنی ۲/۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس آدمی کے سلسلہ میں جو اپنی بیوی پر خرچ کرنے کی گنجائش نہیں رکھتا ہو فرمایا کہ ان دونوں میں تفریق (جدائی) کی جائے گی۔

(مسئلہ) بیوی نفقہ کی حقدار ہو اور شوہر نفقہ ادا نہ کرے تو یہ نفقہ اس کے ذمہ قرض بن جاتا ہے، بہر صورت اس کی ادائیگی ضروری ہے ورنہ پھر اس کی موت پر اس کے ترکہ سے یہ مقدار نکالی جائے گی۔

(مسئلہ) اگر میاں بیوی ایک ہی گھر میں رہتے ہوں اور گھر کا پورا خرچ شوہر خود برداشت کرتا ہو، اور عورت کی ضروریات بھی لا کر دیتا ہو تو پھر الگ سے عورت کو روپیہ دینا ضروری نہیں ہے۔

زوجین میں نفقہ کی بابت اختلاف

اگر زوجین میں اخراجات دینے کے سلسلہ میں اختلاف ہو جائے، مثلاً شوہر دعویٰ کرے کہ وہ اخراجات دیتا تھا اور بیوی اس کا انکار کردے تو اس معاملہ میں عورت کے قول کا اعتبار ہوگا، الا یہ کہ مرد کوئی ثبوت پیش کرے۔ (عمدۃ السالک ۲۲۹)

قسم ثانی: اولاد کا نفقہ

والد کے ذمہ اپنی اولاد کا نفقہ واجب ہوتا ہے، چنانچہ اولاد کے جملہ اخراجات، کھانا پینا، لباس، رہائش اور دوسری تمام ضروریات باپ کے ذمہ واجب ہوتی ہے، اگر والد نہ ہو تو بچہ کے دادا پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، پھر اس کی غیر موجودگی میں درجہ بدرجہ جو قریب سے قریب تر ہوگا اس کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ان بچوں کے اخراجات کا

کفیل بن جائے۔

قرآن میں ہے ﴿ **فان أرضعن لكم فآتوهن أجورهن / طلاق ٦** ﴾ اگر عورتیں تمہارے لئے بچوں کو دودھ پلائیں تو ان کو اس کی اجرت دیا کرو۔

چنانچہ جب شوہر پر بچوں کو دودھ پلانے کا خرچہ اپنی بیوی کو دینے کا حکم دیا گیا تو بچوں کے اخراجات کا وہ بدرجہ اولی ذمہ دار ہوگا۔

حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہند بنت عتبہؓ نے جب رسول اللہ ﷺ سے اپنے شوہر ابوسفیان کے بخل (کنجوسی) کی شکایت کی اور بتایا کہ جب تک میں ان کے مال سے اپنے اور اپنی اولاد کا خرچہ خود نہ لے لوں تو وہ نہیں دیتے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "**خذی مایکفیك وولدك بالمعروف**" بھلے طریقہ سے اتنا لے لو جو تمہارے اور تمہارے بچے کے لئے کافی ہو جائے۔ (**مسلم ٥٠٤٩**) لہذا شوہر کے مال سے جب اس کی اجازت کے بغیر اپنے اور اولاد کے خرچ لینے کی اجازت دی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ خرچ باپ کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔

اولاد کا نفقہ کب واجب ہوگا؟

اولاد کے اخراجات باپ یا دادا وغیرہ پر واجب ہونے کے لئے کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ باپ کے پاس اپنے، اپنی بیوی اور نابالغ بچوں کے ایک دن رات کے اخراجات سے زائد مال موجود ہو۔

۲۔ بچہ کے پاس خود اپنے اخراجات کے لئے کچھ مال نہ ہو۔

چنانچہ اگر بچہ نابالغ ہو، یا کمائی نہ کرسکتا ہو، یا بیمار یا پاگل ہو تو اس کے اخراجات کی

ذمہ داری باپ پر عائد ہوگی، باپ کے پاس مال نہ ہوتو پھر دادا پر اس بچے کے اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

اگر بچہ بالغ ہوگیا ہو اور وہ کمائی کر سکتا ہوتو پھر باپ پر اپنے بچے کے اخراجات واجب نہیں ہوں گے۔

اگر بالغ بچہ تعلیم کے حصول میں مشغول ہو اور تعلیم کے حصول کی وجہ سے بچہ کمائی نہ کر سکتا ہوتو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ:

۱۔ اگر تعلیم کا حصول بچہ اور والدین کی مرضی سے ہے تو اخراجات کی ذمہ داری والد پر عائد ہوگی، چاہے علوم دینیہ کی ضروری تعلیم ہو یا عصری علوم کی تعلیم۔

۲۔ اگر علوم دینیہ کی ضروری تعلیم جیسے عقائد و عبادات کی تعلیم ہو، تو اس صورت میں بچہ زمانہ تعلیم کے اخراجات والد کے ذمہ ہوں گے، چاہے بچہ کی اس تعلیم سے باپ راضی نہ ہو۔

۳۔ اگر علوم کفائی جس کی معاشرہ کو ضرورت ہو، جیسے طب (ڈاکٹری) وغیرہ کی تعلیم بچہ خود اپنی مرضی سے حاصل کر رہا ہو اور باپ کی مرضی نہ ہوتو پھر باپ کے ذمہ بچے کے اخراجات واجب نہیں ہوں گے، البتہ باپ خود اپنی خوشی سے دینا چاہے تو اخراجات دے سکتا ہے۔

(مسئلہ) تعلیم کے اخراجات باپ کے ذمہ صرف اس صورت میں واجب ہوں گے جب بچہ ضروری دینی تعلیم حاصل کرے، اگر عصری علوم کے حصول کے لئے باپ نے خود کہا ہو یا بچہ باپ کی رضامندی ہی سے اس تعلیم کو حاصل کر رہا ہوتو پھر اس تعلیم کے اخراجات کی ذمہ داری بھی باپ کے ذمہ عائد ہوگی۔

(مسئلہ) اگر باپ اپنے بچے کے اخراجات ادا نہ کرے تو یہ اخراجات باپ کے ذمہ قرض نہیں بنتے ہیں۔ (الفقہ المنھجی ۱۷۰-۱۷۳)

قسم ثالث: ماں باپ کا نفقہ

والد پر جس طرح اولاد کے اخراجات واجب ہیں، بچوں پر بھی اپنے ماں باپ وغیرہ کے اخراجات واجب ہوتے ہیں۔

قرآن میں ہے ﴿وصاحبهما فی الدنیا معروفا / لقمان ۱۵﴾ اور اپنے والدین کے ساتھ دنیا میں بھلے طریقے سے پیش آؤ۔

ایک اور آیت میں ہے ﴿وقضیٰ ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا /اسراء ۲۳﴾

اور تمہارے رب کا حکم ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

حسن سلوک کا اول درجہ والدین کے نفقہ کی ذمہ داری سنبھالنا ہے، حدیث میں ہے، عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ "إن من أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وولده من كسبه" (ابوداؤد ۳۵۲۸)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی جو اپنی حلال روزی سے کھائے وہ اس کی کمائی ہے، اور انسان کی اولاد اس کی اپنی کمائی ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا "يد المعطى العليا، وابدأ بمن تعول، أمك وأباك وأختك وأخاك ثم ادناك ادناك"

(نسائی ۶۱/۵)

دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور تم ان سے شروع کرو جو تمہارے عیال میں ہیں، تمہاری ماں، تمہارے باپ، تمہاری بہن اور تمہارے بھائی، پھر جو تم سے قریب سے قریب تر ہو۔

والدین کا نفقہ کب واجب ہوگا؟

والدین کے اخراجات اولاد کے ذمہ واجب ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ اولاد کے پاس اپنا اور اپنی بیوی بچوں کے ایک دن رات کے اخراجات سے زائد مال موجود ہو۔

لہذا اگر اس سے زائد مال نہ ہو تو پھر اولاد اپنے ماں باپ پر خرچ کے مکلف نہیں ہوتے، اگر زائد خرچ صرف اتنا ہے جو کسی ایک کے لئے کافی ہوتا ہو تو پھر والدین میں سے ماں پر خرچ میں پہل کی جائے گی۔

۲۔ والدین ضرورت مند اور محتاج ہوں، یعنی والدین کے پاس اپنے اخراجات کے لئے کوئی ذریعہ معاش یا کوئی دوسری آمدنی نہ ہو، اور نہ والد میں کمائی کی طاقت و سکت ہو۔

ماں کا نفقہ واجب ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ والد اپنی بیوی (یعنی لڑکے کی ماں) کے نفقہ سے خود عاجز ہو یا پھر والد کا انتقال ہوا ہو۔

اگر والدین میں اخراجات واجب ہونے والے سابقہ شرائط پائے جائیں تو پھر بہر صورت اولاد پر والدین کا نفقہ واجب ہوگا، چاہے والدین کافر ہی کیوں نہ ہوں، اس

سلسلہ میں حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی والدہ جو مشرکہ تھیں، حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئیں تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ مشرکہ ہیں اور وہ میرے پاس آئی ہیں، کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (بخاری ۵۶۳۳)

(مسئلہ) والدین پر نفقہ سے مراد ان کے کھانے پینے اور لباس اور رہائش اور ان کی ضروریات کا انتظام کرنا ہے، اس کے لئے کوئی متعین حد نہیں ہے، لہذا اگر والدین اولاد کے گھر ہی میں رہتے ہوں اور اولاد ہی کے گھر سے کھاتے ہوں تو پھر الگ سے ان کو روپیہ دینا ضروری نہیں، زائد حسن سلوک یا بہتری کی غرض سے دے تو یہ اچھا ہے۔

(مسئلہ) بالغ اولاد پر والدین کے نفقہ کو ترجیح حاصل ہے، یعنی اگر مال اتنا ہو کہ اپنے اور بیوی اور نابالغ بچے کے بعد صرف والدین یا بالغ اولاد میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہو سکتا ہو سبھوں کے لئے کافی نہ ہو، تو اپنے اور بیوی و نابالغ بچوں کے بعد والدین پر خرچ کرے گا، بالغ اولاد پر خرچ کرنے کو ترجیح نہیں دے گا۔

حضانت (اولاد کی پرورش)

میاں بیوی جب ایک ساتھ خوشی سے ازدواجی زندگی گذار رہے ہوں تو اولاد کی پرورش کا حق دونوں کا ہے، دونوں مل کر اپنی اولاد کی پرورش کریں گے، اس کی تعلیم تربیت اور اس کے اخلاق کو سنوارنے، اور اس کو ایک اچھا نیک انسان اور پکا مسلمان بنانے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کریں، دونوں ایک دوسرے کے لئے اس معاملہ میں تعاون کرنے والے ہوں، تا کہ یہی بچہ کل بڑا ہو کر نیک نامی کا باعث بنے اور

والدین کے مرنے کے بعد بھی وہ معاشرہ کا ایک بہترین فرد بن کر رہے، اور اپنے والدین کے حق میں مغفرت اور خیر کی دعا کرتا رہے، اسی لئے احادیث میں اس سلسلہ میں زور دیتے ہوئے حکم کے طور پر بیان کیا گیا کہ والدین کا اپنی اولاد کا سب سے بڑا عطیہ اخلاق اور ادب کا سکھانا ہے، لہذا اس میں والدین کو پوری کوشش کرنی چاہئے اور اس سلسلہ میں کوئی کسر باقی نہیں رکھنا چاہئے۔

مگر میاں بیوی کے درمیان جب تفریق وجدائی واقع ہو جائے تو اولاد کس کی تربیت میں رہے گی؟ باپ کی یا ماں کی؟ نیز اس مدت میں اخراجات کس کے ذمہ عائد ہوں گے؟ اس کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ میاں بیوی میں جدائی ہو جائے اور ان کا کوئی بچہ ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، تو اس کی پرورش کا حق بچہ کی ماں کو ہے، باپ اس کو ماں سے چھین نہیں سکتا، البتہ بچہ کا سارا خرچ باپ ہی کے ذمہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب ایک عورت نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی اور بچہ کو اس سے چھین لینا چاہتا ہے تو آپ نے اس عورت سے فرمایا '' **أنت أحق به مالم تنكحي** '' یعنی بچے کی پرورش کی تم خود زیادہ حقدار ہو جب تک تم دوسرا نکاح نہ کرلو۔ **(ابوداؤد ۲۲۷۶)**

۲۔ اگر بچہ کی ماں نہ ہو یا ماں ہو مگر وہ بچہ کو لینے سے انکار کر رہی ہو تو پھر پرورش کا حق نانی کو ہے، پھر نانی نہ ہو یا نانی انکار کر دے تو پھر تیسرے نمبر، پر پرنانی کا حق ہے، اس کے بعد باپ، پھر بچے کی دادی پھر پر دادی، اگر ان میں سے کوئی نہ ہوں تو بچہ کی سگی بہن کا حق ہے، اگر سگی بہن نہ ہو تو علاتی بہن، پھر اخیافی بہن، پھر اس کے بعد خالہ پھر

اس کے بعد پھوپھی کا حق ہے، اگر ان میں سے کوئی نہ ہوں تو پھر بچہ کی بھتیجی پھر بھانجی کا حق ہے۔(۱)

۳۔ سابقہ ترتیب میں اوپر کے درجہ والی انکار کرے یا وہ نہ ہو تو پرورش کا حق بعد والی کو منتقل ہو جائے گا، اگر ان عورتوں میں سے کوئی بھی نہ ہوں یا وہ انکار کر دیتی ہوں، تو پھر بچہ کی پرورش کا حق مردوں کو حاصل ہوتا ہے، لہذا ان میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے باپ، پھر دادا، پھر پردادا، پھر سگا بھائی، پھر علاتی بھائی، پھر سگے بھائی کا لڑکا، پھر علاتی بھائی کا لڑکا، پھر سگا چچا، پھر علاتی چچا، پھر سگا چچا زاد بھائی، پھر علاتی چچا زاد بھائی کو پرورش کا حق حاصل ہوتا ہے۔

ماں پرورش کی کب حقدار نہیں بنتی؟

بچہ کی پرورش کا جہاں سب سے زیادہ حقدار ماں کو بتایا گیا ہے تو وہیں اس کے اندر ان شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے، اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو بچہ کی پرورش کا حق ماں کے بعد والی عورت کو منتقل ہو جاتا ہے۔

۱۔ ماں باعقل اور باہوش ہو، پاگل نہ ہو، چاہے دائمی پاگل ہو یا کبھی کبھی پاگل

---

(۱) احناف کے نزدیک حضانت کی ترتیب میں اس طرح تفصیل ہے:

(۱) تمام قسم کی عورتوں کے نہ ہونے کے بعد باپ، پھر دادا کا درجہ ہے۔

(۲) اخیافی علاتی پر مقدم ہوں گی۔

(۳) حقیقی یا اخیافی بھانجی کے بعد خالہ کا درجہ ہے۔

(۴) پھر اس کے بعد علاتی بھانجی، پھر حقیقی بھتیجی، پھر علاتی، پھر حقیقی پھوپھی، اس کے بعد اخیافی پھوپھی، پھر علاتی پھوپھی کا درجہ ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے مجموعہ قوانین اسلامی ۱۶۲)

ہو جاتی ہو۔

۲۔ ماں مسلمان ہو، مرتد نہ ہو۔

۳۔ ماں پاک دامن ہو، بدکردار نہ ہو، جیسے زنا کر بیٹھے، یا فاسقہ فاجرہ ہو تو پرورش کا حق ختم ہو جائے گا۔

۴۔ ماں بچہ کو چھوڑ کر اکثر سفر وغیرہ نہ کیا کرتی ہو۔

۵۔ ماں میں کوئی لاعلاج یا دائمی مرض نہ پایا جائے۔

۶۔ ماں کسی دوسرے ایسے مرد سے نکاح نہ کرے جو بچہ کے لئے اجنبی ہو۔

لہذا ماں نے اگر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو پھر اس کو پرورش کا حق حاصل نہیں رہتا، اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں:

(۱) یہ کہ بچہ کا باپ خود اس صورت میں بچہ کو ماں کے پاس رکھنے پر راضی ہو۔

(۲) یا پھر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کیا ہو جو بچہ کا محرم رشتہ دار ہو، جیسے بچہ کے چچا سے نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی ماں کا حق پرورش ختم نہیں ہوتا۔

(مسئلہ) ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کیا جو بچہ کا محرم رشتہ دار نہ ہو تو حق پرورش ختم ہو جاتا ہے، لیکن اگر اس دوسرے مرد سے طلاق ہو جائے یا وہ انتقال کر جائے تو اب پھر بچہ کی پرورش کا حق دوبارہ ماں ہی کو حاصل رہے گا۔

پرورش کی مدت

ماں کو بچے کی پرورش کا حق اتنی مدت تک کے لئے ہے جتنی مدت تک بچہ کے اندر شعور پیدا ہو، اور بچہ اپنا کام جیسے کھانا پینا، وضو وغسل کر لینا خود سے نہ سیکھ لے، اس کو سن تمیز کہتے ہیں، سن تمیز کی عموماً مدت سات سال ہے، لہذا سات سال پورا ہونے کے

بعد بچہ کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ خود اپنی ماں یا اپنے باپ جس کو چاہے اختیار کر لے، لہذا بچہ خود جس کو اختیار کرے بچے کو پھر اسی کی کفالت میں دیا جائے گا۔

حدیث میں ہے کہ "عن أبی هريرةؓ أن النبی ﷺ خیر غلاما بین أبیه وأمه" (ترمذی ۱۳۵۷) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بچہ کو اس کے ماں باپ کو منتخب کرنے کا اختیار دیا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بچہ سے یوں کہا کہ دیکھو یہ تمہارے باپ ہیں اور یہ تمہاری ماں ہے، تم جن کو چاہو اختیار کرو، چنانچہ بچہ نے ماں کا ہاتھ پکڑا، ماں اس کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ (ابوداؤد ۲۲۷۷) (۱)

(مسئلہ) بچہ چاہے ماں کی پرورش میں رہے یا باپ کی، بہرصورت وہ ماں یا باپ سے ملاقات کرنا چاہے تو ملاقات کرنے سے کوئی روک نہیں سکتے۔

حق پرورش کے ختم کا تیقن

اگر ماں پر سے حق پرورش ختم ہونے کا کوئی دعویٰ کرے، جیسے ماں کے اندر حق پرورش کی کوئی شرط مفقود ہونے کو بیان کیا جائے تو اس کے ثابت ہونے کے لئے ان چیزوں میں کسی کا پایا جا ضروری ہے۔

۱۔ خود ماں اس کا اقرار کرے۔

---

(۱) احناف کے نزدیک ماں کو سات سال تک بچہ کی پرورش کا حق رہتا ہے، سات سال کے بعد باپ بچہ کو زبردستی لے سکتا ہے، البتہ لڑکی بالغ ہونے تک اپنی ماں کے پاس رہے گی باپ اس کو نہیں لے سکتا، بالغ ہونے کے بعد باپ لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ (درمختار ۲۵/۱)

۲۔ دعویٰ کرنے والا ثبوت پیش کرے۔

۳۔ قاضی خود تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ حق پرورش ختم ہوگیا ہے۔

نسب کے احکام

کسی بھی انسان کا نسب کسی سے ثابت ہونا بہت سے احکام ومسائل کے حل کے لئے ضروری ہے، جیسے وراثت کا حقدار بننے، یا نکاح کے حلال وحرام ہونے، ولایت وغیرہ کے لئے، چنانچہ یہاں نسب کے ثبوت اوراس کے متعلق مسائل کا ذکر کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

کسی شخص کا نسب کسی سے ثابت ہونے کے لئے مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی طریقہ سے ثابت کیا جائے تو اس کا نسب اس منسوب شخص سے مانا جائے گا۔

۱۔ دو عادل مرد اس بات کی گواہی دیں کہ اس شخص کا نسب اس سے ثابت ہے، یعنی یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا یا فلاں کا باپ ہے وغیرہ۔

۲۔ آدمی خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے یا فلاں میرا باپ ہے۔

۳۔ اس کے متعلق پوری طرح مشہور ہو کہ وہ فلاں کا بیٹا ہے، یا وہ فلاں کا باپ ہے۔

لہذا ان اصول کی بنیاد پر درج ذیل مسائل کو مانا جائے گا۔

۱۔ کسی شوہر والی عورت کو اگر بچہ پیدا ہوجائے تو وہ بچہ اسی شوہر کا مانا جائے گا،

محض شبہ کی بنیاد پر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ بچہ اس شوہر کا نہیں ہے یا اس کو **ولد الزنا** (حرامی) کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

۲۔ حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ چار سال ہیں، لہٰذا شادی ہونے کے چھ مہینہ مکمل ہوتے ہی بچہ پیدا ہو تو بچہ اسی شوہر کا مانا جائے گا، اسی طرح عورت سے ہمبستری کے بعد زیادہ سے زیادہ چار سال کی مدت کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تب بھی بچہ اسی کا مانا جائے گا، ہاں اگر شادی کے بعد چھ ماہ مکمل ہونے سے پہلے یا ہمبستری کے بعد چار سال مکمل ہونے کے بعد بچہ پیدا ہو تو بچہ اس شوہر کا نہیں مانا جائے گا۔(۱)

۳۔ شوہر پردیس میں ہو اور اس کی عدم موجودگی میں بیوی کو بچہ پیدا ہو جائے، اگر شوہر اس بچہ کو اپنا بتائے تو قانونِ شریعت کے مطابق بچہ اسی کا مانا جائے گا، البتہ اگر شوہر انکار کر دے تو پھر لعان کا حکم ہوگا۔

۴۔ کسی عورت کو زنا کرنے سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچہ کا نسب زانی (زنا کرنے والے مرد) سے ثابت نہیں ہوگا، خواہ عورت خود زنا کا اقرار کرے، اور اس بچہ کو زانی مرد سے کوئی شرعی حق حاصل نہیں ہوگا۔

---

(۱) احناف کے نزدیک حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔

(هداية ۲/۴۱۲، البحر الرائق ۴/۱۶۲)

اولاد اور والدین کے حقوق

اسلام کی اندر ہر ایک کے حقوق بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کئے ہیں، جہاں میاں بیوی پر ایک دوسرے کے حقوق واجب ہوتے ہیں، وہیں ان سے پیدا ہونے والی اولاد کے والدین پر اور خود ان اولاد کے بڑے ہونے پر ان اولاد کے ذمہ اپنے والدین کے کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔

والدین پر اولاد کے حقوق

۱۔ **نفقہ** سب سے پہلی چیز جو والدین کے ذمہ اپنے بچہ کے تعلق سے واجب ہوتی ہے وہ ان کے اخراجات ہیں، قرآن کریم میں ہے ﴿ **فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن** ﴾ اگر عورتوں نے بچوں کو دودھ پلایا ہے تو ان کو اس کی اجرت دیا کرو، چنانچہ دودھ پلانے والی دایہ کو اجرت دینے کا حکم اسی لئے ہے کہ اس نے بچے کو دودھ پلایا ہے۔ (اس کی تفصیل سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے۔)

۲۔ **تعلیم وتربیت** والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اچھی تعلیم دیں اور ان کی صحیح تربیت کریں، چنانچہ اولاد کو ابتداء ہی سے دین اور اس کے مبادیات کی تعلیم دیا جانا چاہئے، تاکہ ابتداء ہی سے ان کے ذہنوں میں اسلامی عقائد اور اللہ ورسول اور آخرت کا عقیدہ پختہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "أدبوا أولادكم على ثلاث خصال، حب نبيكم وحب أهل بيته وقرأة القرآن، فإن حملة القرآن في ظل الله يوم لا ظل الا ظله مع أنبياء وأصفيائه" (کنز العمال ۴۵۴۰۹)

اپنی اولاد کو تین باتوں کی عادت ڈالو: (۱) اپنے نبی سے محبت کرنا (۲) اہل بیت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں) سے محبت کرنا (۳) قرآن پاک کی تلاوت کرنا، بیشک قرآن والے اس دن اللہ کے سایہ میں انبیاء اور رسولوں کے ساتھ ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالأمير الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعية، والرجل راع على اهل بيته، وهو مسئول عنهم، والمرأة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم، والعبد راع على مال سيده وهو مسئول عنه، ألا فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته"

(بخاری ۵۸۲، مسلم ۱۸۲۹)

سنو تم میں کا ہر ایک ذمہ دار ہے، اور اس کو اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال کیا جائے گا، لوگوں کا امیر ان کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا، غلام اپنے آقا کے مال پر ذمہ دار ہے، غلام سے اس کے متعلق سوال ہوگا، جان لو تم میں سے ہر آدمی ذمہ دار ہے اور تم سے ہر ایک کو اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال ہوگا۔

والدین کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنی اولاد کے اخلاق، عادات واطوار پر پوری نگرانی رکھیں، ان کو ایک سچا انسان اور پکا مسلمان بنائیں جس کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کے نبی کی عظمت ومحبت، آخرت کا خوف ہو، لہذا بچوں کو اس کی تعلیم دینا والدین کی سب سے پہلی ذمہ داری بنتی ہے بلکہ بچوں کے بننے اور بگڑنے کا اصل سبب والدین کو قرار دیتے ہوئے ایک حدیث میں فرمایا گیا "**کل مولود یولد علی الفطرة فأبواه یهودانه أو ینصرانه أو یمجسانه**" (مجمع الزوائد ۱۴۹۱۱۱)

ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین ہی اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی بنانے والے ہوتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**ما نحل والد ولده أفضل من أدب حسن**" (کنزالعمال ۴۵۵۴۱۱) کوئی بھی والد اپنے بچے کو اچھے ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیتا۔

اولاد پر والدین کے حقوق

اولاد پر اپنے والدین کے حقوق کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ والدین کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، اگر والدین غیر شرعی کاموں کا حکم کریں تو اس حکم میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی، باقی تمام امور میں تو والدین کی اطاعت لازمی امر ہے، قرآن پاک میں اللہ کے حقوق اور اس کی عبادت کے بعد اگر کسی کے حق کی رعایت پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے تو والدین ہی کے حقوق ہیں۔

چنانچہ حکم خداوندی ہے ﴿**وقضی ربك الا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا**

/اسراء ۲۳﴾

تمہارے پروردگار کا یہ حکم ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ ﴿**واعبدوا الله ولا تشرکوا به شیئا وبالوالدین إحسانا / البقرة**﴾

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا ﴿**وصاحبهما فی الدنیا معروفا / لقمان ۱۵**﴾ اور والدین کے ساتھ دنیا میں اچھا سلوک کر۔

ایک اور جگہ ہے ﴿**ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما / اسراء ۲۳**﴾

اپنے والدین کو اف بھی نہ کہو، اور ان کو نہ جھڑکو، اور ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے بات کرو۔

والدین کی اطاعت وفرمانبرداری ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اور اس موضوع پر علماء اسلام نے بے شمار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چونکہ ہماری اس کتاب کا یہ اصل موضوع نہیں ہے اس لئے یہاں اسی قدر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

۲۔ والدین اگر تنگ دست ہوں اور اولاد خوشحال ہوں تو اپنے والدین کے اخراجات اولاد پر واجب ہوتے ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے "ان من أطیب ما

أكل الرجل من كسبه ، وولده من كسبه " (أبوداؤد ۳۵۲۸)

انسان جو پاک اور حلال کھاتا ہے اس میں سب سے پاک اس کی اپنی کمائی ہے، اور اس کی اولاد خود اس کی اپنی کمائی ہے۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے "أنت ومالك لوالدك ، إن أولادكم من أطيب كسبكم فكلوا من كسب أولادكم " (أبوداؤد ۳۵۳۰)

تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے، بیشک تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے، تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھایا کرو۔

احکامِ رضاعت

رضاعت سے مراد بچہ کو دودھ پلانا۔

بچہ کو دودھ پلانا ماں کا حق ہے، اس پر واجب نہیں ہے، لہذا اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کردے تو اس کو اس کام کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا، بلکہ باپ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ بچہ کو دودھ پلانے کا انتظام کرے، اگر ماں کے علاوہ بچہ کو دودھ پلانے کے لئے کوئی عورت نہ ملے تو پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہوگا وہ اس کا انکار نہیں کرسکتی۔

قرآن میں ہے ﴿ والوالدت يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة / بقرة ۲۲۳ ﴾

اور مائیں اپنی اولاد کو مکمل دوسال دودھ پلائیں گی جو رضاعت کی مدت مکمل کرنا چاہتی ہوں۔

اسی طرح ایک آیت میں ہے ﴿ وإن تعاسرتم فسترضع له أخرى / طلاق ٦ ﴾ اگر تم دودھ پلانے میں اختلاف کرو تو پھر دوسری عورت اس کو دودھ پلائے گی۔

اسی طرح ایک آیت میں آگے چل کر مذکور ہے ﴿ فان أرضعن لكم فآتوهن أجورهن ﴾ اگر مائیں تمہارے لئے بچوں کو دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دے دیا کرو۔

ان آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دودھ پلانا ماں کا حق ہے واجب نہیں، اگر واجب ہوتا تو پھر شوہروں کو یہ حکم نہیں دیا جاتا کہ ان کو دودھ پلانے کی اجرت دی جائے۔

چنانچہ جب دودھ پلانا ماں کا حق ہے اس پر واجب نہیں تو پھر شوہر بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کرسکتا، نیز دودھ نہ پلانے کی صورت میں عورت گنہگار نہیں ہوگی اور نہ ہی شوہر کی نافرمان، لہذا اگر بیوی بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت شوہر سے طلب نہ کرے جس طرح کہ رواج اور عرف یہی ہے تو عورت کو دودھ پلانے کی اجرت دینا شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے، لیکن اگر بیوی دودھ پلانے کی اجرت طلب کرے تو پھر شوہر پر ضروری ہے کہ بیوی کو بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت دے، اگر عورت نے پہلے سے اس کا مطالبہ نہیں کیا ہو تو پھر بعد میں مطالبہ کا اس کو حق نہیں ہوگا۔

رضاعت سے ثابت ہونے والے مسائل

اگر کوئی عورت کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلائے اور یہ بچہ اور دودھ پلانے والی عورت کا آپس میں کوئی رشتہ نہ ہو تو اب دودھ پلانے کی وجہ سے ان کے درمیان یہ رشتہ قائم ہوگا کہ بچہ اس عورت کا رضاعی بچہ، اور دودھ پلانے والی عورت اس بچہ کی رضاعی ماں ہوگی، لہذا اس وجہ سے یہ احکام ثابت ہوں گے۔

۱۔ اس دودھ پینے والے بچے پر ان تمام عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہوگا جن کو اس عورت نے دودھ پلایا ہو، یا ان سے نکاح حرام ہوگا جو اس ماں کی نسبی ہوں۔

چنانچہ اس بچہ کے لئے یہ عورتیں حرام ہیں:

الف: رضاعی ماں کی بہن ، اس بچہ کی رضاعی خالہ ہوگی۔

ب: رضاعی ماں کی بیٹی ، اس بچہ کی رضاعی بہن ہوگی۔

ج: رضاعی ماں کی اولاد کی اولاد ، چاہے بیٹیوں کی ہوں یا بیٹوں کی۔

د: رضاعی ماں کی ماں ، یہ اس بچہ کی رضاعی نانی ہوگی۔

اسی طرح رضاعی ماں کا شوہر بچہ کا رضاعی باپ ہوگا، اس لئے اس باپ کے نسبی رشتہ دار اس بچہ کے لئے حرام ہوں گے، اس اصول سے یہ عورتیں حرام ہوں گی۔

الف: رضاعی باپ کی بہن ، اس بچہ کی رضاعی پھوپھی ہوگی۔

ب: رضاعی باپ کی بیٹی چاہے دودھ پی ہوئی ماں کے علاوہ دوسری زوجہ سے کیوں نہ ہوئی ہو، اس لئے کہ یہ اس بچہ کے لئے رضاعی بہن بن جائے گی۔

ج: رضاعی باپ کی اولاد کی اولاد، چاہے مردوں کی اولاد ہو یا پھر عورتوں کی، اس لئے کہ یہ اس بچہ کے لئے رضاعی بھائی بہن کی اولاد ہو جائے گی۔

د: رضاعی باپ کی والدہ۔

۲۔ رضاعی ماں اور اس کے نسبی رشتہ داروں پر رضاعی بچہ کے ان تمام نسبی رشتہ داروں سے نکاح حرام ہو جائے گا جن سے خود اس بچہ کا نکاح نہیں ہو سکتا ہو، لہذا رضاعی بچہ کی اولاد سے دودھ پلانے والی بھی نکاح نہیں کر سکتی ہے اور نہ ہی دودھ پلانے والی کی اولاد وغیرہ نکاح کر سکتی ہے۔

۳۔ دودھ پلانے والی عورت کے لئے رضاعی بچہ کے بھائی، باپ، دادا، چچا وغیرہ حرام نہیں ہوں گے۔

رضاعت کے سلسلہ میں قرآن میں ہے ﴿وامھاتکم التی أرضعنکم وأخواتکم من الرضاعة / نساء ۲۳﴾

اورتمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کودودھ پلایا ہو، اورتمہاری رضاعی بہنیں تم پرحرام ہیں۔

حدیث شریف میں ہے، عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ " إن الرضاعة تحرم مایحرم من الولادة " (بخاری ٤١٤٤)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہیں جونسب سے حرام ہوتے ہیں۔

رضاعت کے ثبوت کی شرطیں

رضاعت کے ثابت ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کاپایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ بچہ دوسال سے کم عمر میں دودھ پیا ہو، قرآن میں ہے ﴿ وفصاله فی عامین/ لقمان ١٤﴾ اوردودھ پلانے کوچھوڑنے کی مدت دوسال ہے، حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " لارضاع إلاما کان فی الحولین " (دارقطنی ٤/١٧٤) رضاعت وہی معتبر ہے جودوسال کے اندر ہو۔

۲۔ بچہ کم ازکم الگ الگ پانچ مرتبہ دودھ پئے، لہٰذا ایک مجلس میں دودھ پیتے پیتے بچہ کسی وجہ سی منہ چھاتی سے الگ کرے اورپھر دودھ پینے لگے توصرف ایک مرتبہ پینا شمار ہوگا، حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قرآن میں ابتداءً رضاعت دس مرتبہ پینا شمار ہوتا تھا، پھر اس حکم کوپانچ مرتبہ پینے پرمنسوخ کیا گیا۔

(مسلم ١٤٥٧)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے "عن أم الفضلؓ أن نبی اللہ ﷺ قال " لاتحرم الرضعة أو الرضعتان أو المصة أو المصتان " (مسلم ١٤٥١)

حضرت ام الفضلؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک مرتبہ پینا یا دو مرتبہ پینا، یا ایک مرتبہ چوسنا، یا دو مرتبہ چوسنا رضاعت ثابت نہیں کرتا۔(۱)

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا ونبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

---

(۱) احناف کے نزدیک رضاعت کے ثبوت کے لئے مدتِ رضاعت میں ایک مرتبہ دودھ پینا کافی ہے، پانچ مرتبہ پینا ضروری نہیں۔

اصطلاحات کے انگریزی معانی

کتاب میں موجود اصطلاحات کے انگریزی معانی کو ہجائی ترتیب کے اعتبار سے نقل کیا گیا ہے۔

Offer	ایجاب
Abandonment For his Swearing	ایلاء
Evident	بائن
Leper	برص
Of age, Adult, Maturity	بلوغ
Engagement	پیغام (خطبہ)
Delegation of the Powar of divorce	تفویض طلاق
to cut off	جَبّ
Leprosy	جذام
Custody of infant	حضانت
Divorce of the instance of the wife who pays a Compensation (Khula)	خلع

Atresia-Atretometria	رتق
Return	رجعت
Foster age	رضاع (رضاعت)
Husband	زوج
Wife	زوجہ
Witness	شاہد (گواہ)
Divorve	طلاق
Irrevocable (Divorce)	طلاق بائن
Revocable divorce	طلاق رجعی
Abbolute	طلاق مغلظہ
Injurious assimilation (of wife to mother)	ظہار
Women's prescribad retreat of waiting poriod	عدت
Impotence,Sex-inadequacy	عُنّت
Annulment,cancellation(Revovation)	فسخ
Turbinated uterus	قرن
Expiatory gift	کفارہ

Fitness	کفو (کفاءت)
Cursed, damned	لعان
Commodities	متاع (متعہ)
Unmarriageable	محرم (محرمات)
Relationship by marriage	مصاہرت (سسرال)
Dower	مہر
Maintenance, alimony	نفقہ
Sexual intercourse	نکاح
Temporary marriage (Mut'a)	نکاحِ متعہ
Kinship	نسب
Power of attorney	وکالت
ageut-Deputy-attorney	وکیل
Guardian	ولی
Banqvet	ولیمہ
Wedding-feast	ولیمہ کا کھانا
Oath	یمین

تأثرات علمائے کرام

(۱)

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین

"من یرد اللہ به خیرا یفقه فی الدین"

برادرِ عزیز مولانا خواجہ معین الدین اکرمی ندوی مدنی حفظہ اللہ عن جمیع الآفات والبلایا اس سے پہلے بھی کئی موضوع پر اپنی تحقیق زینتِ قرطاس کر چکے ہیں۔

چونکہ آپ بھٹکل میں قاضی کے منصب پر فائز ہیں اور آپ کو نکاح کے مسائل سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، آپ نے نکاح اور متعلقاتِ نکاح پر اچھا تحقیقی کام کیا ہے اور نکاح کے اسلامی اصول وقوائد کا مقابل یورپی تہذیب وتمدن سے کر کے شریعتِ محمدی پر پڑنے والے اعتراضات کا بھی عقلی جواب دے کر اپنی تحقیق کو چار چاند لگا دیا۔

ابھی بھٹکل حاضری ہوئی تھی موصوف نے مسودہ مجھے دیکھنے دیا، میں نے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کے باوجود بنظر غائر مطالعہ کیا اور پسند کیا، اللہ سے دعا ہے کہ خدا ان کی کاوش کو قبول فرمائے، اور عوام الناس کو پڑھ کر عمل کی توفیق بھی بخشے۔ آمین

احقر

محمد فضل الرحمٰن رحمانی

(مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمانی مدظلہ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل-کرناٹک)

(۲)

الحمد لله الذي من علينا وهدانا إلى الإسلام وأرشدنا الله به إلى خير شرعة ومنهاج ونظام، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين

زیرِنظر کتاب ''اسلامی قانونِ معاشرت'' کو دیکھنے کا موقع ملا جو اسلامی قانون کہ جس کا مصدر وماخذ کلام اللہ اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ ایک ایسا قانون اور اصول و دستور ہے جو ہر ایک کے لئے ہر دور میں تا قیامِ قیامت کام آنے والا دستور ہے، جس میں کسی زمانہ اور کسی دور کی تخصیص نہیں ہے اور وہ کسی ترمیم و تنسیخ کا محتاج نہیں بحمدللہ عزیزی مولوی خواجہ معین الدین اکرمی ندوی نے نہایت ہی عرق ریزی سے اس کو تحریر کیا ہے، جس میں نکاح وطلاق وغیرہ عائلی ومعاشرتی مسائل کو بہترین انداز میں سمجھایا ہے۔

مصنف نے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اس تصنیف کو پائے تکمیل تک پہونچایا ہے، دعا ہے کہ خدائے عز وجل ان کے علم میں ترقی عطا فرمائے اور مزید دینی خدمت کرنے کا موقع عنایت کرے۔

فقط

محمد شبیر اکرمی

(مولانا محمد شبیر صاحب اکرمی، قاضی مرکزی خلیفہ جماعت المسلمین بھٹکل کرناٹک)

(۳)

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین

مقامِ مسرت ہے کہ محبی مولانا خواجہ معین الدین صاحب اکرمی ندوی مدنی نے معاشرتی مسائل کے موضوع پر ''اسلامی قانونِ معاشرت'' کے عنوان سے ایک مفید کتاب کا اضافہ کیا ہے، مصنف درس وتدریس کے علاوہ خطابت نیز امورِ قضاء میں نیابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، لہٰذا اپنے وسیع مطالعہ سے زیرِ نظر تصنیف میں بخوبی استفادہ کیا ہے، مسائل بھی فقہ کی معتبر کتابوں سے لئے گئے ہیں، جگہ جگہ متعلقہ احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں جس کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں، امید ہے کہ علمی حلقہ میں اس کتاب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کتاب کو نافع بنائے اور مصنف کی دوسری تصنیفات کی طرح اسے بھی قبولیت سے نوازے۔آمین ثم آمین

احقر العباد

عبد العظیم ندوی

(مولانا عبد العظیم صاحب ندوی، نائب قاضی جماعت المسلمین بھٹکل کرناٹک)

(۴)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

أما بعد

یہ بات سب کومعلوم ہے کہ اسلام کامل ومکمل دین ہے۔توحید،نماز،زکوۃ،روزہ وحج اس کے بنیادی ارکان ہی ہیں لیکن مکمل دین نہیں۔

اسلام میں اس کے ساتھ معاملات،معاشرت،اخلاق،تہذیبِ نفس کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی عبادات کی اہمیت ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیزگرامی مولانا خواجہ معین الدین اکرمی ندوی مدنی کوجزائے خیرعطا فرمائے جنھوں نے اس موضوع پرقلم اٹھایا ہے اوراس کے حق کواداکرنے کی کوشش کی ہے،اوراس سلسلہ میں فقہ حنفی سے بھی استفادہ کیا ہے اورموجودہ دورمیں اس فن پرجو کتابیں لکھی گئی اس سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ موصوف کی کوشش کوقبول فرمائے اورامت کو یہ کتاب پڑھنے اوراس پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

محمد ایوب

(مولانا ایوب صاحب ندوی مدظلہ،بانی وصدرمجلس احیاءالمدارس وجمعیت احیاءالسنۃ بھٹکل)

(۵)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد

اردو میں یوں تو فقہ شافعی کی دسیوں کتابیں موجود ہیں، مستقل تصانیف بھی اور تراجم بھی، مختصر، متوسط، مبسوط ہر طرح کی، تقریباً ہر کتاب اپنی جگہ اہم اور غرض وغایت کو پورا کئے ہوئے، لیکن پورا ذخیرۂ کتب صرف شعبۂ عبادت کے تمام گوشوں اور پہلووں پر محیط، چند ایک کتابوں میں نکاح اور بیع وشراء وغیرہ کے متعلق جزوی معلومات ملتی ہیں۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلکِ شافعی میں کوئی ایسی کتاب معرضِ وجود میں آئے جو آسان وعام فہم زبان میں دلنشین اندازِ بیان کے ساتھ نکاح اور بعد عقدِ نکاح پوری ازدواجی زندگی کے ہر گوشہ بلکہ ہر لمحہ رہنمائی کا کام انجام دے۔

اس خلاء اور کمی کو شدت سے محسوس کر کے اخوی زادہ مولوی خواجہ معین الدین ندوی سلمہ اللہ القوی نے آگے قدم بڑھایا اور ایک کتاب بنام'' اسلامی قانونِ معاشرت'' لکھی، کتاب اپنے موضوع پر جامع ومانع ہے، علمی وفقہی اصطلاحات کی دلنشیں تشریح اور وضاحت کے ساتھ ہر حکم اور اس کے متعلقات کی تفصیل عام فہم زبان اور بہترین انداز میں پیش کی گئی ہے، اس طرح یہ کتاب ایک مکمل دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

علمائے کرام اور عام تعلیم یافتہ حضرات بھی اس کتاب سے پوری طرح استفادہ کرسکتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ کتاب کے افادہ کو عام فرمائے۔

علی سکری اکرمی

(مولانا علی سکری اکرمی، فاضل جامعہ اسلامیہ ڈھابیل)

فہرست مراجع

قرآن کریم		
تفسیر ماجدی	مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
	کتب احادیث وشروحات	
تحفۃ الأحوذی	ابو العلا محمد عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ	دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۴۱۰ھ
صحیح بخاری	محمد ابن اسمٰعیل بخاریؒ	دار السلام للنشر والتوزیع ریاض ۱۴۱۷ھ
صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج قشیریؒ	دار السلام للنشر والتوزیع ریاض ۱۴۱۷ھ
سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ	دار السلام للنشر والتوزیع ریاض ۱۴۱۷ھ
سنن ترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ ترمذیؒ	دار السلام للنشر والتوزیع ریاض ۱۴۱۷ھ
سنن نسائی	ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائیؒ	دار السلام للنشر والتوزیع ریاض ۱۴۱۷ھ
سنن ابن ماجہ	عبد اللہ محمد بن یزید قزوینیؒ	دار السلام للنشر والتوزیع ریاض ۱۴۱۷ھ
سنن دار قطنی	ابوالحسن علی بن عمر دار قطنیؒ	دار المعرفۃ بیروت لبنان
سنن کبریٰ	ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ	دار المعرفۃ بیروت لبنان
شرح مسلم	ابوزکریا یحیی بن شرف نوویؒ	المطبعۃ المصریۃ بالازہر ۱۳۴۷ھ
فتح الباری شرح صحیح البخاری	احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ	مطبع امیریہ بولاق مصر
کتاب الام	محمد بن ادریس شافعیؒ	دار المعرفۃ بیروت لبنان
کنز العمال	متقی بن حسام الدین ہندیؒ	موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۰۹ھ
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نور الدین ہیثمیؒ	دار الفکر بیروت، لبنان ۱۴۱۲ھ

مسند احمد	احمد بن حنبلؒ	مطبعة الميمنية
المستدرک علی الصحیحین	ابو عبد اللہ حاکم نیساپوریؒ	دار المعرفة بیروت لبنان
معجم الکبیر	سلیمان ابن احمد طبرانیؒ	مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ
موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان	نور الدین ہیثمیؒ	دار السلفیة
موطا	مالک ابن انسؒ	دار احیاء التراث العربی
	کتب فقہ	
اعانة الطالبین	بکری بن محمد شطا دمیاطیؒ	دار الفکر بیروت
الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع	محمد خطیب شربینیؒ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
اسلامی قانون	مفتی فضیل الرحمٰن ہلالی	جامعہ دار السلام مالیر کوٹلہ، پنجاب ۱۹۹۷ء
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	ابوبکر ابن مسعود کاسانیؒ	شرکة المطبوعة العلمیہ مصر ۱۳۲۷ھ
بدایة المجتہد ونہایة المقتصد	محمد ابن رشد مالکیؒ	مکتبہ العلوم والحکم مدینہ ۱۴۰۳ھ
البدایہ فی شرح الہدایہ	علی بن ابوبکر مرغینانیؒ	مطبع یوسفی لکھنؤ
البحر الرائق	زین الدین ابن ابراہیم مصریؒ	دار المعرفة بیروت لبنان ۱۴۱۳ھ
البنایہ شرح الہدایہ	محمود بن احمد عینیؒ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۰ھ
جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند، یوپی
الدر المختار	علاء الدین حصکفیؒ	دار المطباعة المصریة
رد المحتار علی الدر المختار	ابن عابدین شامیؒ	دار الطباعة، المصریة
روضة الطالبین وعمدة المفتین	ابو زکریا یحیی ابن شرف نوویؒ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۵ھ

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	محمد بن عبد الرحمٰن دمشقیؒ	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۴۰۷ھ
عمدۃ السالک وعدۃ الناسک	ابو العباس ابن النقیب مصریؒ	مکتبۃ الغزالی دمشق سوریا
فتاوی المرأۃ	جمع وترتیب محمد المسند	جمعیۃ دار البر دبی
فتح المعین بشرح قرۃ العین	علامہ زین الدین ملیباریؒ	دار احیاء الکتب العربیۃ
الفقہ المنہجی	دیب البغا، مصطفی الخن، علی الشربجی	دار القلم دمشق ۱۴۲۱ھ
فیض الالٰہ المالک	عمر بن محمد برکات شامیؒ	دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۴۲۰ھ
مجموعہ قوانین اسلام	ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن	ادارہ تحقیقات اسلامی جامعہ اسلامیہ، اسلام آباد
مجموعہ قوانین اسلامی	آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ	دہلی
مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج	محمد خطیب شربینیؒ	مصطفی البابی الحلبی واولادہ ۱۳۷۷ھ
الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ	کویت ۱۴۲۱ھ
	دیگر کتب	
احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد غزالیؒ	دار احیاء الکتب العربیۃ
تحفظ شریعت نمبر	سہ روزہ دعوت	دہلی
قرآنی افادات	مولانا ابو الحسن علی حسنی ندویؒ	ایم حسنی ٹرسٹ تکیہ کلاں رائے بریلی یوپی
مغربی میڈیا اور اس کے اثرات	مولانا نذر الحفیظ ندوی	معظم ومحمد اعظم شرقی، لکھنؤ ۲۰۰۲ئ
معجم لغۃ الفقہاء (عربی انگریزی)	ڈا محمد رواس قلعہ جی، ڈا حامد صادق قنیبی	دار النفائس بیروت لبنان ۱۴۰۸ھ

مصنف کی اہم تصانیف

وراثت کی تقسیم

خواجہ معین الدین ندوی مدنی بھٹکلی

تقسیم وراثت ایک بڑا اہم مسئلہ ہے مگر لوگ عموماً اس سے ناواقف ہوتے ہیں، قرآن و حدیث کے اندر بڑی تفصیل سے ان مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ان مسائل کو شافعی مسلک کے ساتھ دوسرے مسالک کی وضاحت کے ساتھ نہایت آسان اور سادہ زبان میں بیان کیا گیا ہے، اور تقسیم وراثت کے سلسلہ میں اسلام کے نظام عدل اور دوسرے مذاہب وادیان کی خرابیوں نیز وراثت کی تقسیم میں کوتاہی کرنے پر ہونے والی تباہی اور عذاب کو بیان کیا گیا ہے۔

کتاب نہ صرف طلباء مدارس کے لئے ایک مفید تحفہ ہے بلکہ عام تعلیم یافتہ حضرات بھی اس سے خوب خوب مستفید ہو سکتے ہیں۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ (جنرل سکریٹری اسلامک فقہی اکیڈمی انڈیا) کے وقیع مقدمہ کے ساتھ۔

تحفة الحجاج

خواجہ معین الدین ندوی مدنی بھٹکلی

جس میں سفر حج کے آداب، سفر وسواری کی دعائیں، حج وعمرہ کی فضیلت وفرضیت، اور اس کا مفصل طریقہ، نیز مختلف اذکار مع ترجمہ، مدینہ طیبہ اور اس کی فضیلت، اور زیارت کے آداب، خواتین کو پیش آنے والے اہم مسائل، وطن روانگی کے آداب، قرآن وحدیث کی مترجم دعائیں، یہ اور اس طرح کی بہت سی چیزیں نہایت ہی آسان زبان میں پیش کی گئی ہیں۔

ملنے کا پتہ:

- مکتبہ جامعہ اسلامیہ، جامعہ آباد بھٹکل کرناٹک
- مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل
- کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور (یوپی)

Please Visit

www.bhatkallys.com
www.urduaudio.com
www.naqshonline.com
www.bhatkaltoday.com

E-mail - bhatkallys@yahoo.com